سید العارفین حضرت حافظ الملت محمد صدیق بھرچونڈی شریف کی علمی، دینی، روحانی خدمات (تحقیقی جائزہ)

مقالہ

برائے پی ایچ ڈی

سندھ یونیورسٹی جام شورو

پیشکش

محمد بخش قمر

1996

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ و کونوامع الصادقین
(التوبہ ۱۱۹)

مقالہ برائے پی ایچ ڈی

حضرت حافظ الملت محمد صدیق بھرچونڈی شریف کی علمی دینی اور روحانی خدمات (تحقیقی جائزہ)

زیر نگرانی:-

پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالیپوتہ صاحب مدظلہ العالی
پی ایچ ڈی (لندن)

سابق پروفیسر و چیئرمین شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامی
جامعہ سندھ جامشورو۔

تحقیق و تقدیم

1996

محمد بخش قمر

UNIVERSITY OF SINDH-JAMSHORO

CERTIFICATE

Certified that MUHAMMAD BAKHSH QAMMAR S/o KARIM BAKHSH KHAN has carried out research on the Topic حضرت حافظ الملت محمد صدیق بھرچونڈی شریف کی علمی، دینی، روحانی خدمات (تحقیقی جائزہ) under my supervision and that his work is original and distinct and his dessertation is worth of presentation of the University of Sindh for award of the Ph. D degree in Islamic Culture.

A. J. Halepota

(Prof. Dr. Abdul Wahid J. Halepota)
Guid/Supervisor
Ex-Chairman Department of Comparative
Religion and Islamic Culture.
University of Sind-Jamshoro.

فہرستِ مضامینِ مقالہ

عنوانات | صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو اس کے حقیقی معنوں میں جن عظیم ہستیوں نے فروغ دیا وہ صوفیاء اور اولیاء ہیں، ان کی خدمات اور مساعی جلیلہ اس خطے کے لئے وجودِ مسعود ہیں۔ ان عظیم بزرگوں نے اپنے سیرت و کردار کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں کہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ دیکھنے میں میں اگرچہ یہ لوگ گدڑی پوش نظر آتے تھے مگر ان کے آستینوں میں ید بیضا چھپے ہوئے ہوتے تھے اور اندر سے شاہی تمکنت رکھتے تھے۔ یہ وہ بے رغبت لوگ تھے کہ شہنشاہوں تک سے ملنا گوارا نہیں کرتے تھے، اگر کوئی بادشاہ اُن سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرتا تو کہلوا بھجواتے کہ ہمارے دو دروازے ہیں ایک سے آؤگے تو ہم دوسرے سے نکل جائیں گے۔ یہ حضرات علم وعمل صفائے قلب، اتباعِ سنت و شریعت اور زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے اور عرفان و معرفت کی اُن بلند ترین منزلوں پر فائز تھے جنکا ادراک عام انسانی ذہنوں سے کرنا مشکل ہے۔

برصغیر کے کونے کونے میں پھیل کر ان ہستیوں نے اپنے مشن کی تکمیل میں زندگیاں وقف کیں، ہند و سندھ کا کوئی خطہ ان خاصانِ خدا کے وجود سے خالی نہیں۔

انھیں نفوسِ قدسیہ میں سے ایک آفتابِ ولایت وادیٔ سندھ کے عظیم بزرگ پیکرِ صدق و صفاء اور شہسوارِ راہِ طریقت و جہاد سید العارفین حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت بانیٔ خانقاہ عالیہ قادریہ بھرچونڈی شریف ہیں، آپ انیسویں صدی کے ایک عارف باللہ اور سالکانِ راہِ طریقت کے رہبر ہیں، جنھوں نے

بھرچونڈی شریف کے دور افتادہ قصبہ میں بیٹھ کر علم و عمل اور معرفت کی وہ شمع جلائی کہ خود زندگی رہتی ہی زندگی میں تقریباً تین لاکھ پروانوں نے آکر طواف کیا۔ اور ان میں سے کئی ہستیاں نام پاکر شہرت کے بامِ عروج کو پہنچیں، جن میں مولانا عبیداللہ سندھی، حضرت خلیفہ ابو سراج غلام محمد دینپوری، حضرت خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ، حضرت خلیفہ مولانا احمد خان گڑھیؒ، خلیفہ شمس الدین احمد پوریؒ، خلیفہ دلمرادؒ اور مولانا محمد شریف بلوچستانی جیسے حضرت کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حضرت حافظ الملتؒ سے تعلق یا اُن سے فیضیاب ہونے والے کئی افراد پر بڑا تحقیق کام ہوا ہے، اکثر پر تو مستقل کتابیں اور کئی پر تو پی ایچ ڈی سطح تک کی تحقیق ہوئی ہے مگر افسوس کہ اصل ہستی یعنی سید العارفین حضرت حافظ الملت محمد صدیقؒ پر اب تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا تھا اور یہ تاریخ ساز اور مجاہد ساز ہستی اب تک ہم لوگوں کے نظروں سے اوجھل تھی۔ ایک عرصے سے دل آرزو تھی کہ سندھ کی اس عظیم روحانی اور دینی ہستی پر کوئی تحقیقی کام ہو۔

خداوند تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، اس لئے کہ اس بھاری پتھر کو اٹھانے کی مجھ جیسے کمزور، کم علم اور کم فہم آدمی کو توفیق دی۔ اس کام کا شوق اس طرح بھی ہوا کہ ہمارے خاندانی بزرگ بھی اسی حضرت حافظ الملتؒ کی خانقاہ سے نسبت رکھتے تھے اور اس خانقاہ کے مشائخ سے نہ صرف سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے بلکہ خلافت و اجازت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ چنانچہ یہ نسبت و غلامی کس کام آئی اور مجھے پی ایچ ڈی کے مقالے کے لئے حضرت حافظ الملت جیسی عظیم ہستی کی علمی، دینی اور روحانی خدمات پر تحقیقی کام سے بڑھ کر کوئی موضوع نظر نہیں آیا۔ موضوع کا انتخاب ہوتے ہی خاکہ سندھ یونیورسٹی جام شورو میں جمع کرایا

پھر خانقاہ حضرت حافظ الملت رح کا رُخ کیا اور انکے روضہ مبارک پر حاضری دی اور اُن سے اعانت کا طلبگار ہوا۔ چنانچہ کام کا آغاز کیا، تحریری مواد زیادہ دستیاب نہیں تھا، بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، احباب سے ملاقاتیں کرنی پڑیں، متعلقین سے انٹرویو کرنے پڑے، جماعت کے افراد اور فقراء سے رابطہ کرنا پڑا اور دور دراز کے سفر اختیار کرنے پڑے، حضرت حافظ الملت کے خلفاء کی خانقاہوں اور آثار کے دورے کرنے پڑے، جن میں دین پور شریف، امروٹ شریف، خان گڑھ شریف، احمد پور لمہ، ننگوانی، کندھوکوٹ، کشمور، سکھر، روہڑی، کوٹ مٹھن، گڑھی اختیار خان، تین مینارہ، صادق آباد، رحیم یار خان وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ لائبریریوں کو کھنگالنے کراچی، حیدرآباد، سکھر، خیرپور، لاہور وغیرہ کے کئی کئی بار چکر لگانے پڑے، تعلیمی اداروں کے کتب خانوں سے استفادہ کی غرض سے بے شمار تعلیمی اداروں کے دورے کرنے پڑے۔ ایک دھن تھی جو سوار تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور حضرت حافظ الملت رح کی نظرِ عنایت کا یہ نتیجہ ہے کہ چار برس کے طویل سفر کے بعد ہم منزل تک پہنچے ہیں، ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اسکا فیصلہ ہم خود نہیں کرتے، اہلِ علم اور اپنے پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں۔ ہمارا یہ قطعی دعویٰ نہیں ہے کہ ہم نے حضرت سید العارفین جیسی عظیم ہستی پر قلم اٹھا کر حق ادا کر دیا ہے، ہمیں اپنی کم علمی، کم فہمی، ناتوانی کا اعتراف ہے مگر اتنا عرض کرتے ہیں کہ:

ع بہت تعریف نہ سہی اتنی سی داد تو دے
تیری تلاش میں دیوانے کہاں تک پہنچے!

ہم نے چار قیمتی برس اپنی زندگی کے اس کام میں بسر کئے ہیں اور خوشی ہے کہ یہ کام کسی دنیاوی غرض، شہرت یا لالچ کے تحت نہیں کیا بلکہ خوشنودی ذاتِ الہٰی اور اپنے شیخ کامل سے عقیدت و محبت اور ان سے نسبت و تعلق کو مضبوط کرنے کی غرض سے کیا ہے۔ اور صلہ کی امید تو اُسی ذاتِ برحق سے ہے۔

؎ نہ کسی سے غرض کوئی نہ کسی سے واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیرے فکر سے، تیرے نام سے تیرے کام سے

اظہارِ تشکر

پھر خوشی اس بات کی ہے کہ میرے حصے میں جو ہستی بطور رہنما آئی وہ بذاتِ خود ایک صوفی منش عالم فاضل اور شفیق بزرگ ہیں، میری مراد ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ صاحب سے ہے۔ جن کی صحبت اور رہنمائی سے میں نے بہت کچھ سیکھا وہ خود بھی تصوف اور صوفیاء سے گہرا شغف رکھتے ہیں اور انہوں نے یہ نصیحت فرمائی کہ جب بھی حضرت حافظ جیسی ہستی پر تکھنے لکھو تو باوضو ہو کر لکھا کروں، اور میں نے اس نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ہالیپوتہ صاحب جیسی ہستیوں کا سایہ تا دیر سلامت رکھے، میں ان کی رہنمائی، شفقت مہربانی اور خدمت کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

میں شکریہ ادا کرتا ہوں حضرت سجادہ نشین پیر عبدالخالق صاحب کا کہ ان کا بھی ہر ممکن تعاون مجھے حاصل رہا۔ اس کے علاوہ میں ان تمام احباب کا بھی میں مشکور ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں میری مدد کی۔ مجھے ان لوگوں سے بھی کوئی گلہ نہیں جنہوں نے اس سلسلے میں میری حوصلہ افزائی نہیں فرمائی اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

مقالے کی ترتیب

مقالے کو نو (۹) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جسکی تفصیل اس طرح ہے۔

باب اول : سلسلۂ روحانی حضرت حافظ الملت رح

باب دوئم : احوال و آثار حضرت حافظ الملت رح

باب سوئم : خدمات اور کارنامے

باب چہارم : آداب و اخلاق

باب پنجم : اتباعِ شریعت

باب ششم : جانشینانِ حضرت حافظ الملت رح

باب ہفتم : امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رح

باب ہشتم : خلفاءِ کرام حضرت حافظ الملت رح

باب نہم : حضرت حافظ الملت رح کی تعلیمات کے اثرات

ہر باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنکے الگ الگ ذیلی عنوانات ہیں جن کے ذریعے ہم نے حضرت حافظ الملت رح کی پوری حیات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس چیز کو پیشِ نظر رکھا ہے کہ آپکی زندگی، شخصیت، خدمات، کارنامے اور اسی طرح آپکے جانشینوں اور خلفاء کے حوالے سے کوئی ضروری چیز اوجھل نہ رہے۔

ساتھ ہی اس سلسلے میں ہم نے اختصار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور ہمیشہ غیر ضروری طوالت سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا مقصد مقالے کو غیر ضروری ضخامت و مواد سے بچانا تھا۔ کیونکہ اہلِ تحقیق کے نزدیک مقالے کی غیر ضروری طوالت اسکا عیب ہے۔ اور اختصار کی نصیحت مجھے میرے گائڈ محترم ہالیپوتہ صاحب بھی کرتے رہے۔

مقالے کے شروع میں نسبتاً طویل مقدمہ بھی لکھا گیا ہے جس میں ہم نے تصوف سے

متعلق ضروری لوازمات کا تذکرہ کیا ہے اور اُس کے عملی خدوخال کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے، اِس کے علاوہ تصوف کی مختصر تاریخ بھی بیان کی ہے، برصغیر میں مسلمانوں کی آمد، صوفیائے کرام کا ورود، سندھ میں سلسلہ قادریہ کی آمد اور بزرگانِ دین، کا تذکرہ کیا ہے اور آخر میں پیرانِ پاگارہ پر مقدمہ کا اختتام کیا ہے جو ہمارے روحانی سلسلے کے باب کا آغاز بنتا ہے۔

ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں آپ پر چھوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت کے طلبگار ہیں اور اپنے سلسلے کے بزرگوں کی نظرِ کرم کے محتاج ہیں اور اپنی عاجزی و کمزوری کے بھی معترف ہیں وہی ذات ہے جو طاقتور کو مغلوب کرتی ہے اور ناتوان کو توانا۔

ہمیں امید ہے کہ اہلِ علم و تحقیق ہماری خامیوں اور کمزوریوں سے صرفِ نظر کریں گے، اگر اُن کے خیال و مزاج کے برعکس انہیں کوئی چیز نظر آئے تو اُسے اُس پھول کی مانند سمجھیں گے جو گلستان میں کِھلتے تو ہیں لیکن وہ مشہور و معروف پھولوں کی مانند نہ تو خوشبو کا باعث ہوتے ہیں اور نہ ہی رنگینی کا بلکہ وہ جھاڑیوں کے پیچھے یا دائیں بائیں بغیر کسی کو متوجہ کئے ہمیں نظر آتے ہیں لیکن اُن کا وجود بھی بہرحال گلستان کی زینت ہوتا ہے۔

اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ

احقر محمد بخش تمر
کوئٹہ بلوچستان
مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۹۶ء

مقدمہ

تصوف اور اس کے عملی خدوخال

مقدمہ

اسلامی تصوف اور اُس کے عملی خدوخال

تصوف اور صوفی

لفظ تصوف کے مادہ اشتقاق کے بارے میں اہلِ علم و تحقیق نے بے شمار باتیں کہی ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی نے امام غزالیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کے بارے میں تین آراء پائی جاتی ہیں، اول یہ کہ یہ لفظ "اصحابِ صفہ" سے ماخوذ ہے جو ہر چیز کو چھوڑ کر مسجدِ نبوی کے ایک کونے میں بیٹھ کر محض عباداتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ دوئم یہ لفظ "صفا" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "صف" کے بھی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لفظ "صوف" سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے جس کے مفہوم پشمینہ کے ہیں[1]

حضرت ابوبکر شبلی صوفی کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صوفی کو اس کے اس نام سے صفائے باطن کے باعث پکارا جاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صوفی کا باطن صاف ہوتا ہے[2]

الصفاء

بعض اہلِ علم کے نزدیک اسکا اصل "الصفاء" ہے جسکے معنی پاکیزگی اور صفائی کے ہیں، یعنی کسی شئے کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی آلودگی سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے۔

الصفو

اسکا مادہ اشتقاق الصفو ہے جس کے معنی محبت و دوستی میں اخلاص کے ہیں

---

1. قادری معین الدین احمد - شمس بریلوی لمعاتِ خواجہ ص 76، معین الادب پبلشرز کراچی 1983ء
2. سراج ابونصر شیخ کتاب اللمع فی التصوف ص 58 ترجمہ اسرار بخاری سید ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور 1984ء

اس مادہ کے اعتبار سے صوفی سے مراد وہ شخص ہے جس نے دنیا و آخرت جزاء اور سزاء سے ہٹ کر اپنے حقیقی محبوب سے محبت و دوستی کا رشتہ استوار کرلیا۔

الصوف

اس کے معنی اون کے ہیں۔ بعض اہل اللہ عاجزی اور انکساری کے پیش نظر اونی لباس پہنا کرتے تھے جس کے باعث انھیں صوفی کہا جانے لگا جیسے سورہ مدثر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاایھا المدثر پکارا گیا ہے[1]

التصوف

اس کے ایک معنی یکسو ہونا بھی مراد لیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے غیر اللہ سے ہر قسم کا دھیان ہٹا کر محض ذاتِ خداوندی کی محبت اور اُس کے ذکر و فکر کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہو جانا۔ جس کی طرف سورہ مزمل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (مزمل - ۸)

الصفہ

بعض علماء نے تصوف کا اشتقاق "صفہ" سے کیا ہے، جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے وہ تمام دنیوی جھمیلوں سے آزاد ہو کر محض عبادتِ الٰہی اور ذکر و فکرِ ذاتِ خداوندی میں مشغول ہو گئے تھے۔ چونکہ صوفیاء کے اوصاف اس گروہ کے قریب ہیں اس لئے انھیں صوفی کہا گیا[2]

مگر اصحاب صفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن جوزی لکھتا ہے کہ صوفی کی نسبت اہل صفہ سے کرنا غلط ہے۔ اُس کے نزدیک اگر ایسا ہوتا تو انھیں "صفی" کہا جاتا نہ کہ صوفی[3]

---

1. محمد طاہر القادری پروفیسر حقیقت تصوف حصہ اول ص 87 ادارہ منہاج القرآن لاہور
2. بخاری ابواسحاق التعرف ص 37 ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن
3. ابن جوزی تلبیس ابلیس بحوالہ تاریخ افکار و علوم اسلامی حصہ دوئم ص ۱۶۹ ترجمہ محمد راغب طباخ، مولانا افتخار احمد بلخی

الصف

امام قشیریؒ کے نزدیک تصوف صف سے مشتق ہے۔ یعنی صوفیہ کے قلوب اللہ تعالیٰ کی حضوری کے اعتبار سے صفِ اول میں ہوتے ہیں[1]

صوفۃ القفاء

کچھ لوگوں کے نزدیک صوفی دراصل صوفۃ القفاء کی طرف منسوب ہے، صوفۃ القفاء ان بالوں کو کہتے ہیں جو سر کی گدی کے آخری حصہ میں اگتے ہیں اسی طرح صوفی بھی مخلوقات سے منہ پھیر کر حق کی طرف ہمیشہ کے لئے متوجہ ہو جاتا ہے[2]

اولیری کی رائے

ڈی اولیری کے نزدیک "صوف" اون سے ماخوذ ہے اس طرح صوفی کے معنی اونی لباس پہننے والے کے ہیں۔ اس اعتبار سے صوفی کے معنی اس شخص کے ہوگئے جو انتہائی سادہ لباس اختیار کرتا ہے اور ہر قسم کے عیش و عشرت اور نمائش سے بچتا ہے[3]

اسی رائے کی تائید کرتے ہوئے مشہور محقق (A.J. ARBERRY) جنہوں حضرت خواجہ فریدالدین عطار کی تذکرۃ الاولیاء کا انگریزی ترجمہ کیا ہے لکھتا ہے،

"لفظ صوفی عربی لفظ صوف سے ماخوذ ہے جسکے معنی اون کے ہیں، صوفی حضرات اپنے اسی لباس کی بدولت ان لوگوں سے الگ تھلگ نظر آتے تھے جو زرق برق لباس زیب تن کرتے تھے"[4]

---

1. قشیری ابوالقاسم امام رسالہ قشیریہ ص 427 ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن
2. تاریخ افکار و علوم اسلامی ص ۱۹۹
3. ڈی اولیری فلسفہ اسلام ص 153 ترجمہ احسان احمد علیگ
4. سلیم یزدانی فکرِ فرید ص 34 - 35

اس رائے کا اظہار پروفیسر (E.B. Brown) نے اپنی کتاب (Literary History of Persia) میں بھی کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ایران میں صوفی کو "پشمینہ پوش" بھی کہا جاتا ہے [1]

تصوف لفظ کے سلسلے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ لفظ "سین" سے تھا اور اس کا مادہ "سوفا" تھا، یونانی زبان میں جس کے معنی حکمت کے ہیں۔ دوسری صدی ہجری میں جب یونانی کتب کا ترجمہ ہوا تو یہ لفظ عربی زبان میں آ گیا اور پھر رفتہ رفتہ صوفی ہو گیا [2]

بعض مفکرین نے صوفیا کا رشتہ سرزمین یونان کے فرقہ سوفسطائیہ سے جوڑنے کی کوشش کی ہے، اس فرقہ کے لوگ حکمت اور دانائی کے معلم سمجھے جاتے تھے۔ [3]

تعریفِ تصوف

حضرت ابوالقاسم قشیریؒ تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ ہر زبان میں صفائی کی تعریف کی گئی ہے اسکی ضد گدلا پن قابلِ مذمت ہے، آپ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیثِ مبارکہ کا حوالہ دیتے ہیں جو حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ باہر تشریف لائے، آپکے رخِ انور کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا "ذَھَبَتْ صَفْوُ الدُّنْیَا"۔ (دنیا کی صفائی جاتی رہی اور کدورت باقی رہ گئی۔ اب ہر مسلمان کے لئے موت ایک تحفہ ہے) لہٰذا اُن کے بقول یہ نام صوفیاء کے گروہ پر غالب آ گیا [4]

---

1. نظامی خلیق احمد تاریخ مشائخ چشت ص 18
2. میمن عبدالمجید سندھی پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 5
3. عبدالخالق ڈاکٹر، شیدائی محمد یوسف ڈاکٹر مسلم فلسفہ ص 80
4. رسالہ قشیریہ ص 226

حضرت علی ہجویریؒ

آپ تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ صفا ولایت کی منزل ہے اور اسکی نشانیاں ہیں، اور تصوف صفائی ایسی حکایت و تعبیر ہے جس میں شکوہ و شکایت نہ ہو

آپ تصوف کی تین اقسام بتاتے ہیں، صوفی، متصوف، مستصوف۔

صوفی: صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے حق کے ساتھ مل جائے اور خواہشات نفسانی کو مٹا کر حقیقت میں گم ہو جائے۔

متصوف: متصوف وہ ہے جو ریاضت و مجاہدے کے ذریعے اس مقام کی طلب میں مشغول رہے، اور اس میں صادق اور راستباز ہو۔

مستصوف: مستصوف وہ ہے جو دنیاوی جاہ و منزل اور دولت وہ دنیا کا خواہاں ہو، اُسے ان مقامات اور منازل کا کچھ علم نہ ہو۔ چنانچہ ایسا صوفی اُنکے نزدیک مکھی کی طرح ذلیل اور بھیڑئے کی طرح حریص ہے۔[1]

حضرت جنید بغدادیؒ

تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کر دے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھے۔[2]

حسین بن منصور حلاجؒ

صوفی کی ذات یکتا ہوتی ہے، نہ کوئی اللہ کے سوا اُسے قبول کرتا ہے اور نہ یہ اللہ کے سوا کسی کو قبول کرتا ہے۔[3]

---

1. علی ہجویری داتا گنج بخش کشف المحجوب ص 63 ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی
2. رسالہ قشیریہ ص 408
3. ایضاً

حضرت معروف کرخیؒ

تصوف حقائق پر عمل کرنے اور لوگوں کی چیزوں سے نا امیدی کا نام ہے۔

حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ

سچے صوفی کی علامت یہ ہے کہ باوجود مالدار ہونے کے فقیر بن جائے، باوجود ذی عزت ہونے کے حقیر بنے اور باوجود شہرت رکھنے کے خود کو چھپائے، جبکہ جھوٹا صوفی اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔

ابو محمد جریریؒ

ہر اعلیٰ خلق میں داخل ہونے اور ہر ذلیل خلق سے نکلنے کا نام تصوف ہے۔

شیخ ابو نصر سراجؒ

صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر ترجیح دی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی ہر چیز پر اُن کو ترجیح دی۔

حضرت رویمؒ

تصوف تین خصلتوں پر مبنی ہے۔ اول فقر و محتاجی کو اختیار کرنا، دوئم بذل و ایثار ہونا، سوئم مشغولیت اور اختیار کو چھوڑنا[1]

ابوالحسن نوریؒ

فقیر کی صفت یہ ہے کہ جب اُس کے پاس کچھ نہ ہو تو پرسکون ہو اور جب کچھ موجود ہو تو بذل و ایثار سے کام لے۔

ذوالنون مصریؒ

صوفی وہ ہے کہ نہ طلب اسکو تھکائے اور نہ سلب اسکو جگہ سے ہلائے، یعنی نہ طلب دنیا میں مارا مارا پھرے اور نہ ہی حالتِ فقر میں بے چین و مضطرب ہو۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ

صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف، رنج و فکر سے خالی اور اللہ کے لیئے انسانوں سے منقطع ہو، اور جس کی نظر میں سونا اور مٹی برابر ہو۔

دوسری جگہ آپ تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مخلوق کی موافقت سے دل کو صاف کرنا، نفسانی خواہش سے الگ تھلگ ہو جانا، صفاتِ روحانیہ کی منزل بننا علومِ حقیقت سے تعلق پیدا کرنا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کا نام تصوف ہے۔[1]

شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ

آپ نے اپنی کتاب سِرالاسرار میں لفظ تصوف کے عجیب نقاط بیان فرمائے ہیں، آپ کے نزدیک تصوف کے چار حروف الگ الگ اپنے بھرپور معنی رکھتے ہیں ت: سے مراد توبہ، ص: سے مراد صفائی، و: سے مراد ولایت ہے جو تصفیہ قلب کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ف: سے مراد فنا فی اللہ ہے۔[2]

امام غزالیؒ

تصوف دو چیزوں کا نام ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ سے سچا معاملہ رکھنا دوئم مخلوق کے ساتھ نکوکاری اور بردباری رکھنا، جس میں یہ دونوں باتیں ہوں وہ سچا صوفی ہے۔[3]

محمد بن علی بن امام حسینؑ

پاکیزہ اخلاق کا نام تصوف ہے، جس کے جتنے پاکیزہ اخلاق ہوں گے اتنا ہی وہ بڑا صوفی ہوگا۔[4]

---

1. تصوف کی تعریفوں کے لیئے دیکھئے، عوارف المعارف، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، التعرف وغیرہ
2. حقیقتِ تصوف حصہ اول ص 103 - 105
3. مکتوبات امام غزالی ص 26 ترجمہ محمد عبدالمنان
4. کشف المحجوب ص 67

حضرت مرتعش

نیک خصائل کا نام تصوف ہے، اسکی تین اقسام ہیں، اول حق تعالیٰ کے امر و نواہی کو بغیر سمع و ریا کے ادا کیا جائے، دوئم بڑوں کی عزت و تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت اور مہربانی، اور برابر والوں سے حق و انصاف پر قائم رہتے ہوئے کسی عوض یا بدلے کا طالب نہ ہو، سوئم نفس و شیطان کی مطابقت نہ کرے.

مآخذِ تصوف

تصوف کے مآخذ پر بعض لوگوں خاص کر مستشرقین نے کافی اعتراضات کئے ہیں اور بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی ہیں۔ چنانچہ اُن کے اس پروپیگنڈہ میں بعض اپنے بھی آ گئے ہیں جنھوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی تصوف پر دوسرے مذاہب کی تعلیمات کا اثر موجود ہے، بقول ڈاکٹر نکلسن تصوف پر عیسائیت کا اثر نمایاں ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ تصوف پر ایران کے زرتشتی تعلیمات و افکار کا اثر ہے۔ اور یہ کہ نظریہ وحدت الوجود ھندو ویدانت سے ماخوذ ہے[1]

پروفیسر ای، جی، براؤن (E. J. Brown) نے بھی یہ بات زور دیکر کہی ہے کہ تصوف دراصل نوفلاطونیت کے اثرات کا نتیجہ ہے[2].

حالانکہ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ تمام نظریات سراسر باطل ہیں، اسلامی تصوف کے مآخذ سوائے قرآن و سنت کے کچھ اور نہیں، اسلامی تصوف، غیر اسلامی تصورات سے یکسر الگ اور مختلف ہے۔ مرا ہیوں، گمگشتوں یا اہلِ باطن کا دہ

---

1 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 18

2 سلیم یزدانی فکرِ فرید ص 36

طریقہ جنکا اکثر لوگوں نے تذکرہ کیا ہے بذاتِ خود اسلامی تصوف اور تعلیماتِ اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

تمام اکابرِ صوفیاء اور تصوف کو ماننے والے علمائے کرام ہر ایسے فعل اور تعبیر کے مخالف ہیں جو قرآن اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو۔ ان کے نزدیک جو کوئی بھی حصولِ عرفان کی خاطر ایسی راہ اختیار کرتا ہے جو اسلامی شریعت میں ممنوع ہو قطعی صوفی کا لقب نہیں پا سکتا۔

اس کے علاوہ دو تحریکوں کے نظریات اور اشغال میں ہم آہنگی یا مماثلت سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ انھیں ایک دوسرے سے اخذ کیا گیا ہے، کیوں کہ ممکن ہے دونوں تحریکیں ایک ہی قسم کے اسباب و حالات کا پیشِ خیمہ ہوں[1]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تصوف سکھایا اور جس کی تعلیم دی وہ ہر لحاظ سے خالص تھا اور ہر قسم کی آلائشوں سے پاک اور نفس کے تصفیہ پر مبنی تھا۔ آپ صلعم نے ریاضت و مجاہدہ کے اصول اور ضابطے بنائے، عبادت و تفکر کے آداب سکھائے اور انھیں ایک خالص ترتیب سے قائم کیا، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رض آپکی صحبت مبارکہ سے پوری طرح متاثر تھے، اور ان میں زہد و تقویٰ ورع کمال درجے موجود تھا، وہ دنیا سے بے رغبت اور پوری طرح ذاتِ خداوندی کی طرف متوجہ تھے[2] بہ مطابق قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق تھا کہ

یُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ ﴿۳ - ۱۶۴﴾ یعنی "وہ رسول صلعم انھیں پاک صاف کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔

---

1. تاریخ مشائخ چشت ص 20
2. جعفری رئیس احمد انوارِ اولیاء ص 20

تصوف کی بنیادیں

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیادیں آٹھ خصلتوں پر مبنی ہیں
1 سخاوت 2 رضا 3 صبر 4 اشارہ 5 غربت 6 گدڑی 7 سیاحت 8 فقر
یہ آٹھ خصائل مختلف انبیاءؑ میں افراد میں ہیں۔ سخاوت حضرت خلیل اللہ سے کہ اپنے عزیز فرزند کو راہِ حق میں ذبح کیا، رضا حضرت اسماعیلؑ سے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ذبح ہونا پسند کیا، صبر حضرت ایوبؑ سے کہ انتہائی مصائب پر صبر سے کام لیا، اشارہ حضرت ذکریاؑ سے کہ تین دن تک لوگوں سے صرف اشاروں میں بات کی۔ غربت حضرت یحییٰؑ سے کہ اپنے وطن میں بھی مسافروں کی مانند رہے۔ سیاحت حضرت عیسیٰؑ سے کہ ساری زندگی مجرد یکہ و تنہا گزار دی اور کوئی چیز ملکیت میں نہ رکھی۔ گدڑی حضرت موسیٰؑ سے کہ سوائے اون کے کوئی لباس نہیں پہنا اور فقر سید عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ روئے زمین کی تمام خزانوں کی چابیاں پیش کی گئیں مگر آپ نے اسکو پسند کیا کہ ایک روز کھائیں تو دو روز فاقہ کریں[1]

تصوف بنیادی طور پر اخلاقِ حمیدہ کو اختیار کرنے اور اخلاقِ ذمیمہ سے خود کو بچانے کی بنیادوں پر قائم ہے، ان اخلاق حمیدہ کو مقاماتِ صوفیہ بھی کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

توبہ: گناہوں پر نادم ہو کر آئندہ اُن سے باز آنے کا پختہ عزم کرنا
صبر: خواہشاتِ نفسانی کو زیر کرنا

---

1 کشف المحجوب ص 69، فتوح الغیب ص 92 ترجمہ محمد علی چراغ

شکر: نعمت کو منعمِ حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس پر اظہارِ مسرت کے طور پر اطاعت بجالانا۔

رجاء: مغفرت، فضل اور جنت کی نعمتوں سے متعلق پُر امید ہونا اور ان کے حصول کے لیئے سعی کرنا۔

خوف: اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عتاب سے ڈرنا۔

زھد: عارضی اور فانی لذات سے کنارہ کش ہوکر ذاتِ حق کی طرف کامل توجہ میں مصروف ہونا۔

توحید: یہ یقین رکھنا کہ سوائے اس ذاتِ یکتا کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

توکل: صرف کارسازِ حقیقی پر کامل بھروسہ کرنا۔

محبت: طبیعت کا ایسی چیز کی طرف میلان جس سے حقیقی مسرت و لذت حاصل ہو۔

شوق: محبوب کو اسکے کمال کے ساتھ دیکھنے کی خواہش

انس: محبوب کی معلومہ دیدہ پر نظر کرکے قلب کا سرور حاصل کرنا۔

رضاء: اللہ تعالیٰ کی مرضی یعنی قضاء پر اعتراض نہ کرنا

نیت: دل کا ایسی چیز کی طرف ابھرنا جو اپنے نفع کے لیئے موافق ہو۔

اخلاص: عبادات و طاعات میں صرف ذاتِ حق کی قرب و رضا کی خواہش رکھنا

صدق: جس مقام کو حاصل کریں اسے اپنے کمال تک پہنچانا۔

مراقبہ: ذاتِ پاک کا دل سے دھیان رکھنا۔

فکر: سابقہ معلوم کو ملاکر غیر معلوم باتوں تک پہنچنا

اخلاق ذمیمہ جن سے بچنا صوفیاء کے نزدیک نہایت ضروری ہے ۔[1]

زبان کی آفات: ان میں جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، فضول گوئی، لعنت ملامت، اور خوشامد وغیرہ شامل ہے۔

شہوات: اس میں پیٹ اور شرمگاہ دونوں شہوات شامل ہیں۔

غضب: یعنی انتقام کے لئے شدید غصہ میں آنا۔

حقد: دل کی وہ گرہ جو انتقام نہ لے سکنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے

حسد: کسی کی نعمت کو دیکھ کر جلنا، اور اسکے زوال کی خواہش کرنا۔

حبِ دنیا: ایسی دنیوی اشیاء کی خواہش کرنا جسکا آخرت میں کوئی نفع نہ ہو۔

بخل: جائز مصارف میں بھی تنگی کرنا۔

حرص: مال جمع کرنا اور اس سے دل لگانا۔

ریاء: شہرت اور نیک نامی کی غرض سے اچھے اعمال لوگوں کو دکھا کر بجا لانا

تکبر: خود کو افضل جبکہ دیگر مخلوق کو حقیر خیال کرنا

عجب: اپنے نیک اعمال کو اپنی نظر میں بڑا خیال کرنا۔

ضرورتِ مرشد

مرشد کی ضرورت اور اہمیت اسلامی تصوف میں مسلمہ حیثیت رکھتی ہے، سالک کے لئے ایک مربی اور رہنما کی اشد ضرورت ہوتی ہے جو اسے رذائلِ اخلاق سے پاک کرے اور اس کے اندر عمدہ عادات و فضائل پیدا کرے۔ بقول حضرت امام غزالیؒ[2] مرشد کی مثال ایک کسان کی سی ہے جو کھیت کو سینچتا ہے اور اسے مضر چیزوں

---

1 فضائل و رذائل اخلاق کی تفصیل کے لئے دیکھئے احیاء العلوم از امام غزالیؒ، عوارف المعارف از خواجہ شہاب الدین سہروردی، التعرف از امام ابوبکر بن اسحاق - اسلامی انسائکلوپیڈیا ص 437

سے صاف کرتا ہے اور اسے عمدہ پانی دیتا ہے تاکہ کھیت خوب پھلے پھولے۔ آں حضرت ؐ کی روشن مثال ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے اپنی سعی اور کوشش سے کیا نتائج پیدا نہیں فرمائے، کافر، مشرک، بدچلن، سفاک اور راہزن آپ کے فیض سے کیا سے کیا نہ بن گئے۔ بعینہ مرشد بھی یہی فرائض انجام دیتا ہے [1]

حضرت عبداللہ بن بشیر رض سے روایت ہے کہ آں حضرت ؐ نے فرمایا کہ اگر ایک جگہ بیس افراد جمع ہوں اور ان میں سے ایک بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہ ہو تو سب کا معاملہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ پس مشائخ اللہ تعالیٰ کے دربار سے آگاہی کا ذریعہ ہیں، مریدان سے ظاہری و باطنی ادب حاصل کرتے ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے کہ "یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی تو انہوں نے ہدایت کی پیروی کی" پس جب مشائخ ہدایت یاب اور راہ یافتہ ہو گئے تو اس بات کے مستحق اور اہل ہو گئے کہ ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے کیونکہ ان کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنایا گیا ہے [2]

حضرت امام غزالیؒ جنہوں نے ایک عرصے تک مختلف علوم مثلاً علم الکلام، فلسفہ، منطق، طبیعیات وغیرہ کی گہرائی میں جا کر حقیقت کی تلاش کرتے رہے، آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ گروہِ مشائخ ہی دراصل حقیقت کے راستے پر گامزن ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

" مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیاء کا گروہ ہی وہ گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ پر گامزن ہے، انکی سیرت تمام سیرتوں سے بہتر ہے، ان کا

---

1 مکتوب امام غزالیؒ ص 23

2 عوارف المعارف ص 223

اخلاق سب سے اچھا ہے، ان کا راستہ ہی صحیح ترین راستہ ہے بلکہ اگر تمام عاقلوں کی عقلوں، تمام حکماء کی حکمتوں اور رموزِ شریعت سے واقف علماء کے علم کو جمع کیا جائے تاکہ انکی سیرت و اخلاق میں کوئی تبدیلی کی جا سکے اور انکے اخلاق و سیرت کے مقابلے میں بہتر سیرت و اخلاق کا نمونہ پیش کیا جائے تو یہ بات ناممکن ہوگی کیوں کہ صوفیاء کے ظاہر و باطن کی تمام حرکات و سکنات مشکوٰۃِ نبوت کے نور سے ماخوذ ہیں"۔ [1]

مرشدِ کامل کے اوصاف

مرشدِ کامل چونکہ انسانوں کے دلوں کو بدلنے والا اور انھیں اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہوتا ہے اس لئے اس بھاری ذمہ داری کی ادائگی کے لئے لازمی ہے کہ اس کے اندر وہ عظیم اوصاف بھی موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر شیوخ نے باقاعدہ مرشد کے اوصاف بتائے ہیں تاکہ عامۃ المسلمین دھوکہ نہ کھا سکیں۔ ایک مرشدِ کامل کے اندر مندرجہ ذیل اوصاف لازمی ہیں ورنہ وہ شیخ کہلانے کا مستحق نہیں۔

1. مرشد توحید کا علمبردار اور متوکل ہوگا۔
2. مرشدِ کامل نہایت متواضع، خلیق، صادق، باحیا، صاحبِ حلم اور عدل و انصاف والا ہوگا۔
3. مرشد کے لئے عالمِ دین ہونا بھی لازمی ہے۔ اگرچہ اس نے باقاعدہ مروجہ علوم حاصل نہ کئے ہوں لیکن باطنی علوم سے سیراب ہوگا۔ کیوں کہ جاہل کبھی بھی مرشدِ کامل نہیں ہوسکتا۔ جیسا بابا فریدالدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ جاہل پیر شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے [2]

---

1. ابو حامد محمد غزالی امام المنقذ من الضلال ص 72-73 ترجمہ عبدالرسول ارشد
2. پناہوی محمد ارشد قادری تذکرہ نور ص 93-94

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی مرشد کے لئے قرآن وحدیث کا علم لازمی قرار دیتے ہیں۔ [1]

4۔ مرشد کے عقائد درست ہوں، کیوں کہ بد عقیدہ پیر مرشد کے درجے پر فائز نہیں ہو سکتا۔

5۔ مرشد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مدت دراز تک مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر فیض حاصل کرتا رہا ہو اور اُن سے تربیت پا چکا ہو۔

6۔ مرشد کے لئے لازمی ہے کہ وہ خود اوامر پر عامل اور منہیات سے مجتنب ہو اپنی رائے میں پختہ ہو اور متذبذب نہ ہو۔

7۔ پیر و مرشد کے لئے لازمی ہے کہ مریدوں کی اصلاح و تربیت کرنے میں مہارت رکھتا ہو۔

8۔ عوام الناس کی بہ نسبت تعلیم یافتہ اور دین دار طبقہ کے لوگ اسکی طرف مائل ہوں۔ [2]

تصوف اور صوفیاء کے مقاصد

تصوف جن عظیم مقاصد پر قائم ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

الف: انسان عبادت الٰہی میں جان کھپائے

ب: پوری طرح اللہ تعالیٰ کا ہو جائے

ج: دنیاوی لغویات اور خرافات سے مکمل طور پر منہ موڑ لیا جائے

د: دنیادار جن چیزوں پر جان دیتے ہیں جن میں جاہ و مال، نفسانی لذات وغیرہ شامل ہیں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور عزلت و گوشہ نشینی کو اختیار کیا جائے۔ [3]

1۔ القول الجمیل ص 46

2۔ تذکرہ نور ص 97 - شاہ مسیح اللہ مولانا شریعت و تصوف ص 111

3۔ عبدالرحمٰن ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون ج دوم ص 164 ترجمہ مولانا راغب رحمانی

بیعت کی حقیقت

مریدین سے مشائخ جو بیعت لیتے ہیں یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، آپ یہ بیعت جہاد کے علاوہ گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، دین پر قائم رہنے اور دین کی نصرت کرنے پر لیا کرتے تھے، بیعت دراصل اپنے اندر بیع کے معنی رکھتی ہے۔ جسکے معنی ہیں اپنے شیخ کے ہاتھوں بک جانا، گویا شیخ کے ہاتھوں احکامِ ظاہرہ و باطنہ کے التزام کے واسطے خود کو بیچ کردیا۔ لہٰذا لازمی ہوا کہ اپنا ہاتھ مرشدِ کامل کے ہاتھ میں دیکر مرید یہ سمجھے کہ اب میرے لئے مرشد جو بہتر سمجھے گا تجویز کرے گا۔ اور جو بھی امر یا مشورہ دے گا میرے حق میں نافع ہوگا۔[1]

گویا بیعت کا مقصد صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے بچنا، طاعت و ہر قسم کی عبادات کا بجالانا اور یہ تمام امور ایک رہبر کامل کی نگرانی میں انجام دینا بیعت کی حقیقت میں شامل ہے۔[2]

مرید کے آداب

سلوک کے راستے میں ایک مبتدی اور مرید کے لئے لازمی ہے کہ وہ صحیح الاعتقاد کے ساتھ سلفِ صالحین کے راستے پر چلے، اور قدماءِ اہل سنت کے عقیدہ کو اختیار کرے۔ انبیاء، مرسلین، صحابہ کرام رض، تابعین اور صدیقین کے طریقے پر قائم رہے۔ قرآن مجید کی پیروی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ان دونوں بازوؤں سے کام لینا ضروری ہے۔ مرید پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ہوا، ہوس، سستی، تاریکی اور ماندگی سے دور رہے اور نفس

---

1. شریعت و تصوف ص 105
2. القول الجمیل ص 26

کی مخالفت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں سعیِ مسلسل کرتا رہے، کیونکہ اسی سے راستوں کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا. (القرآن)

ترجمہ: جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں انھیں اپنے راستے ہم خود بتا دیتے ہیں

اس راستے میں مرید کا پختہ عزم ہونا بھی لازمی ہے، راستے کی رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرے، برے بھلے اور مذمت سننے سے بے نیاز ہو جائے۔ اور کسی قسم کی ملامت اسے اپنے راستے سے نہ بھٹکائے۔

مرید کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ سے کبھی بحث و مباحثہ نہ کرے اور نہ ہی بے ضرورت اُس سے بات کرے، اور اپنی خوبیاں اُس کے سامنے نہ گنوائے ہمیشہ شیخ اور مخلوق کی خدمت میں لگا رہے۔ گناہوں کے مقامات سے دور رہے اور ایسے لوگوں سے بھی پرہیز کرے جو دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہوں مگر اُن کا عمل اس کے برعکس ہو۔

مرید کے لئے لازمی ہے کہ جو کچھ پاس ہو راہِ خدا میں خرچ کرے، بخل سے ہمیشہ پرہیز کرے۔ عاجزی اختیار کرے، حرماں نصیبی، بھوک اور گمنامی کو پسند کرے۔ شہرت سے ہمیشہ دور بھاگے اور لوگوں کی مذمت پر خوش ہو، عزت و ذلت کو یکساں جانے۔

مرید کے لئے ضروری ہے کہ گذشتہ گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا عزم کرے۔ جب تک مرید ان آداب کا خیال نہیں رکھے گا اُس پر اسرارِ الٰہی کا کھلنا محال ہے۔[1]

---

1. عبدالقادر جیلانی شیخ غنیۃ الطالبین ص ۷۶۴ – ۸۶۴

ولی اللہ

لفظ ولایت کی تحقیق میں حضرت داتا گنج بخش رح فرماتے ہیں کہ واؤ کے زبر سے اس کے معنی تصرف کرنا اور ولایت واؤ سے اسکے معنی امارت و حکومت کے ہیں اس کے علاوہ ولایت کے ربوبیت اور محبت کے بھی ہیں [1]

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نزدیک ولایت کو عرفِ عام میں دوستی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور صاحبِ ولایت ہی کو ولی کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ولی کے معنی اللہ کے دوست کے ہوئے [2]

اللہ تعالیٰ کے دوست وہی بندے ہیں جو اپنے رب سے دوستی کا رشتہ استوار کرتے ہیں۔ جس طرح ولی، اللہ تعالیٰ کا دوست ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اسکا دوست بن جاتا ہے۔ چنانچہ تصوف کی جملہ تعلیمات بندے کو مقامِ ولایت پر فائز ہونے کا راستہ بتاتی ہیں [3] پھر اس مقام تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اسی کو بڑی کامیابی کہا گیا ہے۔

ولی کے مدارج

ایک بندہ مومن اللہ تعالیٰ تک رسائی کون سے مراحل طے کر کے حاصل کرتا ہے اس بارے میں شیخ عبدالقادر جیلانی رض فرماتے ہیں۔

"مومن کا جب ایمان قوی ہو جاتا ہے تو اسکا نام صاحبِ ایقان رکھا جاتا ہے۔ پھر جب اسکا ایقان قوی ہو جاتا ہے تو اسکا نام

---

1 کشف المحجوب ص 302
2 حقیقتِ تصوف حصہ اول ص 135
3 ۔ ایضاً ۔

عارف رکھا جاتا ہے، جب اسکی معرفت قوی ہو جاتی ہے تو اسکا نام عالم رکھا جاتا ہے، جب اسکا علم قوی ہو جاتا ہے تو اسکا نام محب قرار دیا جاتا ہے، جب اسکی محبت قوی ہو جاتی ہے تو اسکا نام غنیِ تقرب و مستانس قرار دیا جاتا ہے کہ وہ حق تعالٰی ہی سے انس پاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی اُسے اپنے علم، اپنی اگلی پچھلی ملکت اور اپنی قضا و قدر پر اطلاع بخشتا ہے۔[1]

ولی اللہ کی ہر چیز اطاعت کرتی ہے

مرتبہ ولایت پر فائز ہو جانے کے بعد تمام اشیاء ولی کے لئے مسخر ہو جاتی ہیں۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراھیم بن ادھمؒ ایک بزرگ کے ہمراہ پہاڑ پر گفتگو فرما رہے تھے، اُس بزرگ نے آپ سے سوال کیا کہ اہلِ حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ فوراً اپنی جگہ چھوڑ دے۔ یہ کہتے ہی پہاڑ حرکت میں آ گیا۔ آپ نے اُس سے مخاطب ہو کے فرمایا: میں نے تجھے چلنے کو نہیں کہا تھا، چنانچہ پہاڑ ٹھہر گیا۔[2]

مقامِ ولایت تک کیسے پہنچا جائے

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے کسی شخص سے دریافت کیا کہ کیا تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو؟ اُس نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: دُنیا و آخرت کی کسی چیز سے وابستگی پیدا نہ کر۔ اپنے نفس اور ذات کو صرف حق کی دوستی کے لئے فارغ کر، کیونکہ حق تعالٰی سے مُنہ پھیر کر دنیا سے رغبت کرنا فانی چیز میں الجھنے

---

1. عبدالقادر جیلانی شیخ الفتح ربانی ص 322-323 ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی
2. عالم فقری علامہ اللہ سے دوستی ص 28

کے برابر ہے۔ اور دل و جان سے خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کر، اگر یہ اوصاف تم میں پیدا ہو جائیں تو ولایت کا مقام زیادہ دور نہیں ہے[1]

اقسامِ اولیاء

اولیاءِ کرام کی اقسام اور انکی تعداد کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش رح فرماتے ہیں کہ ولی اللہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں اُن کی تعداد تین سو ہے۔ انھیں "اخیار" کہا جاتا ہے۔ اور چالیس وہ ہیں جنکو "ابدال" کہا جاتا ہے اور سات وہ ہیں جنھیں "ابرار" کہتے ہیں، چار وہ ہیں جنکو "اوتاد" اور تین وہ ہیں جنکو "نقباء" اور ایک وہ ہے جسے "قطب" یا "غوث" کہا جاتا ہے۔ یہ اولیاء وہ ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور وہ امور و معاملات میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں[2]

اسلامی معاشرے میں تصوف کی ضرورت

ایک اسلامی معاشرے میں ہر آدمی کو تصوف کی احتیاج ہے، یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ اسلامی معاشرے کی بقاء اور وجود ایسے افراد کی سرہونِ منت ہے جو اخلاقی جدوجہد کرنے والے اور روحانی ذہن رکھنے والے ہوں، اور ایسے افراد صرف اُسی صورت میں میسر آ سکتے ہیں جب انسانی شعور انحراف کے تمام میلانات سے پاک ہو، جب تک انسانی نفس کا تذکیہ نہ ہو سیرت کا کمال پیدا ہونا ممکن نہیں، کیوں کہ نفسِ امارہ ہمیشہ برائیوں ہی کا حکم کرتا ہے، جیسا کہ

---

1 اللہ سے دوستی ص 30

2 کشف المحجوب ص 307

قرآن مجید گواہی موجود ہے۔ " اِن النفس الامارة بالسوء " (یوسف۔ ۱۲)
چنانچہ نفس کا تزکیہ کرنے سے زیادہ تر تعمیری قوت و استعداد نیکی و روحانیت کی نشوونما پر صرف ہوتی ہے۔ اور اسکا انسانی سیرت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اس طرح نفسِ امارہ آہستہ آہستہ مدارج طے کرتا ہوا نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے اور یوں راضیہ کے مرحلہ تک پہنچ جاتا ہے۔

لہٰذا ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ اجتماعی طور پر اپنے افراد سے تزکیہ نفس کا مطالبہ کرتا ہے، تاکہ وہ اخلاقی جدوجہد کرنے والے اور ذہنوں کو روحانی بنانے پر قدرت رکھتے ہوں، تصوف اسی تزکیۂ نفس کا نام ہے اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ اپنے وجود، بقاء اور ترقی کے لئے تصوف کا محتاج ہے [1]

تصوف کا ارتقاء

حیاتِ طیبہؐ میں

تصوف کا باقاعدہ آغاز تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی سے ہو جاتا ہے غارِ حرا کی خاموش تنہائیوں میں بیٹھ کر عباداتِ الٰہی بجالانا، کئی کئی ماہ تک ریاضت و مجاہدہ، نہایت قلیل طعام پر گزارہ کرنا، ماہِ صیام گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر گزارنا۔ حالانکہ یہ وہ دور تھا جب آپ پر ابھی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، تاہم آپکی روحانی زندگی کا دور شروع ہو گیا تھا [2]

بعثتِ اسلام کے بعد آپکی حیاتِ مبارکہ پر نظر دوڑائی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپکی

1۔ حقیقتِ تصوف ص ۶۱ - ۶۲

2۔ تذکرہ نور ص 66

پوری زندگی عبادت، ریاضت مجاھدہ، جبر و رضا سے عبارت ہے، اور آپکے بہت سے اقوال مبارکہ تصوف پر دلالت کرتے ہیں

1. اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰہُ وَازْھَدْ فِیْمَا اَیْدِی النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ (ابن ماجہ)

ترجمہ: "دنیا سے بے رغبی اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور بے رغبتی اختیار کروں اُن چیزوں سے جو لوگوں کے پاس ہیں، لوگ بھی تم سے محبت کریں گے"

2. جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو دنیا سے نفرت کرتا ہو تو اُس کی قربت اختیار کرو وہ تمھیں حکمت کی باتیں بتائے گا (ابن ماجہ)

3. حدیثِ قدسی مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جو کچھ فرض کیا ہے اُس پر عمل کرکے بندہ مجھ سے قریب ہو سکتا ہے۔ نوافل کی پابندی کرکے بندہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ جب میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو جو کچھ وہ سنتا ہے میں سنتا ہوں جو کچھ وہ دیکھتا ہے میں دیکھتا ہوں، میں اُس کے ہاتھ سے پکڑتا ہوں اور اُس کے پاؤں سے چلتا ہوں (بخاری)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصوف کوئی بعد کی چیز نہیں ہے، بلکہ عبادت، ریاضت مجاھدہ، زہد و تقویٰ، دنیا سے بے رغبتی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے ثابت شدہ امر ہے[1]

تصوف صحابہ کرام رض کی زندگی میں

صحابہ کرام رض کی زندگیوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو اُن پر ہمیں آں حضرت ص کی حیاتِ مبارکہ اور محبت کے تمام اوصاف واضح نظر آتے ہیں۔ اِن صحابہ کرام میں زہد، ورع، تقویٰ، دنیا سے بے گانگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ اپنے تمام

---

1. جعفری رئیس احمد انوارِ اولیاء ص 13 - 16

ترجلیوں کے ساتھ موجود تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رض فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالٰی کی معرفت کا مزہ چکھ لیا وہ ماسوائے اللہ تعالٰی سے بے گانہ ہو جاتا ہے اور اسے لوگوں سے وحشت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رض کا یہ عالم ہوتا تھا کہ مسجدِ نبوی کے منبر پر خطبہ دے رہے ہوتے تھے اُن کے لباس میں درجنوں پیوند نظر آتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رض کی پوری زندگی زہد و تقویٰ سے عبادت تھی، ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق رہا تے۔ اسی طرح حضرت علی ع کی حیات بھی کامل طور پر روحانیت میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے[1]

اس کے علاوہ حضرت سلمان فارسی رض، حضرت بلال حبشی رض، حضرت صہیب رومی رض حضرت ابوذر غفاری رض اور بے شمار دوسرے صحابہ کرام رض کی زندگیوں میں روحانیت کی نمایاں واضح طور پر نظر آتی ہیں، حضرت تمیم انصاری، ابی بن کعب، حضرت حذیفہ بن الیمان رض، حضرت مصعب بن عمیر رض، حضرت ابو ہریرہ رض غرض بے شمار صحابہ کرام رض کی زندگیوں میں روحانیت کا عکس موجود ہے۔

اصحاب صُفہ

اصحاب صفہ کہ جن کی طرف اکثر لوگوں نے تصوف کی ابتداء کی نسبت کی ہے، جہاد بالنفس، ریاضت اور مجاہدہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر لی تھیں، اور دنیا سے منہ موڑ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ جن کے بارے میں ابو نعیم اصبہانی کا قول

---

[1] انوارِ اولیاء ص 16-17

ہے کہ "یہ وہ لوگ تھے جنھیں دنیا اور مالِ دنیا نہیں الجھا یا، اور نہ تجارت و کاروبار انہیں خدا کے ذکر سے روک سکا۔ دنیا میں ان کا اگر کچھ کھو جاتا تو انہیں ذرہ بھر بھی غم نہ ہوتا" 1

حضرت داتا گنج بخش رح نے اصحابِ صفہ کی تعداد سینتیس (37) لکھی ہے، لیکن ہم یہاں اختصار کے پیشِ نظر چند مشہور اسمائے گرامی پر اکتفا کرتے ہیں۔

1 موذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلال بن رباح رض 2 حضرت سلمان فارسی رض 3 حضرت ابو عبیدہ بن جراح رض 4 حضرت عبداللہ بن مسعود رض 5 حضرت خباب بن الارت رض 6 حضرت صہیب بن سنان رض 7 حضرت سالم بن حذیفہ یمانی رض 8 حضرت ابو ذر غفاری رض 9 حضرت عبداللہ بن عمر رض 10 حضرت ابو درداء رض اور 11 حضرت ابو ہریرہ رض وغیرہ 2

صوفیاء کا پہلا طبقہ

صوفیاء کے پہلے پہلے مراکز بصرہ اور کوفہ تھے جہاں اموی گورنروں نے ظلم و ستم کا بازار گرم کیا۔ طبقہ اول کے ان صوفیاء کا دور 661ء تا 850ء کے عرصے پر مشتمل ہے۔ تقریباً گیارہ برس کم دو صدیوں کے اس دور کے مشہور صوفیوں میں حضرت اویس قرنی رض، حضرت خواجہ حسن بصری رض، حضرت مالک بن دینار رح، حضرت محمد واسع رح، حضرت حبیب عجمی رح، حضرت فضیل بن عیاض رح، اور حضرت ابراہیم بن ادہم کے نام نمایاں ہیں۔

صوفیاء کے اس دور پر نظر ڈالنے سے ہمیں اس دور کی چار خصوصیات نمایاں

---

1 انوارِ اولیاء ص 18

2 کشف المحجوب ص 123-121

نظر آتی ہیں ، ا خشیت الٰہی ۲ حکمرانوں کی صحبت سے قطعی گریز ،
۳ تصنیف و تالیف کی طرف عدم توجہ ، یعنی اس دور کے صوفیاء کرام نے اپنے
خیالات کو قلمبند کرنے کو کم ہی اختیار کیا ، تاہم اسکا مطلب یہ نہیں وہ علم و فضل
کے اعتبار سے کم تھے ۔ بلکہ ان میں سے اکثر کمال درجے کے عالم و فقیہہ تھے ۔
۲ یہ لوگ حالات سے متاثر ہو کر عبادت و ریاضت کی غرض سے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔[1]

پہلا صوفی اور خانقاہ

صوفی کے لقب سے سب سے پہلے جو بزرگ مشہور ہوئے وہ ابو ہاشم کوفی (م ۱۵۰ھ)
تھے جنھوں نے "رملہ" کے مقام پر پہلی خانقاہ تعمیر کرائی جو اصحاب صفہ کی سنت کے
عین مطابق تھی ۔[2]

صوفیاء کا دوسرا طبقہ

یہ طبقہ نویں صدی عیسوی کے اختتام تک ہے ،

صوفیاء کا یہ طبقہ اس دور سے تعلق رکھتا ہے جسے یونانی علوم ، فلسفہ اور عقلیت کا
دور کہا جاتا ہے ۔ اس دور میں یونانی علوم سے متعلق کتب کا عربی میں ترجمہ ہونا شروع
ہو گیا تھا ۔ اس مقصد کی خاطر عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے باقاعدہ ایک "بیت الحکمت"
قائم کیا جسکا نگران اعلیٰ یعقوب بن اسحاق کو مقرر کیا گیا جو ان کتب کے عربی
ترجمہ پر معمور تھا ، جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ نئے نئے علوم ، فلسفہ اور معقولات کا ایک
ایسا سیلاب امنڈ آیا جس سے مسلمانوں کے عقائد متزلزل ہونے لگے اور ایک
تخریب کی فضا پیدا ہونے لگی ۔ چنانچہ ایسے حالات میں صوفیاء کا وہ طبقہ پیدا ہوا

---

۱ دردائی معین الدین پروفیسر مجلس صوفیاء ص 31 - 38

۲ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۹ - حقیقت تصوف ص 185 - 186

جس نے عقلیت کے اس سیلاب کا کھل کر مقابلہ کیا۔ انھوں نے عقل کے بجائے عشق پر زور دیا۔ ان صوفیاء میں حضرت ذوالنون مصریؒ (م 245ھ/859ء) حضرت جنید بغدادیؒ (م 297ھ/909ء) حضرت بایزید بسطامیؒ (م 261ھ/874ء) وغیرہ شامل ہیں۔ نویں صدی کے عقلیت کے اس دور میں انھوں نے فلسفہ کی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کے لئے روحانی کیفیات کو ذریعہ بنایا۔ لہٰذا حضرت معروف کرخیؒ نے استغراق پر زور دیا، سری سقطیؒ (م 249ھ/863ء) نے توحید کا وہ نظریہ پیش کیا جو بعد میں وحدت الوجود کی شکل میں مشہور رہا، اسی طرح حضرت ذوالنون مصریؒ نے اپنی تصانیف میں حال و مقام پر بحث کی۔[1]

صوفیا کا تیسرا طبقہ

صوفیاء کرام کا یہ تیسرا طبقہ دسویں صدی عیسوی کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس دور کو اگر تدوین فقہ کا دور بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ فقہ کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی بنیاد بھی اسی دور میں پڑی، جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور نئے نئے علاقے و ممالک مسلمانوں کے زیر اثر آئے تو نئے نئے مسائل نے جنم لیا، چنانچہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت محسوس کی گئی، یہ مسائل ایسے تھے جنکا واضح حکم نہ تو قرآن مجید میں تھا اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں، لہٰذا مسائل پر غور و فکر کے ذریعے قرآن مجید و سنت کی روشنی میں ایسے مسائل کے حل پر توجہ دی گئی، یوں تدوین فقہ کے دور کا آغاز ہوا، امام ابو حنیفہؒ (699 - 766ء) امام مالکؒ (715 - 795ء) امام شافعی (767 - 820ء) امام احمد بن حنبلؒ (780 - 855ء) نے اپنی علمی بصیرت کے ذریعے ان مختلف فقہی مسائل پر اپنی اپنی

---

1. تاریخ مشائخ چشت ص 79 - 86

رائے دی، یوں چار مشہور فقہی مسالک کی بنیاد پڑی۔[1]

اِس دور کے صوفیا میں شیخ ابوسعید ابنِ عربیؒ (م 952ء) شیخ ابومحمد خلدیؒ (959ء) شیخ ابونصر سراجؒ (م 988ء) شیخ ابوطالب مکیؒ (م 994ء) شیخ ابوبکرؒ (م 1000ء) اور شیخ عبدالرحمٰن السلمی (م 1000ء) مشہور ہیں۔

اس دور میں تصوف کی جو مشہور کتب لکھی گئیں ان میں: یحیٰی معاذ رازیؒ کی کتاب "کتاب المریدین" اور حضرت جنید بغدادیؒ کی "القصد الی اللہ" اور اس دور کی سب سے اہم کتاب "کتاب اللمع فی التصوف" ہے جو شیخ ابونصر سراجؒ نے تحریر کی۔

اس دور میں یونانی سنسکرت اور فارسی کتب کی عربی میں ترجمہ ہوئیں جس کے باعث تصوف پر کافی خارجی اثرات مرتب ہونے لگے۔ اس دور کے صوفیاء کرام نے اس امر کی سعی کی کہ تصوف کو شریعت کے رنگ میں ثابت کیا جائے، اس مقصد کے لئے شیخ ابوطالب مکی نے "قوت القلوب" جیسی شہرہ آفاق کتاب تصنیف کی۔ اس کے علاوہ شیخ ابوبکر بن اسحاق نے "کتاب التعرف لمذہب اھل التصوف" لکھی جو عرفِ عام میں "التعرف" کے نام سے مشہور ہے۔[1]

اس دور کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں صوفیاء کے باقاعدہ حلقے اور گروہ بننا شروع ہو گئے جن کا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ نے تفصیل سے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ جن میں حلولی، طیفوریہ، قصاریہ، نوریہ، محاسبیہ، تستریہ، حکیمیہ، خرازیہ، خفیفیہ، سیاریہ وغیرہ مشہور رہیں۔[2]

---

1 تذکرہ نور ص 68

2 تفصیل کے لئے دیکھئے کشف المحجوب باب 14

وائے دی، یوں چار مشہور فقہی مسالک کی بنیاد پڑی [1]

اس دور کے صوفیاء میں شیخ ابوسعید ابن عربیؒ (م 952ء) شیخ ابو محمد خلدیؒ (959ء) شیخ ابو نصر سراجؒ (م 988ء) شیخ ابو طالب مکیؒ (994ء) شیخ ابو بکرؒ (م 1000ء) اور شیخ عبدالرحمٰن السلمی (م 1000ء) مشہور ہیں۔

اس دور میں تصوف کی جو مشہور کتب لکھی گئیں ان میں: یحییٰ معاذ رازی کی کتاب "کتاب المریدین" اور حضرت جنید بغدادیؒ کی "القصد الی اللہ" اور اس دور کی سب سے اہم کتاب "کتاب اللمع فی التصوف" ہے جو شیخ ابو نصر سراجؒ نے تحریر کی۔

اس دور میں یونانی سنسکرت اور فارسی کتب بھی عربی میں ترجمہ ہوئیں جس کے باعث تصوف پر کافی خارجی اثرات مرتب ہونے لگے۔ اس دور کے صوفیاء کرام نے اس امر کی سعی کی کہ تصوف کو شریعت کے رنگ میں ثابت کیا جائے، اس مقصد کے لئے شیخ ابو طالب مکی نے "قوت القلوب" جیسی شہرہ آفاق کتاب تصنیف کی۔ اس کے علاوہ شیخ ابو بکر بن اسحاق نے "کتاب التعرف لمذھب اھل التصوف" لکھی جو عرف عام میں "التعرف" کے نام سے مشہور رہی ہے [2]

اس دور کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں صوفیاء کے باقاعدہ حلقے اور گروہ بننا شروع ہو گئے جن کا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ نے تفصیل سے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ جن میں حلولی، طیفوریہ، قصاریہ، نوریہ، محاسبیہ، تستریہ، حکیمیہ، خرازیہ، خفیفیہ، سیاریہ وغیرہ مشہور رہیں [3]

---

1. تذکرہ نور ص 68
2. تفصیل کے لئے دیکھئے کشف المحجوب باب 14

حسین بن منصور حلاجؒ

اس دور کی ایک اہم ہستی حسین بن منصور حلاج (244ھ — 309ھ) کی ہے۔ آپ بنیادی طور پر وحدتِ ادیان، حقیقتِ محمدیہ کا قدم، اور ذاتِ بشری میں ذاتِ الٰہی کا حلول جیسے عقائد رکھتے تھے اور "انا الحق" (میں خدا ہوں) کا نعرہ لگاتے تھے۔ [1]

لیکن حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ اس کی تردید کرتے ہیں کہ آپ حلول کے عقیدہ کے علمبردار تھے، آپ کے نزدیک توحید کا معمولی سا واقف کار بھی آپکو حلول واتحاد کا علمبردار نہیں کہہ سکتا اور اس قسم کا اعتراض کرنے والا خود توحید سے ناواقف ہے [2]

297ھ میں ابوداؤد اصفہانی نے آپکے خلاف کفر کا فتویٰ دیا اور آپکو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر ایک برس کے بعد آپ قید خانہ سے فرار ہو گئے، 301ھ میں دوبارہ گرفتار کرلئے گئے، اور تقریباً آٹھ برس قید میں گزارنے کے بعد آپکے قتل کا فیصلہ ہوا۔ پہلے کوڑے مارے گئے پھر ہاتھ پاؤں قطع کئے گئے، اس کے بعد 18، ذی القعدہ 309ھ میں سولی دیکر قتل کئے گئے، اعضاء کو آگ میں جلایا گیا اور راکھ کو دریائے دجلہ میں بہادی گئی [3]

روایت ہے کہ جب آپکو پھانسی دی گئی اور جلایا گیا تو دریائے دجلہ میں طغیانی آ گئی اور خدشہ پیدا ہوا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا۔ خلیفہ نے اس موقع پر دریافت کرایا کہ حلاج نے اس بارے میں کیا نصیحت کی تھی؟ حاجب نے کہا، امیر المومنین اُس نے کہا تھا کہ میری راکھ اُس میں ڈال دینا، خلیفہ نے فوراً حکم دیا کہ اسکی راکھ کو دریا میں ڈال دو۔ جب ایسا کیا گیا تو راکھ غرق ہو گئی اور اللہ اللہ کا ہوا نظر آیا اور دریا کا پانی پرسکون ہو گیا [4]

---

1. نکلسن، اے آر۔ حسین بن منصور حلاج شخصیت و افکار ص 76 - 77
2. عطار فریدالدین خواجہ تذکرہ الاولیاء ص 267 ترجمہ مبارک علی قادری۔
3. اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص 811
4. حسین بن منصور حلاج شخصیت و افکار ص 64

تصوف دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں

دسویں صدی عیسوی تصوف کے لحاظ سے اس لئے اہم ہے کہ تصوف اس دور میں باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ بہت سی مستند کتابیں لکھی جا چکی تھیں، تصوف کی اصطلاحات بھی وضع ہو گئی تھیں، سلسلے بھی باقاعدہ شکل اختیار کر گئے تھے، یہی وہ دور ہے جب تصوف مسلمانوں کی زندگی کا عنصر بن گیا تھا، لیکن ابھی یہ چیزیں نامکمل تھیں اور کچھ عرصہ درکار تھا۔

گیارہویں صدی ء کے مشہور صوفیائے کرام

1. شیخ ابونعیم اصفہانی (۴۳۰ھ/۱۰۳۸ء)، جنھوں نے اپنی مشہور کتاب "الحلیتہ" تصنیف کی جو دس جلدوں میں ہے،

2. شیخ ابوالقاسم قشیریؒ (م ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) انھوں نے شہرہ آفاق کتاب "الرسالة فی العلم التصوف" لکھی جسکی شرح لطائف الاشارات کے نام سے کی گئی، اس میں بہت سی اصطلاحات کو جمع کیا گیا ہے۔

3. حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش (۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) آپنے مشہور کتاب کشف المحجوب تصنیف کی جسے اہلِ علم تصوف کا خزانہ کہتے ہیں۔

4. شیخ عبداللہ انصاری ہراتی (۴۸۱ھ/۱۰۸۲ء) انھوں نے عربی زبان میں "منازل السائرین" کے نام سے کتاب تصنیف کی جو صوفیا میں بے حد مقبول ہوئی۔ اس کے علاوہ جامع الکلام اور طبقات الصوفیہ بھی آپکی مشہور کتب ہیں۔

5. ابوسعید ابوالخیر (۴۴۰ھ/۱۰۴۹ء) آپکی رباعیات بے حد مشہور ہیں جن میں عاشقانہ اور صوفیانہ کیفیات کا اظہار کیا گیا ہے[1]

---

1. دردائی معین الدین مجالسِ صوفیاء ص 46

اس دور میں تصوف کی مندرجہ ذیل اصطلاحات بھی وضع کی گئیں۔

جمع و تفریق ، وجد ، وجود ، قبض و بسط ، ہیبت و انس ، حال ، مقام ، وقت فنا و بقا ، غیبت و حضور ، صحو و سکر ، ذوق و شرب ، محاضرہ ، کشف و مکاشفہ ، لوامع ، لوائح ، مشاہدہ و معائنہ ، ہجوم ، قرب و بعد ، تلوین و تمکین شریعت و حقیقت ، خواطر ، نفس ، علم الیقین ، عین الیقین ، حق الیقین [1]

تصوف بارہویں صدی عیسوی میں

بارہویں صدی عیسوی کی خاص بات جو تصوف کے سلسلے میں قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اس دور میں تصوف کا فلسفہ مکمل طور پر ترتیب پا چکا تھا اور اسے ایک مکمل فن کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ روحانی سلسلوں کی بنیاد بھی اسی دور میں پڑی جبکہ انھیں عروج تیرہویں صدی میں جا کر ملا [2]

اس دور کے مشہور صوفیاء کرام یہ ہیں۔

1۔ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالیؒ (م ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء)

آپ کو تصوف کے علاوہ فلسفہ اور اخلاقیات پر بھی کامل دسترس حاصل تھی۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ان میں جتنی شہرت "احیاء العلوم الدین" کو ملی شاید ہی کسی کتاب کو ملی ہو، اور اس کا ایک ایک لفظ سحر انگیز ہے۔ آپ کی دیگر مشہور کتب میں کیمیائے سعادت ، مکاشفۃ القلوب ، منہاج العابدین ، المنقذ من الضلال تبلیغ دین ، الاسلام ، تحافۃ الاسلام وغیرہ شامل ہیں۔ [3]

---

1. دیکھئے رسالہ قشیریہ باب اول ترجمہ ڈاکٹر پیر حسن
2. تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۲
3. تفصیل کے لیے دیکھئے شبلی نعمانی کی الغزالی ص 31 تا 33

امام غزالیؒ نے بہت سی اصطلاحات بھی وضع کیں مثلاً سالک، مکان، شطح، فصل وصل، تجلی، ادب، علت، عبرت، حریت، فتوح، وسم، رسم، زوائد، ارادہ ہمت، غربت، رغبت، وجد وغیرہ [1]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، (ت 2، شوال 593ھ/1197ء)

آپ علم وعرفان کے سرچشمہ تھے، بے شمار لوگوں نے آپ سے علم اور روحانی فیض حاصل کیا، آپکے وعظ بے حد پرتاثیر ہوتے تھے، بے شمار یہود ونصاریٰ آپکے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپکی مشہور تصانیف یہ ہیں۔

1 غنیۃ الطالبین، 2 فتوح الغیب 3 مکتوبات غوثیہ 4 دیوان محی الدین، جبکہ ان سب میں مشہور آپکے شہرہ آفاق مواعظ ومجالس کا مجموعہ "الفتح ربانی" ہے [2]

حضرت شیخ نجیب الدین سہروردیؒ (563ھ 1167ء)

آپ نے شیخ احمد غزالی (برادر امام غزالی) سے اکتساب فیض کیا، دریائے دجلہ کے مغربی کنارے آپکی خانقاہ تھی، اور ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا، اصلاح وتربیت اور تصفیہ قلب کے لئے بڑا کام کیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ؛ (632ھ/1134ء)

آپنے شہرہ آفاق کتاب "عوارف المعارف" لکھی جس میں شریعت وطریقت کے احکامات کو جمع کیا، خاص کر صوفیہ میں اس کتاب کو بے حد درجہ قبولیت حاصل ہوا [3]

---

1 مجالس صوفیاء ص 51

2 میمن عبدالمجید سندھی پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 76

3 تاریخ مشائخ چشت ص 15

شیخ محی الدین ابن عربی :(638ھ/1240ء)

آپ شیخِ اکبر کے لقب سے مشہور ہیں ، آپ ہی نے نظریہ وحدت الوجود کو عام کیا ، یہ نظریہ آپکی دو مشہور تصانیف "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" میں ملتے ہیں ، آپکے بعد تصوف کا ایک نیا دور شروع ہوا ۔

نجم الدین کبریٰؒ :

آپ اپنی بزرگی اور کرامات کے باعث "ولی تراش" اور سر تراش کے القاب سے بھی یاد کیئے جاتے ہیں ، حضرت ابو نجیب سہروردی کے مرید تھے اور خلیفہ بھی۔ عربی اور فارسی زبان میں آپکی بہت سی تصانیف ہیں ۔

مشہور صوفی شعراء

اس دور کے مشہور صوفی شعراء یہ ہیں ،

حکیم سنائی :

آپکی کلیات کے علاوہ سات مثنویاں ، حدیقہ ، سیر العباد ، کارنامہ بلخ ، طریق تحقیق ، عشق نامہ ، عقل نامہ اور بہر در بہرام مشہور ہیں ۔

خواجہ فرید الدین عطار :

آپ اپنے دور کے نہایت مشہور شاعر ہیں ، نثر ، قصیدہ ، غزل غرض تمام اصناف کو تصوف کے رنگ میں چار چاند لگائے ، آپکی تصانیف کی تعداد تیس کے قریب بتائی گئی ہے ، نثر میں "تذکرۃ الاولیاء" کو بلند مقام حاصل ہے ۔ دیگر کتب میں اسرار نامہ ، الٰہی نامہ ، مصیبت نامہ ، وصیت نامہ ، پند نامہ ، جواہر الذات ، منطق الطیر بلبل نامہ ، حیدر نامہ ، گل و ہرمز ، سیاہ نامہ ، شتر نامہ ، مختار نامہ مقبول ہیں ۔

نظام گنجوی:

آپ اگرچہ دربار سے وابستہ تھے تاہم تصوف میں بہت سی خدمات ہیں، متعدد مثنویاں لکھیں، مخزن الاسرار زیادہ اخلاقی شاعری پر مشتمل کتاب ہے[1]

تصوف تیرہویں صدی ء میں

اس دور میں تصوف کے باقاعدہ روحانی سلسلے میں وجود میں آئے، انکی تشکیل سے تصوف نے ایک نیا رُخ اختیار کیا، بلاشبہ اس صدی میں تصوف ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا تھا۔ اور یہ سلاسل اس کے نشوونما میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس صدی کے مشائخ اور صوفی شعراء نے دنیا کی رشد و ہدایت کے راستے کی رہبری کی، صوفیاء شعراء نے متصوفانہ شاعری کے ذریعے پورے عالم کو متاثر کیا۔

اس دور کے مشائخ میں حضرت شیخ بدر الدین سمرقندیؒ، شیخ رضی الدین علیؒ بابا کمال جنیدؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قابلِ ذکر ہیں، جبکہ شعراء میں اوحدی، عراقی، شیخ سعدی اور مولانا روم بہت مشہور ہیں مولانا روم کی مثنوی کو فارسی زبان میں قرآن مجید سے تشبیہہ دی گئی ہے[2]

تصوف کی اہم کتب کا تعارف

1. کتاب اللمع — شیخ ابو نصر سراجؒ — (م 378ھ / 988ء)
2. قوت القلوب — شیخ ابو طالب مکیؒ — (م 386ھ / 996ء)
3. التعرف — شیخ ابو بکر بن اسحاقؒ — (م 391ھ / 1001ء)
4. طبقات الصوفیہ — شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی — (م 412ھ / 1021ء)

---

1. مجلس صوفیاء ص 57
2. تاریخ مشائخ چشت ص 124 - 125

5	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم اصفہانیؒ	(م 430ھ / 1038ء)
6	کشف المحجوب	شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ	(م 465ھ / 1072ء)
7	الرسالۃ القشیریہ	امام ابو القاسم قشیریؒ	(م 465ھ / 1072ء)
8	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد غزالیؒ	(م 505ھ / 1111ء)
9	فتوح الغیب	شیخ عبد القادر جیلانیؒ	(م 561ھ / 1167ء)
10	الفتح ربانی	— " —	— " —
11	تذکرۃ الاولیاء	خواجہ فرید الدین عطارؒ	(م 620ھ / 1222ء)
12	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	(م 632ھ / 1234ء)
13	فتوحاتِ مکیہ	شیخ محی الدین ابن عربیؒ	(م 638ھ / 1240ء)
14	فصوص الحکم	— " —	— " —
15	فیہ ما فیہ	جلال الدین محمد رومیؒ	(م 672ھ / 1273ء)
16	لمعات	شیخ فخر الدین عراقیؒ	(م 688ھ / 1279ء)
17	فوائد الفواد	خواجہ نظام الدین اولیاءؒ	(م 725ھ / 1316ء)
18	نفحات الانس	خواجہ عبد الرحمٰن جامیؒ	(م 898ھ / 1492ء) [1]

اصطلاحاتِ تصوف

اب ہم صوفیاء کی ان اصطلاحات کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کے جانے بغیر تصوف کے رموز و حقائق کو سمجھنا بہت دشوار ہے ، یہ اصطلاحات بے شمار ہیں مگر ہم یہاں چند ضروری اصطلاحات کا ذکر کرتے ہیں ۔

---

1 دیکھئے ، عوارف المعارف خواجہ شہاب الدین سہروردی ، تصوفِ اسلام ، عبد الماجد دریا آبادی
انوارِ اولیاء ، رئیس احمد جعفری ، تاریخ مشائخ چشت : خلیق احمد نظامی ۔

طریقت : اخلاق کو مہذب بنانا اور شیخ کی ہدایات پر عمل کر کے قلب کی صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنا ۔

حقیقت : ذاتِ حق کی تجلی کا مشاہدہ کرنا

معرفت : ذاتِ حقیقی کا عرفان حاصل کرنا

قرب و بُعد : صفاتِ الٰہی سے متصف ہونا قرب جبکہ بندے کا حوائے نفسانی کے باعث ذاتِ خداوندی سے دور ہو جانا بُعد کہلاتا ہے ۔

قبض و بسط : وارداتِ قلبی کا بند ہو جانا قبض ، اور اس کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں ۔

کشف : غیبی امور سے پردہ اٹھ جانا کشف کہلاتا ہے ۔

واجب الوجود : جو اپنے وجود کی بقاء کے لئے اور کا محتاج نہ ہو ۔

فناء و بقاء : ذاتِ الٰہی میں اس قدر مستغرق ہونا کہ اپنا ہوش تک نہ رہے فنا کہلاتا ہے ۔ اور اس فنا کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ بقا کہلاتی ہے ۔

سلوک : ذاتِ واحد تک پہنچانے والے راستے کو سلوک کہتے ہیں اور اس راہ پر چلنے والے کو سالک کہا جاتا ہے ۔

ذوق : محبوب کا کلام سن کر عاشق پر جو وارفتگی اور بے خودی طاری ہو جاتی ہے ایسی وجدانی حالت کو ذوق کہا جاتا ہے ۔

ذکر : غیر خدا سے جدا ہو کر حضورِ قلب سے ذاتِ حق کو یاد کرنا ۔

خلوت : اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں بندے کو جو راز و نیاز حاصل ہوتا ہے خلوت کہلاتا ہے ۔

خرقہ : خرقہ وہ لباس ہے جو شیخ اپنے مرید کو سلسلہ ارادت میں داخل کرنے کے بعد عطا کرتا ہے ، یہ گویا ولایت کی نشانی ہے ۔

حق: ذاتِ خداوندی کو حق کہتے ہیں۔

حال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے قلب پر جو واردات اچانک طاری ہو جاتی ہے اُسے حال کہتے ہیں۔

مقام: حال میں کیفیت تبدیل ہوتی رہتی ہے جب مستقل ہو جائے تو اُسے مقام کہتے ہیں۔

تزکیہ: نفس کو جملہ بری عادات و اطوار سے پاک کرنا

تجرید و تفرید: دنیوی علائق و خلائق سے بے تعلق ہو جانا تجرید جبکہ خودی سے بے تعلق ہونا تفرید کہلاتا ہے۔

بیعت: اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کی خاطر مرشد کے ہاتھ بیچ دینا، یہ بیعت سلسلہ بہ سلسلہ آں حضرت تک جا پہنچتی ہے۔

اِتصال: صوفی کا باطن میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بیگانہ ہونا۔

اِخلاص: کسی امور یا اعمال کا خلوص نیت سے محض ذاتِ خداوندی کی خوشنودی کے لئے بجالانا اخلاص ہے۔

المحدث: جو عدم سے وجود میں آیا ہو

القدیم: جو تمام موجودات سے پہلے تھا، اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

الازل: جو آغاز و ابتداء سے ماوراء ہو۔

الابد: جو انجام اور انتہا سے بے نیاز ہو۔

الصفت: کوئی خوبی جو بذات خود قائم نہ ہو جیسے عِلم و حُسن وغیرہ

النفی: کسی چیز کا نہ ہونا ظاہر کرنا

الاثبات: ہر ہو سکنے والی چیز کا ظاہر کرنا۔

الخاطر: دل میں ایسے خیال اور وسوسہ کا آنا جو کسی دوسرے خیال کے آنے پر زائل ہو جائے

الاختیار: اپنے اختیار پر اللہ تعالیٰ کے اختیار کو ترجیح دیکر راضی بہ رضا رہنا۔

الامتحان: اس سے مراد اولیاء کرام کے دلوں کی آزمائش ہے۔

البلاء: مصائب و تکالیف کے ذریعے عارفوں کے قلوب کی آزمائش۔

التجلی: اولیاء کرام کا دل کی آنکھ سے انوارِ الٰہی اور ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا۔

ادراک: حق کے ساتھ مل جانا اور اسکو پالینا۔

الایقان: یہ عارف کا وہ مقام ہے کہ اُسے اِس امر کا یقین ہو جائے کہ ہر ذرہ میں وہی ذاتِ حق ہے۔

القاء: عارف و سالک کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو امورِ غیبی وارد ہوتے ہیں اُسے القاء کہتے ہیں۔

جبروت: اسماء و صفاتِ الٰہی کی عظمت و جلال کو جبروت کہتے ہیں۔

جلال و جمال: تجلی کی قہاریت صفت جلال ہے جبکہ تجلیِ رحمت و لطف جمال کہلاتی ہے۔

حقیقۃ الحقائق: احدیت اور وجودِ مطلق کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ جملہ کائنات کی حقیقت ہے۔ اور اُسی سے سب کا وجود ہے۔

علم الیقین: معتبر ذرائع سے دلائل کے ساتھ کسی چیز کا یقین کے ساتھ علم ہونا۔

عین الیقین: یعنی علم الیقین کے ساتھ خود بھی مشاہدہ کرنا۔

حق الیقین: کسی چیز کا اس درجہ یقین ہو جائے کہ عالم اور اسکی ماہیت میں مستغرق اور فناء ہو جائے، یہ درجہ عین الیقین سے برتر ہے۔

---

۱ اصطلاحاتِ تصوف کے لئے دیکھئے التعرف، کشف المحجوب، اصطلاحاتِ صوفیہ از خواجہ عبد الحمید اور تاریخِ مشائخِ چشت وغیرہ

وحدت الوجود

اِس نظریہ کی تعبیر و تشریح میں بہت کچھ کہا گیا ہے ، مختصراً اس کے معنی یہ ہیں
کہ ذاتِ خداوندی کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہیں ہے ۔ ذات صرف ایک ہی ہے
وہ ہے ذاتِ الٰہی باقی جو کچھ اس کائنات میں ہے وہ بھی دراصل خدا ہی ہے ۔
اہلِ ظاہر کے نزدیک خداوند تعالیٰ سلسلہ کائنات سے بالکل الگ ایک جداگانہ
ذات ہے جبکہ صوفیاء کے نزدیک خدا سلسلہ کائنات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے ، مثلاً
دھاگے میں جو گرھیں لگائی جاتی ہیں اُن کا وجود اگرچہ دھاگے سے الگ اور جداگانہ
لگتا ہے لیکن دراصل وہ دھاگے سے الگ کوئی اور چیز نہیں ہوتی صرف صورت کی
تبدیلی ہوتی ہے [1]
نظریہ وحدت الوجود ایک فارسی شاعر کے اشعار سے اس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے .
وہ کہتا ہے کہ : اے خدا تو مجھے دھمکی دیتا ہے کہ میں تجھے دوزخ میں ڈال دوں گا
مجھے یہ بتا کہ دوزخ کا وجود بھی ہے کہ نہیں ، اگر اسکا وجود حقیقی ہے تو وہ تیرے
بغیر نہیں ہو سکتا ، لیکن جہاں تو ہے اُسے دوزخ کیسے کہہ سکتے ہیں ، اگر تو وہاں
نہیں ہے تو دوزخ بھی معدوم ہے [2]
اس نظریہ کو دوسرے لفظوں میں "ہمہ اوستی" نظریہ بھی کہتے ہیں اور اس کے بانی
محی الدین ابنِ عربی شیخِ اکبر ہیں ۔ اِس معرکۃ الآراء نظریہ نے بڑے بڑے ذہنوں کو
متاثر کیا اور یہ حقیقت ہے کہ یہ نظریہ بعد میں تصوف کی روح بن گیا .
چونکہ یہ عقیدہ عوام الناس کے نہ سمجھنے کا ہے اور نہ سمجھانے کا یہی وجہ ہے کہ بعض

---

[1] تاریخ مشائخ چشت ص 112

[2] عبدالحکیم خلیفہ حکمتِ رومی ص 157

صوفیاء اس مسئلہ کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے کو ناپسند فرماتے تھے ، شاہ کلیم اللہ دہلوی کا قول ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کو ہر ایرے غیرے کے سامنے بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے[1]

وحدت الشہود

وحدت الشہود کا نظریہ حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے وحدت الوجود کی تردید میں پیش کیا ، ہمہ اوست (سب کچھ وہی ذات ہے) کے مقابلے میں ہمہ از اوست (سب کچھ اُسی ذات سے ہے) کی فکر پیش کی ۔

حضرت مجدد کے نزدیک صفات عین ذات نہیں بلکہ علی الذات ہیں اور یہ امر کشف صحیح سے معلوم ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے " اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْن " یعنی بے شک اللہ تعالیٰ عالموں سے بے نیاز ہے ۔ مجدد کے نزدیک عالم تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات ہے ، اگر تجلی صفات ہوتا تو عین صفات ہوتا حالانکہ تمام صفات کامل ہیں جبکہ عالم ناقص ۔ مختصر یہ کہ وجود ایک حقیقت ہے ، خداوند تعالیٰ نے جو جو اشیاء پیدا کی ہیں وہ اسکی ذات میں شامل نہیں ، وجود خداوندی ایک الگ حقیقت ہے جبکہ وجود اشیاء ایک صفت ہے یعنی وہ خدا کی طرف سے عطا شدہ ہیں[2]

اس ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے جسکا نام " فیصلہ وحدت الوجود و الشہود " ہے اور یہ مکتوب مدنی کے نام سے بھی مشہور ہے ۔ جس میں آپنے ہر دو نظریات میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ محض الفاظ کا تنازعہ ہے ورنہ حقیقت میں ان دونوں نظریات میں کوئی فرق نہیں[3]

---

1. تاریخ مشائخ چشت ص 112 - 113
2. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 16 - 17
3. - ایضاً -

سلاسلِ تصوف

چشتیہ

اِس سلسلے کے بانی حضرت خواجہ اسحاق شامیؒ (م 329ھ/ 940ء) ہیں، یہ سلسلہ تصوف کے تمام سلاسل سے قدیم ہے۔ برصغیر میں اس سلسلے کی بنیاد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م 633ھ/ 1235ء) نے ڈالی اور آپ ہی کے ذریعے یہ سلسلہ یہاں پھلا پھولا اس کے بعد حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر (م 664ھ/ 1265ء) اور آپ کے خلفاء نے برصغیر کے گوشے گوشے میں اِس سلسلے کو پھیلایا [1]

قادریہ

اِس سلسلے کی بنیاد حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ (م 561ھ/1167ء) نے ڈالی اور آپ کے خلفاءِ کرام نے اس کی اشاعت شام، عراق، ہندوستان اور دیگر بہت سے مختلف علاقوں میں زور شور سے کی۔ برصغیر میں یہ سلسلہ شیخ شمس الدین حلبیؒ (م 834ھ/1430ء) کے خلیفہ شاہ محمد غوث (م 930ھ/ 1523ء) کے ذریعے پہنچا۔ پنجاب میں شاہ معروف خوشابی (م 987ھ/ 1579ء) اور شیخ میاں میر لاہوری (م 1045ھ/ 1635ء) نے اس سلسلے کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے علاوہ پنجاب میں نوشاہی خاندان اور سندھ میں راشدیہ خاندان اس کی اشاعت کے سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں [2]

نقشبندیہ

نقشبندیہ سلسلے کی بنیاد ترکستان میں حضرت خواجہ محمد تاپیسویؒ (م 562ھ/1166ء) نے رکھی، خواجہ غجدوانیؒ (م 575ھ/1179ء) نے اس کو پھیلایا، اُس وقت یہ سلسلہ

---

[1] ہمدانی سید احمد سعید پروفیسر شمع جمال (تاریخ تصوف) ص 79 ناشاد پبلشرز اردو بازار لاہور

[2] پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں باب سوئم

خواجگان کے نام سے مشہور تھا، اسے بام عروج تک پہنچانے والی ہستی حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند (م 729ھ/1388ء) کی ہے اس کے بعد یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور رہا۔ برصغیر میں یہ سلسلہ حضرت باقی باللہ (م 1012ھ/1603ء) کے ذریعے وارد ہوا، سنتِ کامل کی پیروی اس سلسلے کی خصوصیت ہے۔ برصغیر میں اسے کامل ترقی حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ (م 1624ء) نے دی اور یہ سلسلہ مجددیہ کے نام سے بھی معروف ہوا[1]

سہروردیہ

اس سلسلہ کے بانی حضرت ابو نجیب سہروردی (م 563ھ/1167ء) ہیں، لیکن اس کی تمام تر اشاعت حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی (م 632ھ/1234ء) نے کی۔ اس کے بعد اُن کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانی (م 661ھ/1262ء) اور قاضی حمید الدین ناگوری نے اس سلسلے کو پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کیا، سندھ اور پنجاب میں اس سلسلے کی اشاعت شیخ جلال الدین بخاری اوچ شریف اور دیگر خلفاء نے کی[2]

سلسلہ کبرویہ

کبرویہ سلسلہ کی بنیاد حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (م 618ھ/1213ء) نے ڈالی جو حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ شیخ سیف الدین باخرزی بھی آپ کے خلیفہ بنے، یہ سلسلہ کشمیر و توران میں بہت پھیلا، کشمیر میں سید علی ہمدانی (م 786ھ/1384ء) نے اس سلسلہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔[3]

سلسلہ فردوسیہ

حضرت شیخ بدر الدین سمرقندی اس سلسلے کے بانی ہیں، آپ حضرت شیخ باخرزی

---

1 تاریخ مشائخ چشت ص 131 - امین الدین احمد حکیم صوفیاء نقشبند ص 153
2 - ایضاً -
3 دارا شکوہ شہزادہ سفینۃ الاولیاء ص 139 ترجمہ محمد علی لطفی

کے خلیفہ تھے . حضرت بدرالدین سمرقندی کے خلیفہ رکن الدین فردوس اور بعد اُن کے خلیفہ شیخ نجیب الدین فردوس بہت مشہور ہوئے اسی باعث یہ سلسلہ فردوسیہ کے نام سے مقبول ہوا . بہار و بنگال اس کے مرکز بنے .

سلسلہ شطاریہ

یہ سلسلہ شیخ عبداللہ شطاریؒ سے منسوب ہے ، اسکی اشاعت میں سید محمد غوث گوالیاری اور شیخ وجیہ الدین گجراتی نے حصہ لیا ، اسے گجرات کاٹھیاواڑ اور جنوبی ہندوستان میں پھیلایا [1]

سلسلہ شاذلیہ

اس سلسلہ کی بنیاد شیخ ابوالحسن شاذلیؒ سے پڑی ، اور اسکی زیادہ تر اشاعت افریقہ میں ہوئی ، خاص کر مصر اور سوڈان میں یہ سلسلہ خوب پھیلا [2]

سلسلہ مولویہ

اس سلسلہ کی نسبت مولانا جلال الدین رومیؒ کی طرف ہے ، ترکستان ، شام اور عراق وغیرہ میں اس سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی . [3]

چشتیہ نظامیہ

یہ سلسلہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے خلیفہ خواجہ نظام الدین اولیاء (م 725ھ/1325ء) کی طرف منسوب ہے ، آپکے خلفاء نے بعد میں اس سلسلہ کو برصغیر میں عام کیا . [4]

---

1 تاریخ مشائخ چشت ص 134
2 شمع جمال ص 118
3 - القاب - ص 235
4 منظاہری علی محمد مولانا بزرگانِ دین ص 191 ترجمہ سید اسعد گیلانی

چشتیہ صابریہ

یہ سلسلہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کے دوسرے خلیفہ علاؤالدین احمد صابر کلیری (م 696ھ/1296ء) کی طرف نسبت رکھتا ہے، شیخ عبدالحق ردولوی اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے اسکی اشاعت میں حصہ لیا۔

نقشبندیہ مجددیہ

اس کے بانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں، آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ تھے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اُن کے صاحب زادے اور حضرت مظہر جان جاناں اس سلسلے کے مشائخ کرام ہیں [1]

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد

برصغیر پاک و ہند کے اس خطے میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اوائل اسلام یعنی پہلی صدی ہجری میں حضرت عمر فاروق رضہ کے عہد میں وارد ہوئے، حضرت عمر فاروق رضہ نے بحرین اور عمان میں حضرت عثمان بن ابوالعاص کو گورنر بنا کر بھیجا، انھوں نے ایک بحری بیڑہ تیار کروا کے اپنے دو بھائیوں الحکم اور مغیرہ کو سندھ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا، جنھوں نے بمبئی کے قریب ایک حملہ میں ہندؤں کو شکست دی اور بہت سامال غنیمت لیکر واپس ہوئے [2]

اس کے بعد مغیرہ نے دیبل پر حملہ کیا تک حندو راجہ سامہ بن سیلائج کے ہاتوں شہادت پائی۔ عہد عثمانی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضہ جو صحابی رسول صلعم تھے

---

1. چشتیہ صابریہ، اور نقشبندیہ مجددیہ کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ضیاء القلوب حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور القول الجمیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ترجمہ محمد سرور

2. البلاذری احمد بن یحییٰ فتوح البلدان ص 615 - 616 ترجمہ سید ابوالخیر مودودی نفیس اکیڈمی کراچی 1962ء

نے یہاں پہلے زرنج پر قبضہ کرنے کے بعد مکران اور سیستان کو فتح کیا۔ چوتھے خلیفہ
راشد حضرت علیؓ کے زمانے 39ھ میں حضرت حارث بن مرۃ العبدی بلوچستان
کے علاقے میں آئے اور جہاد کے ذریعے کچھ علاقے فتح کرلئے مگر 662ء/42ھ میں
قیقان جسے اب قلات کہتے ہیں کے مقام پر لڑتے ہوئے شہید ہوگئے [1]

امیر معاویہؓ جو 41ھ میں خلیفہ بنے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو دوبارہ گورنر
سیستان مقرر کیا انہوں نے چار ہزار لشکر کے ہمراہ مکران کا رخ کیا، آپکی اس لشکر کشی
سے مکران، قسبیلہ، ساکران اور قیقان (قلات) فتح ہوئے، امیر معاویہ کے ایک
اور گورنر مہلب نے درہ خیبر کے راستے کابل و پشاور پر حملہ کیا اور سندھ پہنچ کر
ہندوؤں سے شدید جنگ کے بعد انہیں شکست دے دی [2]

سندھ کی باقاعدہ فتح کا آغاز اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خلافت (705ء
715ء) سے ہوتا ہے، ولید نے حجاج بن یوسف ثقفی کو مشرقی علاقوں کا حاکمِ اعلیٰ بنایا
اُس وقت سندھ پر راجہ داہر بن چچ اور راجہ رن مل حکمران تھے۔

ممکن تھا سندھ پر ابھی فوری حملے اور قبضے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ ایک واقعہ
پیش آگیا جس سے حجاج بن یوسف نے سندھ پر فوراً حملہ کا حکم دے دیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ سندھ کے بحری قزاق جنہوں نے دیبل کو اپنی جائے پناہ
بنا رکھا تھا عربوں کے بحری جہازوں کو لوٹ لیا جو تجارت کی غرض سے یہاں آتے جاتے
تھے۔ ان بحری قزاقوں کا یہاں کی مید قوم سے تعلق تھا۔ قزاقوں نے لوگوں کو لوٹا
کر انہیں قیدی بنالیا، ان قیدیوں میں عورتیں بھی شامل تھیں، جن میں ایک عورت

---

1 کوثر انعام الحق ڈاکٹر بلوچستان میں تحریکِ تصوف ص 48

2 فتوح البلدان ص 613 - 614

قبیلہ یربوع سے تعلق رکھتی تھی، اسنے پکار کر کہا حجاج فریاد! یہ خبر جب حجاج کو پہنچی تو وہ بھی جوش میں پکار اٹھا، ہاں میں آیا![1]

چنانچہ اُس نے سندھ پر مکمل قبضہ کا منصوبہ بنایا، پہلے اُس نے عبداللہ بن نبہان کو مسلمان قیدیوں کو آزاد کرانے کی غرض سے دیبل بھیجا مگر وہ یہاں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے[2]

اس کے بعد حجاج نے 92ھ/710ء میں اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم ثقفی کو مختصر سامانِ جنگ کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ لہٰذا محمد بن قاسم نے 10، رمضان المبارک 93ھ/711ء میں یہاں کے راجہ داہر کو شکست دیکر سندھ کے وسیع رقبہ پر قبضہ کر لیا[3]

محمد بن قاسم کو جلاوطن واپس بلایا گیا اور اُسے مختلف الزامات کے تحت گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا پھر اذیتیں دے کر 96ھ/714ء میں قتل کر دیا گیا[4]

اس کے بعد اسکی جگہ سندھ میں یزید بن ابی کبشہ کو حاکم مقرر کیا گیا، پھر حبیب بن مہلب والی سندھ مقرر ہوا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں عمر بن مسلم باھلی جبکہ یزید بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں ہلال بن احوز تمیمی کو گورنر سندھ بنایا گیا[5]

ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے دوران جنید بن عبدالرحمٰن المری کو سندھ کا ناظم بنایا گیا، 111ھ/729ء میں اُسے سندھ سے تبدیل کر کے خراسان کا

---

1. دسنوی، سید ابوالحسن مولانا تاریخ سندھ ص 36
2. فتوح البلدان ص 622 - 623 - قدوسی اعجاز الحق تاریخ سندھ ص 95 (ایک روایت کے مطابق یہی وہ عبداللہ غازی ہیں جنکا مزار کراچی میں سمندر کے کنارے کلفٹن میں واقع ہے) قدوسی تاریخ سندھ
3. دیکھئے فتوح البلدان 4. حمید الدین ڈاکٹر تاریخ اسلام ص 233
5. فتوح البلدان ص 624

حاکم بنایا گیا اور سندھ میں اسکی جگہ تمیم بن زید عتبی کو سندھ کا والی بنایا گیا، تمیم کے فوت ہونے کے بعد عراق کے حاکم خالد قسری نے حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا والی بنایا، حکم کے ساتھ عمر بن محمد بن قاسم بھی تھا جسکو حکم نے تمام امورِ سلطنت سونپ دیئے تھے، اُس نے دریائے سندھ کے کنارے منصورہ نامی ایک شہر بھی آباد کیا اور کئی علاقوں کو فتح کیا۔ 125ھ/743ء میں جب ولید بن یزید خلافت پر متمکن ہوا تو اُس نے عمر بن محمد بن قاسم کو ہٹا کر اسکی جگہ یزید بن عُرار کو ناظم سندھ بنایا۔[1]

132ھ/749ء میں بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور بنو عباس کی خلافت کا آغاز ہوا اور پہلے خلیفہ ابو العباس سفاح نے ابو مسلم خراسانی کو مشرقی علاقوں کا والی مقرر کیا چنانچہ اُس نے ابو مغلس سجستانی کو فوج کا ایک دستہ دیکر سندھ بھیجا، اُس کے بعد بیس ہزار کے لشکر کے ہمراہ موسیٰ بن کعب تمیمی کو روانہ کیا، موسیٰ تمیمی نے منصور جمہور کلبی کو شکست دی جو خلیفہ کا باغی تھا، اُس نے منصورہ میں ایک مسجد بھی بنوائی۔ 140ھ/757ء میں جب وہ رخصت پر بغداد واپس چلا گیا تو اسکی جگہ اُس کے بیٹے عنیبہ بن موسیٰ تمیمی کو سندھ کا ناظم بنایا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اُس نے خلیفہ ابو جعفر منصور کی سرتابی کی جس پر خلیفہ نے اسکی سرکوبی کے لیئے عمر بن حفص اور عقبہ بن مسلم کو 759ھ میں روانہ کیا جنھوں نے اُسے شکست دیکر سندھ کو دوبارہ خلافتِ بنو عباس کے سپرد کر دیا۔[2]

157ھ/773ء میں خلیفہ منصور عباسی نے معبد بن خلیل تمیمی کو سندھ کا گورنر بنا کر بھیجا اور ایک فرمان کے ذریعے سندھ کی تولیت عطا کی، اس کے بعد جو

---

1. قدوس اعجاز الحق تاریخ سندھ جلد اول ص 251
2. ایضاً ص 258

علاقے ابھی فتح نہیں ہوئے تھے اُس نے فتح کرلئے، خلیفہ منصور عباسی ہی کے دور میں معبد نے 159ھ/775ء میں سندھ میں وفات پائی [1] معبد خلیفہ منصور عباسی کے دور کا آخری گورنر تھا [2]

برصغیر میں اکابر مشائخ کی آمد

سندھ اور برصغیر کے دوسرے علاقوں پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد پہلی صدی ہی میں عربی سے لوگ آکر یہاں آباد ہونا شروع ہو گئے، ان میں عراق اور عرب کی تابعین اور تبع تابعین کی جماعت بھی کافی تعداد میں سندھ آکر آباد ہو گئی، محمد بن قاسم نے ان میں زمینیں تقسیم کیں اور جگہ جگہ مسجدیں بنوائیں، محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد جو خاندان عرب سندھ میں آباد ہو گئے تھے انھوں نے جگہ جگہ علمی اور روحانی مراکز قائم کئے، جابجا قرآن مجید اور حدیث کے درس کا اجراء کیا [3]

ان بزرگوں کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

یزید بن ابی کبشہ: محمد بن قاسم کے بعد آپ ہی اُن کے جانشین بنے، تابعین کی جماعت سے تعلق تھا۔ آپ نہ صرف ایک اچھے منتظم تھے بلکہ بہت بڑے محدث بھی تھے انھوں نے حضرت ابودرداءؓ اور شرجیل بن یوسف رضؓ سے احادیث بیان کی ہیں امام بخاریؒ نے صحیح میں، امام شیبانیؒ نے کتاب الآثار میں، المستدرک میں امام حاکم نیشاپوریؒ کی روایات نقل کی ہیں۔

موسیٰ بن یعقوب الثقفی: آپ محمد بن قاسم کے ہمراہ آئے، انھیں کے قبیلہ سے تھے۔ محمد بن قاسم نے انھیں دلور کا قاضی اور خطیب مقرر کیا۔

1۔ ندوی عبدالحئی سید نزھۃ الخواطر ص 94

2۔ فردوسی تاریخ سندھ جلد اول ص 268

3۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ معصومی میر معصوم بکری ترجمہ مخدوم امیر احمد

شیخ ابوحفص ربیع البصری:

آپکا شمار ثقہ محدثین اور تابعین میں ہوتا ہے، آپ خواجہ حسن بصریؒ کے شاگرد تھے، آپنے سندھ میں حدیث کے درس کا اجراء کیا، آپکے شاگردوں میں حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور حضرت وکیع بن جراح جیسے لوگ شامل ہیں [1]

مفضل بن المہلب: ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اور حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کرتے ہیں، انکی مروی احادیث سنن ابوداؤد اور نسائی میں شامل ہیں۔

اسرائیل بن موسیٰ بصری: تابعین میں سے ہیں اور ثقہ محدث تسلیم کئے گئے ہیں سندھ میں آباد ہو گئے تھے، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، محمد بن سیرینؒ اور وھب بن منبہ جیسے لوگوں سے روایات نقل کی ہیں، آپکی روایات کو امام بخاریؒ نے صحیح میں جمع کیا ہے [2]

ابو معشر سندھی: آپکے والدین سندھی ہیں، نامور محدثین اور تابعین میں شمار ہوتے ہیں حضرت امامہ بن سہلؓ صحابی رسولؐ کی زیارت کی، مدینہ منورہ اور بغداد میں درس دیا عراق اور عرب کے بہت سے علماء نے آپ سے حدیث کی سند لی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے انھیں بخاری پر مستند تسلیم کیا ہے [3]

خلف بن سالم سندھی: آپکا تعلق بھی مشہور محدثین میں سے ہے۔ آلِ مہلب کے آزاد کردہ غلام تھے، سندھ سے بعد میں بغداد چلے گئے، ابو بن عیاش نے انھیں ثقہ لکھا ہے 231ھ/845ء میں وفات پائی [4]

---

1. نزھۃ الخواطر ص 97
2. - ایضاً ــــ ص 71
3. ذھبی امام تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص 192 - 193
4. - ایضاً ــــ ص 354

ابو بکر بن رجاء سندھی : سندھ کے مشہور محدثین میں شمار ہوتے ہیں، آپ اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، علی ابن المدینی سے احادیث روایت کرتے ہیں، انہوں نے الصحیح کے نام سے ایک مجموعہ بھی ترتیب دیا۔ 286ھ/899ء میں وفات پائی [1]

ابو عطاء سندھی : آپکا شمار مشہور شعراء میں ہوتا ہے، آپکے قصیدے کتاب "الحماسہ" میں موجود ہیں [2]

ابو علی سندھی : سندھ کے مشہور صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ (م 261ھ/874ء) نے آپ ہی سے تصوف اور روحانیت کی تعلیم حاصل کی، آپ ہی کے بارے میں حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ، "میں نے ابو علی سندھی سے علم توحید اور علم فناء حاصل کیا اور انہوں نے مجھ سے الحمد اور قل ھو اللہ سیکھی" [3]

سندھ میں ان بزرگان دین نے جو شمع جلائی اسکی روشنی آگے چل کر تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں دیبل، منصورہ اور بوقان وغیرہ تک جا پہنچی جہاں سینکڑوں کی تعداد میں محدثین، علماء اور مشائخ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے فیض سے پورے عالم کو سیراب کیا۔

---

1. تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص 678
2. نزھۃ الخواطر ص 70
3. الرجال سندھ والھند بحوالہ نزھۃ الخواطر ص 108

برصغیر میں سلسلہِ قادریہ کی آمد

جیسے کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں اس سلسلہ کے بانی غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضہ ہیں، آپکے وصال کے بعد یہ سلسلہ "قادریہ" کہلانے لگا [1]

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ولادت ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء میں ایران کے ایک قصبہ جیلان میں ہوئی جبکہ آپکا وصال ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء بغداد میں ہوا. آپ محبوب سبحانی، غوثِ اعظم اور پیرانِ پیر دستگیر کے القاب سے بھی یاد کئے جاتے ہیں، ہر دو طرف سے آپکو سیادت نسبی حاصل ہے، والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ حسنی جبکہ والدِ ماجد کی طرف سے آپ حسینی ہیں [2]

تعلیم کا آغاز حفظِ قرآن سے کیا، اس کے بعد ادب، فقہ اور حدیث کے علوم کی تحصیل کی اور اپنے دور کے کامل اساتذہ سے تکمیل کی، وسعتِ نظر اور علم کی گہرائی کا اندازہ آپکی تصانیف "غنیۃ الطالبین" اور "فتوح الغیب" سے بخوبی کیا جا سکتا ہے. مسلکاً آپ امام احمد بن حنبلؒ کے پیروکار تھے، درس و تدریس، فتویٰ اور مجالسِ وعظ کے مشاغل ایک عرصے تک جاری رکھے، ہر طبقہ اور گروہ کے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا [3]

روحانی اور باطنی علوم آپنے قاضی ابوسعید مخزومی، شیخ ابو یوسفؒ، شیخ یعقوب ہمدانیؒ سے حاصل کئے جبکہ شیخِ خرقہ حضرت ابوسعید مخزومیؒ تھے، حضرت شیخ حمادؒ سے بھی صحبت رہی جبکہ نسبت آپکی براہِ راست آن حضرتؐ سے تھی [4]

---

1. دارا شکوہ شہزادہ سفینۃ الاولیاء ص 57 ترجمہ محمد علی لطفی
2. دریاآبادی عبدالماجد تصوفِ اسلام ص 78
3. ایضاً
4. ایضاً

آپکی بے شمار کرامات مشہور ہیں ۔

آپکے دس فرزند تھے جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا ، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں

1 شیخ سیف الدین عبدالوہاب ؒ 2 شیخ شرف الدین عیسیٰ ؒ 3 شیخ شمس الدین عبدالعزیز ؒ 4 شیخ سراج الدین عبدالجبار ؒ 5 شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ؒ 6 شیخ ابو اسحاق ابراہیم ؒ 7 شیخ ابوالفضل محمد ؒ 8 شیخ عبدالرحمٰن عبداللہ ؒ 9 شیخ ابوزکریا یحییٰ ؒ 10 شیخ ابونصر موسیٰ ؒ 1

شجرہ طریقت قادریہ

1 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

2 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3 سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4 حضرت خواجہ حسن بصری ؒ

5 حضرت حبیب عجمی ؒ

6 حضرت داؤد طائی ؒ

7 حضرت معروف کرخی ؒ

8 حضرت سری سقطی ؒ

9 حضرت جنید بغدادی ؒ

10 حضرت ابوبکر شبلی ؒ

11 حضرت عبدالواحد تمیمی ؒ

12 حضرت ابوالفرح طرطوسی ؒ

---

1 ہزاروی عبدالعزیز مولانا سفینۃ العارفین ۱۹۴ - ۱۹۵

13۔ حضرت ابو الحسن ہکاریؒ

14۔ حضرت علی محمد القرشیؒ

15۔ حضرت مبارک بن علی مخزومیؒ (مخرمی)

16۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ رضی[1]

برصغیر میں سلسلہ قادریہ کے بزرگان

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ بہت پھلا پھولا، اسکی اشاعت میں یہاں کے قادری بزرگان نے بھرپور حصہ لیا، ان کے نام یہ ہیں۔

- شاہ نعمت اللہ قادریؒ (م 834ھ/1430ء)
- مخدوم محمد گیلانیؒ قدس سرہ عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث حلبی اوچیؒ (م 862ھ/1497ء)
- حضرت شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھیؒ (م 982ھ/1574ء)
- شیخ بہاول دریائیؒ قدس سرہ (م 983ھ/1575ء) (مزار دیپوش ضلع جھنگ میں ہے)
- شیخ ابو المعالی قادریؒ (م 1024ھ/1615ء)
- شیخ محمد میاں میر قادریؒ لاہوری (م 1045ھ/1635ء)
- سید محمد محکم الدین قادریؒ مجروی (م 1055ھ/1645ء)
- سلطان العارفین حضرت۔ سلطان باہوؒ (م 1102ھ/1690ء)[2]

سندھ میں سلسلہ قادریہ کے بزرگان

شاہ کمال قادری کیتھلی

آپکا تعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ہے۔ ولادت 893ھ میں

1۔ شمع جمال تاریخ تصوف ص 62

2۔ محمد اکرام شیخ رود کوثر ص 63 - 69

ہوئی، بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کئے، اپنے مرشد کے حکم سے برصغیر تشریف لائے، 927ھ میں سندھ آئے، یہاں دو برس قیام کیا پھر ملتان اور لدھیانہ چلے گئے، آپکے خلیفہ شاہ یوسف بکھری کا تعلق سندھ سے تھا جہاں ان کا مزار آج بھی موجود ہے [1]

رانی پور کے قادری جیلانی سید

شیخ عبدالقادر جیلانی کے خانوادے کے دو بزرگ سید احمد اور سید محمد جیلانی تبلیغ کی غرض سے سندھ آئے اسوقت سندھ پر کلہوڑا کی حکمرانی تھی، کلہوڑا انکی خاندانی وجاہت اور روحانی کمالات سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں سندھ میں ٹھہرنے اور تبلیغ کرنے کی دعوت دی، یہ دونوں بزرگان حیدرآباد، خدا آباد سے ہوتے ہوئے کنہیرا (خیرپور میرس) آئے اور اس زمانے کے مشہور بزرگ اور عالم دین مخدوم احمدی کے ہاں ایک برس تک قیام کیا بعد میں گمبٹ اور رانی پور میں روحانی مراکز قائم کئے، ان کے فیض سے بے شمار لوگ مستفید ہوئے [2]

گھوٹکی کے جیلانی سادات

ان جیلانی سادات کے جد امجد ابو جعفر محمد مبارک شاہ عادلپوری ہیں، عادلپور [3] میں انکی زیارت گاہ موجود ہے، محمد مبارک شاہ کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحب زادے سید محمد جعفر شاہ سجادہ نشین بنے، مگر بعد میں وہ عادلپور کو خیرباد کہہ کر ملتان کے قریب "جمشیرہ" نامی گاؤں میں آباد ہوگئے اور 1040ھ/1630ء میں وہیں انتقال کرگئے۔ لیکن سید مبارک شاہ کے چھوٹے کے چھوٹے فرزند سید موسیٰ شاہ بعد میں جمشیرہ سے واپس گھوٹکی نقل مکانی کی۔

---

1. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 119
2. ۔ ایضاً ۔ ص 125 - 126
3. عادل پور گھوٹکی سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے

آپ طریقت میں قادری سلسلے کے مشہور بزرگ حضرت سلطان باہو رح کے مرید

خواجہ محمد حافظ درازی

آپکا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رض سے جا ملتا ہے ، جد امجد محمد بن قاسم
کے ہمراہ سندھ تشریف لائے اور سیہون میں آباد ہو گئے بعد میں خیرپور میرس
کے قریب درازا نامی گاؤں میں رہائش اختیار کی ، آپکی وفات 1193ھ/1778ء
میں ہوئی [2]

شاہ عنایت شہید

آپ لانگاہ قوم سے تعلق رکھتے تھے ، آپکے جد امجد مخدوم صدو اپنے زمانے کے بڑے
بزرگوں میں سے تھے ، اُن کا مزار ٹھٹھ کے قریب واقع ہے ، آپکی ولادت 1065ھ/1655ء
میں ملتان میں ہوئی ، روحانی فیض وہیں کے ایک بزرگ شمس شاہ سے حاصل
کیا بعد میں دکن میں قادری طریقہ پر شاہ عبدالمالک کے ہاتھ پر بیعت کی
پھر ٹھٹھ تشریف لائے .

آپنے جس تحریک کی بنیاد ڈالی اُس کے باعث امراء اور علماء آپکے خلاف
ہو گئے چنانچہ 16، صفر 1130ھ/1720ء میں آپکو شہید کر دیا گیا [3]

سید رکھیل شاہ

جیلانی سادات سے تعلق ہے اور سکونت فتحپور کچھی ناڑی بلوچستان ہے .
جھوک کے سجادہ نشین شاہ عبدالستار سے انتساب کیا بعد میں فتحپور میں
فیض پھیلایا ، سندھ اور بلوچستان کے بے شمار لوگ آپکے ہاتھوں بیعت ہوئے ،

---

1. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 129
2. - ایضاً - ص 136
3. - ایضاً - ص 141

ہندو بھی بڑی تعداد میں آپکے معتقد تھے، ۱۹۶۰ء میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے، آپکے فرزند جنرل شاہؒ اور پھر اُن کے فرزند سید رکیل شاہؒ نے سندھی اور سرائیکی زبانوں میں شاعری کی جو بہت مقبول ہے [1]

میاں میں سیوہانی

آپ میاں جیو کے نام سے بھی مشہور ہیں، ولادت سیوہن میں ۹۳۸ھ/ ۱۵۳۱ء میں ہوئی، گویا اکتائیسویں واسطے سے جا کر نسب میں حضرت عمر فاروقؓ سے جا کر ملتے ہیں، آپکی والدہ ماجدہ سندھ کے مشہور شاعر قاضی قاضن کی دختر تھیں [2]

خاندانِ پیرانِ پاگارا

سندھ میں دینی، روحانی اور سیاسی خدمات کے اعتبار سے یہ خاندان سب سے زیادہ ممتاز ہے اور قادریہ راشدیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس خاندان کا تعلق سندھ کے مشہور لکیاری سادات سے ہے اور شجرہ نسب امام علی بن موسیٰ رضاؒ (مدفون مشہد) سے جا ملتا ہے۔ ان کے خاندان میں سے سید علی مکیؒ چوتھی صدی ہجری میں سندھ میں وارد ہوئے، ان کی اولاد میں شاہ صدر سب سے معروف بزرگ گزرے ہیں، مقبرہ سیوہن کے قریب لکی میں واقع ہے، لکیاری خاندان میں سے سید کھُن شاہ سیوہن سے نقل مکانی کر کے گمبٹ ضلع خیرپور کے قریب رسولپور میں آباد ہو گئے [3]

---

1. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص ۱۶۱
2. ۔ ایضاً ۔۔ ص ۱۶۴
3. دل منظر ایڈووکیٹ عظمتوں کے چراغ ص 245 مجلس کارکنانِ تحریکِ پاکستان ملتان 1986

پیر سید محمد بقاءؒ

سید کھٹن شاہ کی اولاد میں سے سید محمد بقاءؒ 1135ھ/1723ء میں پیدا ہوئے
آپ نے پیر پالو، ضلع خیرپور کے نقشبندی بزرگ مخدوم محمد اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت
کی لیکن بعد میں مخدوم صاحب کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے قادریہ طریقہ پر روہڑی
کے سید عبدالقادر شاہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، آپ نے بڑی ریاضتیں اور مجاہدے
کئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۰ محرم الحرام 1198ھ/1783ء میں
ڈاکوؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے [1]

آپکے چار فرزند تھے [1] سید عبدالرسول شاہ [2] سید محمد سلیم شاہ
[3] سید علی مرتضیٰ شاہ [4] سید محمد راشد شاہ۔

دستار سید محمد راشد شاہ کے سر پر آئی، یہ دستار آپکے سر پر بموجب
حکم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکھی گئی جو بذریعہ خواب آپکے والد کو حکم ہوا تھا
اسی دستار یعنی پگ کے باعث حضرت سید راشد شاہؒ کے جانشین "پگارا" کہلائے
(حضرت سید راشد شاہ جیلانیؒ چونکہ ہمارے موضوع کا محور ہیں اس لئے اُن کا تفصیلی
تذکرہ ہم نے باب اول کی پہلی فصل میں تفصیل سے کیا ہے، لہٰذا یہاں ہم اُن کے
جانشینوں کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔)

سید صبغت اللہ عرف تجر دھنی

آپکی ولادت 1183ھ/1769ء میں ہوئی، اپنے والد سید راشد شاہ جیلانیؒ
کے بعد آپکی مسندِ سجادگی پر فائز ہوئے۔

---

[1] عظمتوں کے چراغ ص 245

[2] پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 157

ایک روایت کے مطابق سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل شہید جہاد کے سلسلے میں آپ سے امداد لینے کی غرض سے آپکے پاس سندھ آئے اور 1241ھ/1826ء میں آپکے ہاں قیام کیا اور آپ نے نہ صرف انکی خدمت کی بلکہ انھیں جہاد کے لیے افرادی قوت بھی فراہم کی [1]

مگر اس واقعہ کی علامہ ابوالحسنات رمضان علی قادری (المترجم ملفوظات) نے تردید کی ہے۔ اُن کے نزدیک خانقاہ پیر گوٹھ کے کسی ریکارڈ سے اس امر کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ مذکورہ حضرات نے آپکے پاس قیام کیا اور آپکی امداد حاصل کی۔ علامہ کے نزدیک یہ محض بعد کے مورخین کی ذہنی اختراع ہے [2]

سید علی گوہر شاہ اصغر

آپ حضرت سید صبغت اللہ کے انتقال کے بعد سجادہ نشین بنے اور "بنگلہ دھنی" کے لقب سے مشہور ہوئے، 11 جمادی الاول 1263ھ/1846ء میں وفات پائی، سندھی زبان کے باکمال شاعر تھے۔ [3]

سید حزب اللہ شاہ

سید علی گوہر شاہ اصغر کی وفات کے بعد آپ نے مسندِ سجادگی سنبھالی آپکا لقب "تخت دھنی" ہے، فارسی اور سندھی زبانوں کے عظیم شاعر تھے 2 محرم الحرام 1308ھ/1890ء میں وفات پائی [4]

---

1. قدوسی اعجاز الحق تذکرہ صوفیاء سندھ ص 273 - 274
2. قادری ابوالحسنات رمضان علی مخزنِ فیضان (ترجمہ ملفوظات) ص 400 - 401
3. الرحیم مشاہیر نمبر ص 29 شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد 1988ء
4. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 112

پیر علی گوہر شاہ ثانی

سید حزب اللہ شاہ کے فرزند تھے، آپکے بعد صاحب سجادہ بیٹھے، آپ بھی فارسی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے۔[1]

پیر سید مردان شاہ اول

آپ "کوٹ دھنی" کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت پیر علی گوہر شاہ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے آپنے اُن کے بھائی کی حیثیت سے گدی سنبھالی، 7، ربیع الاول 1340ھ/1921ء میں انتقال ہوا۔[2]

سید صبغت اللہ شاہ ثانی

آپ "پگ دھنی" کے لقب سے مشہور ہیں، انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا، جذبہ حریت کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپکے حروں کی انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد مثالی ہے۔ انگریز آپکو اپنے راستے کی بڑی دیوار سمجھتے تھے چنانچہ آپکو راستے سے ہٹانے کے لئے بغاوت کا مقدمہ کردیا۔ آپکے مقدمہ کی پیروی حضرت قائد اعظم محمد علی جناح نے کی، انگریزوں نے قائد اعظم پر اس مقدمہ کی پیروی سے دستبرداری کے لئے بہت زور ڈالا[3] اس مقدمہ میں آپکو دس برس قید کی سزا سنائی گئی مگر آپ نے اس کے باوجود انگریزوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو ختم کرنے کے بجائے اور تیز کردیا، حروں اور غازیوں کی باقاعدہ تنظیم کی۔ جس پر آپکے خلاف دوبارہ بغاوت اور اسلحہ رکھنے کے الزام میں مقدمہ

---

1. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 112
2. - ایضاً -
3. قدوسی اعجاز الحق تاریخ سندھ حصہ سوئم ص 163

چلا کر پھانسی کی سزا سنائی گئی اور ۲۰ مارچ 1943ء کو آپکو تختہ دار پر چڑھایا گیا، آپنے نہایت صبر و سکون اور استقامت سے موت کو قبول کیا [1]

سید مردان شاہ ہفتم (موجودہ سجادہ نشین)

آپکے والد سید صبغت اللہ شاہ کی شہادت کے بعد آپکے اہل خانہ کو گرفتار کر کے کراچی میں نظر بند کر دیا گیا، آپ اور آپکے بھائی سید نادر شاہ کو جن کی عمریں اسوقت تیرہ اور گیارہ برس تھیں پہلے علی گڑھ اور پھر برطانیہ بھیج دیا گیا، جہاں تعلیم حاصل کرتے رہے، قیام پاکستان کے بعد آپ واپس تشریف لائے اور ۷، فروری ۱۹۵۲ء میں پیر گوٹھ کے گدی نشین بنے [2]

---

[1] عظمتوں کے چراغ ص 257

[2] اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۱۴۸ (از سید قاسم محمود)

باب اول

سلسلہ روحانی حضرت حافظ الملتؒ

باب اول

سلسلہ روحانی حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ

فصل اول :

حضرت سید راشد شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سندھ میں اسلام کو اسکی اصل روح میں جن ہستیوں نے اپنی مساعی جلیلہ کے ذریعے پھیلایا اُن میں ایک مبارک نام سید محمد راشد شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ "روزہ دھنی" کے نام سے مشہور ہیں۔ اِس لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ عالمِ شیر خوارگی میں رمضان المبارک کے مہینے میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ اسی باعث "روزہ دھنی" مشہور ہوئے [1]

بعد میں جب آپکے مزارِ مبارک پر گنبد کی تعمیر ہوئی اور روضہ شریف بن گیا تو لوگ آپکو "روضہ دھنی" یعنی صاحبِ روضہ کے نام سے یاد کرنے لگے [2]

ولادت :

آپکی ولادت 6 رمضان المبارک ۱۱۷۰ھ/1757ء میں ہوئی [3]

---

1 قادری ابو الحسنات رمضان علی مخزنِ فیضان (ترجمہ ملفوظات) ص 395 جمیعت علماء سکندریہ پیر گوٹھ

2 قدوسی اعجاز الحق تذکرہ صوفیاء سندھ ص 270 اردو سائنس بورڈ لاہور

3 مخزنِ فیضان ص 395 –

آپکے والدِ بزرگوار سید محمد بقاءشاہ جیلانی قادری سلسلے کے پیرِ طریقت تھے اور مخدوم محمد اسماعیل پریالو کے خلیفہ مجاز تھے [1]

تعلیم:

آپنے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار ہی کے پاس حاصل کی، پھر حافظ زین الدین اور مولانا محمد اکرم سے حصولِ علم کا آغاز کیا، قرانِ مجید اور ابتدائی فارسی کتب پڑھنے کے بعد آپکے والدِ محترم نے آپکو فقیراللہ علوی کے مدرسہ شکار پور میں داخل کروایا [2]

اس کے بعد آپ مخدوم یار محمد کوٹڑی کبیر کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے جبکہ باقاعدہ تحصیل علم سے فراغت آپ نے گوٹھو آریجا لاڑکانہ میں اپنے استاد مشہور عالمِ دین مخدوم محمد سے کی، یہ بزرگ "استاد الکل" کے لقب سے مشہور ہیں [3]

بیعتِ طریقت:

آپنے اپنے والدِ محترم سید محمد بقاء جیلانی کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور انھیں سے سلوک و عرفان کی منزلیں طے کیں، یہ بیعت سلسلہ قادریہ میں تھی، جلد ہی اس سلسلے کی مقبولیت میں اضافہ ہو گیا، نہ صرف سندھ بلکہ راجپوتانہ ریاستیں اور بلوچستان تک کے لوگ اس سلسلے میں داخل ہو کر توحید کا سبق پڑھنے لگے [4]

---

1. تابور محمد حسن سنڌ جا اسلامي درسگاہ ص 336 سندھ ہجرہ کمیٹی حیدرآباد
2. مخزنِ فیضان ص 396
3. سنڌ جا اسلامی درسگاہ ص 336
4. الرحیم مشاھیر نمبر جولائی 1988ء ص 23 ۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد

سجادہ نشینی

حضرت سید محمد راشد جیلانی اپنے والد پیر محمد بقاء جیلانی کے وصال کے بعد اٹھائیس برس کی عمر میں مورخہ ۱۰ محرم الحرام 1198ھ میں منصب سجادگی پر بیٹھے 1

سجادہ نشین بننے کے بعد آپ نے نہ صرف خاندان والوں اور بھائیوں سے محبت وشفقت کا برتاؤ کیا بلکہ اپنی فیوضات اور برکات کے ذریعے خلق خدا کو صحیح راستہ دکھایا۔ لاکھوں افراد آپکے دست مبارک پر بیعت ہوکر اپنی زندگیوں کو سنوارنے لگے 2

تبلیغی سفر

آپ مخلوقِ خدا اور اپنے مریدین کی اصلاح وتربیت نہ صرف اپنی خانقاہ میں کرتے تھے بلکہ خود چل کر اور سفر کرکے اُن کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، اس سلسلے میں آپ نے سندھ، بلوچستان، کچھ، افغانستان پنجاب، اور ایران تک کے سفر اختیار کئے 3

جلد ہی آپکی شہرت دور دراز تک پہنچ گئی اور لوگ آکر فیض یاب ہونے لگے۔ بقول حامی عبیدی!

---

2 مخزن فیضان ص 398
3 - ایضاً —

" آپکی شہرت اِس خطے میں بالکل اُسی قدر تھی جس قدر
شاہ ولی اللہؒ دھلوی کی شمالی ہندوستان میں" 1

وصال :

آپکی رحلت یکم شعبان 1233ھ / 1818ء میں ہوئی۔ 2
ایک روایت کے مطابق آپکی وفات زہر خورانی کے باعث ہوئی 3
پہلے آپ کا مزار رحیم ڈنہ کلہوڑہ میں تھا۔ بعد میں پیر علی گوہر شاہ
اصغر نے آپکی اور اپنے والد صبغت اللہ شاہ کے صندوق قبروں سے
نکلوا کر موجودہ کنگری کے مقام پر دفن کرائے جو اب "پیر گوٹھ" کے نام سے
مشہور ہے۔ 4
آپکے وصال کے بعد آپکے دو صاحب زادوں کے درمیان دستار اور
علم کی تقسیم ہوئی، سید محمد صبغت اللہ شاہ "پیر پاگارہ" کہلائے،
جبکہ صاحب زادہ محمد یٰسین "پیر جھنڈا" کے لقب سے مشہور ہوئے 5
آگے چل کر اِس خاندان نے عظیم روحانی، علمی، اور مجاہدانہ کارنامے
انجام دئے۔ اور انکی کوششوں سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے،
ایک اندازے کے مطابق موجودہ پاکستان میں بیس لاکھ جبکہ ھندوستان

---

1 حامی عبیدی دین پوری ید بیضاء ص 45
2 سندھ جا اسلامی درس گاہ ص 335
3 الرحیم مشاہیر نمبر ص 24
4 میمن عبدالمجید سندھی پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 108
5 ید بیضاء ص 45

کے علاقے میں سات لاکھ افراد نے اس خاندان کے ہاتھ پر جہاد کے لئے بیعت کی [1]

سلسلہ قادریہ راشدیہ کی بنیاد

حضرت سید محمد راشد شاہ جیلانی اور اُن کے خاندان و خلفاء کے ذریعے سلسلہ قادریہ راشدیہ کی نہ صرف باقاعدہ بنیاد پڑی بلکہ اس سلسلے کو نئی شان مل گئی اور آپکے سلسلے کے دیگر افراد نے اصلاح و تبلیغ کے علاوہ انگریزی سامراج کے خلاف بھرپور جدوجہد کی اور انکی ایک سو سالہ تاریخ دینی خدمات اور بے شمار کارناموں سے پُر ہے ، بقول سید محمد فاروق القادری !

"اس خاندان نے اپنی جماعت کو صحیح اسلامی خطوط پر چلایا اور اُس میں مجاہدانہ جذبہ جہاد پیدا کیا ، یہ خاندان ہمیشہ غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما رہا ، یہ خاندان اسلامی اخوت اور قومی اتحاد کا پاسبان ہے" [2]

راشدی خاندان

آپکی اولاد راشدی خاندان کے نام سے مشہور ہوئی ، یہ خاندان اپنے علم و فضل ، شرافت و وجاہت کے اعتبار سے سندھ کے ممتاز خاندانوں میں شمار ہوتا ہے ۔ پیر علی محمد راشدی (مشہور صحافی) اور سید حسام الدین راشدی (مشہور مورخ) اسی خاندان کے نامور افراد ہیں [3]

---

1 محمد فاروق القادری سید نفحات الرحمٰن ص 13 ، خانقاہ عالیہ بھرچونڈی شریف 1994ء

2 - ایضاً -

3 قدوسی اعجاز الحق تذکرہ صوفیاءِ سندھ ص 277

اولاد

حضرت محمد راشد جیلانی ؒ کے چودہ فرزند تھے، جن کے نام اس طرح ہیں۔

1 سید محمد حسن شاہ 2 سید صبغت اللہ شاہ 3 سید احسن شاہ
4 سید محمد کریم شاہ 5 سید یاسین شاہ 6 سید مہدی شاہ
7 سید محمد بقاء شاہ معروف بہ نالے وڈو 8 سید ہدایت اللہ شاہ
9 سید شاہ نواز شاہ 10 سید غلام محی الدین شاہ 11 سید صادق شاہ 12 سید مبارک شاہ 13 سید حامد شاہ
14 سید اسماعیل شاہ [1]

شجرہ نسب خاندانِ راشدیہ پیرانِ پاگارہ

1 سید شاہ مردان شاہ ثانی عرف سکندر علی شاہ چھٹے دھنی پاگارہ ہفتم
2 ابن سید صبغت اللہ شاہ ثانی شہید (پک دھنی)
3 ابنِ سید شاہ مردان شاہ اول (کوٹ دھنی)
4 ابنِ سید سید محمد حزب اللہ شاہ مسکین (تخت دھنی)
5 ابنِ سید علی گوہر شاہ اول اصغر (بنگلہ دھنی)
6 ابنِ سید صبغت اللہ شاہ اول (تجر دھنی)
7 ابن سید محمد راشد شاہ روزہ دھنی یا روضہ دھنی
8 ابنِ سید محمد بقاء شاہ شہید (پٹ دھنی)

---

1 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص ۱۰۹

9 ابن سید محمد امام شاہ 10 ابنِ سید محمد فتح شاہ 11 ابنِ سید شکراللہ شاہ

12 ابنِ سید عثمان شاہ 13 ابنِ سید کھٹن شاہ 14 ابنِ سید سنجر شاہ

15 ابنِ سید بولن شاہ 16 ابنِ سید حسین شاہ ثالث

17 ابنِ سید میر علی شاہ 18 ابنِ سید ناصرالدین شاہ

19 ابنِ سید عباس شاہ ثانی 20 ابنِ سید فضل اللہ شاہ

21 ابنِ سید شہاب الدین شاہ 22 ابنِ سید بہاؤالدین شاہ

23 ابنِ سید محمود شاہ 24 ابنِ سید محمد شاہ

25 ابنِ سید حسین شاہ ثانی 26 ابنِ سید ابوبکر عرف چھکن شاہ

27 ابنِ سید علی مکی ہاشمی 28 ابنِ سید عباس شاہ

29 ابنِ سید زید شاہ 30 ابنِ سید اسداللہ شاہ

31 ابنِ سید عمر شاہ 32 ابنِ سید حمزہ شاہ

33 ابنِ سید ہارون شاہ 34 ابنِ سید عبداللہ شاہ

35 ابنِ سید حسین شاہ اول 36 ابنِ سید امام علی رضا

37 ابنِ امام موسیٰ کاظم 38 ابنِ امام جعفر صادق ؑ

39 ابنِ امام محمد باقر ؑ 40 ابنِ امام زین العابدین ؑ

41 ابنِ شہید کربلا امام حسین ؑ 42 ابنِ امیرالمومنین سیدنا حضرت علی علیہ السلام۔ 1

---

1 عباسی نور محمد وطن جي آزادي جو هيرو ص 138-139 شعبہ پبلی کیشنز حیدرآباد 1987ع
مخزنِ فیضان ص 384

خلفاء

آپکے تقریباً گیارہ سو خلفاءِ کرام تھے[1]

اِن خلفاء کے زریعے مخلوقِ خدا کی بڑی تعداد فیضیاب ہوئی، اور آپکا پیغام دور دور تک پھیلا اور بہت علمی، دینی، روحانی اور سیاسی اثرات مرتب ہوئے.

اِن خلفاء میں سے چند مشہور خلفاءِ کرام کا ہم مختصر تذکرہ کرتے ہیں.

خلیفہ سید جان محمد شاہ بخاری

آپ صاحبِ کمال ولی تھے، آپ کا فیض دور دور تک پہنچا، آپکے بعد آپکے صاحب زادے اور پھر اُن کی اولاد بھی بزرگی کے درجے پر فائز ہوئی اور بہت شہرت پائی. بلوچستان کے علاقے کیچ مکران میں اُن کے مریدین کی کثیر تعداد آباد ہے[2]

خلیفہ محمود لنطامانی

آپ کڑیہ گھنور ضلع ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے، آپکا شمار حضرت راشد شاہ جیلانی کے جید خلفاء میں ہوتا ہے. صاحبِ تصنیف بزرگ تھے. تصوف کے مسائل پر آپکی معرکتہ الآراء کتاب "المحبوبیتہ المحمودیہ" اہلِ علم و تصوف میں بے حد مشہور ہے. اِس سے آپکی تصوف پر کامل دسترس کا

---

1 مخزنِ فیضان ص 384

2 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 116

پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ "اوراد محمودیہ" گلشن اولیاء سندھ اور ملفوظات کا مجموعہ کنز المعرفت بھی موجود ہیں۔ 1

آپکا ایک کارنامہ اپنے مرشد کے ملفوظات کا جمع کرنا ہے۔ جسکا سندھی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ (6) چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان ملفوظات کا اردو ترجمہ "مخزنِ فیضان" کے نام سے علامہ ابوالحسنات رمضان علی قادری نے کیا ہے۔

آپ نے 9 ربیع الاول 1267ھ / 1851ء میں وفات پائی 2

آپکے بے شمار مریدین کچھ، کاٹھیاواڑ اور بمبئی کے علاقوں میں آباد ہیں۔

خلیفہ نبی بخش لغاری:

آپکا شمار بھی حضرت جیلانیؒ کے نامور خلفاء میں ہوتا ہے۔ تعلق ٹنڈو باگو سے تھا۔ سندھی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے طرز پر آپکا رسالہ بھی کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ سرائیکی زبان میں آپکی کتاب سسئی پنوں بھی بہت مشہور ہے 3

آپکی وفات 1863ء میں ہوئی 4

خلیفہ سید محمد حسن شاہ جیلانی

آپ اپنے مرشد کے خلیفہ اول مشہور ہیں اور دیگر تمام خلفاء میں سے نمایاں

---

1 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 116
2 - ایضاً -
3 مخزنِ فیضان ص 404
4 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 116

مقام رکھتے ہیں ۔ سندھ کی مشہور خانقاہ "سوئی شریف" کے بانی ہیں اور آپکے خلفاء میں سے بلند مرتبہ حضرت حافظ محمد صدیق علیہ رحمت ہیں جو سندھ کی معروف خانقاہ بھرچونڈی شریف کے بانی ہیں ۔ جہاں سے لاکھوں افراد نے فیض پایا جن میں مولانا عبیداللہ سندھی ، مولانا سید تاج محمود امروٹی کے خلیفہ مولانا غلام محمد دین پوری وغیرہ بہت مشہور ہیں [1]

(حضرت سید حسن شاہ جیلانی چونکہ حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت کے مرشد ہیں اُن کا مفصل تذکرہ ہم نے اگلی فصل میں کیا ہے)

---

1 فردوسی اعجاز الحق تذکرہ صوفیاء سندھ ص 271

فصل دوئم

کاملِ اولیاء حضرت سید حسن شاہ جیلانی

نام :

آپکا نام نامی سید محمد حسن شاہ جبکہ والدِ ماجد کا نام سید حبیب اللہ شاہ تھا[1]

سکونت

آپکے اصل علاقے کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا تعلق ساہیوال کے علاقے شیر گڑھ سے تھا[2] دوسری روایت کے مطابق آپ شیرانوالہ دروازہ لاہور کے باشندے تھے[3] جبکہ ایک اور روایت کے مطابق آپکو بستی سیدپور نزد لاہور کا ساکن بتایا گیا ہے[4]

پیدائش

آپکی پیدائش 1193ھ / 1778ء میں ہوئی[5]

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں سیدپور ہیں میں حاصل کی جہاں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور دیگر علوم دینی حاصل کیے[6]

اس کے بعد پنجاب کے مختلف علاقوں میں علوم دینی حاصل کرتے رہنے کے بعد

---

1. کاملِ اولیاء ص 3 ناشر ادارۃ المعرفت جیلانیہ قادریہ سوئی شریف ضلع گھوٹکی
2. مقصود القادری سید عبادالرحمٰن ص 32 فرید بک اسٹال لاہور
3. کوہر غلام فرید سوانح حیات حضرت حافظ الملت ص 11
4. کاملِ اولیاء ص 5
5. - ایضاً -
6. - ایضاً -

آپکو کسی مرشدِ کامل کی جستجو ہوئی، مختلف خانقاہوں میں گئے لیکن کہیں سے بھی من کی مراد حاصل نہیں ہو سکی. آخر سندھ تشریف لائے، موجودہ بھرچونڈی کے شمال میں لب سڑک ایک مدرسہ تھا جس میں مولوی آفتاب درس دیا کرتے تھے، انھیں ہاں دورانِ قیام اپنے دل کا احوال سنایا. انھوں نے آپکو حضرت سید راشد شاہ جیلانیؒ کے ہاں جانے کی ہدایت کی. لیکن آپ پہلے دیارِ عرب چلے گئے. وہاں خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حکم ملا کہ حضرت سید راشد جیلانیؒ کے ہاں چلے جاؤ. چنانچہ فوراً وہاں سے روانہ ہوئے اور حضرت جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کی [1]

چھ ماہ کے اندر خلافت و اجازت سے نوازے گئے [2]

سوئی کی وجہ تسمیہ

ایک روایت کے مطابق جب آپ مرشد کی تلاش میں سندھ تشریف لائے تو دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے راستے میں ایک جگہ (موجودہ سوئی سوئی کے قریب) ایک جنگل میں قیام کیا، وہاں ایک بوڑھی عورت "مائی سرائی" کے نام سے رہتی تھی، آپ نے اس سے اپنا کرتہ سینے کے لئے سوئی مانگی، کرتہ سینے کے بعد اُسے ایک درخت میں لگایا اور وہاں سے روانہ ہو گئے.

---

1 عباد الرحمٰن ص 32

2 کاملِ اولیاء ص 6

مرشد سے خلافت واجازت ملنے کے بعد حکم ہوا کہ اب وہاں جاکر رشد و ہدایت پھیلائیں
جہاں آپنے درخت میں سوئی چھوڑی تھی، لہٰذا وہاں تشریف لائے اور وہ سوئی اُسی
عورت کو واپس کی ¹ یوں سوئی شریف کا نام اُسی سُوئی یا پھر مائی سوائی کے نام
سے منسوب ہے۔

خرقہِ خلافت

آپ حضرت سید راشد جیلانیؒ کے اُن نامور خلفاء میں شمار ہوتے ہیں جن کے بارے
میں آپنے خود فرمایا کہ بعض خلفاء کو اُنکی خواہش کے مطابق خلافت دی گئی۔
بعض کو میں نے اپنی مرضی سے خلافت عنایت کی اور بعض کے لئے اللہ تعالیٰ کا
حکم ہوا کہ انھیں خلافت دے دو، اور یہ پنجابی سید (حضرت حسن شاہ جیلانیؒ)
میرے خلفاء میں سے اسی تیسرے گروہ سے تعلق رکھتا ہے جسے میں نے اللہ تعالیٰ کے
حکم سے خلافت عطا کی ²

خانقاہ کا قیام

اپنے مرشد کے حکم سے جب آپ سوئی شریف تشریف لائے تو یہ پورا علاقہ شرک، بدعات
اور گمراہی کا گہوارہ تھا اور جہالت کا دور دورہ تھا، دوسری طرف انگریزوں کے تسلط
کے باعث مسلمانوں کی اخلاقی، دینی اور روحانی حالت دگرگوں تھی، ان نامساعد حالات
میں آپنے دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبیاری کا کام شروع کیا۔ یہاں باقاعدہ

---

1 کاملِ اولیاء ص 6

2 عبیدی جامی یدِ بیضاء ص 45 ناشر: انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

خانقاہ اور مدرسہ قائم کر کے درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جہاں مسلمان بچوں کو قرآنی علوم خاص کر حفظِ قرآن کا درس دیا جاتا تھا اس کے علاوہ نماز، روزہ، ذکر و اذکار کی روحانی محفلیں منعقد ہونے لگیں اور اس طرح رشد و ہدایت کے سلسلہ کا باقاعدہ آغاز ہوا[1]

شہرت

آپکے زہد، تقویٰ اور خدمات کا شہرہ جلد ہی دور دور تک پہنچ گیا اور نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب بلوچستان دیگر کئی علاقوں سے لوگ آ آ کر فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ کی نگاہِ فیض اثر کے باعث اس خانقاہ سے بے شمار علماء مشائخ اور حفاظِ قرآن پیدا ہوئے جنہوں نے آگے چل کر خدمتِ دین اور روحانیت کو پھیلانے میں وہ عظیم خدمات انجام دیں جو بے مثال ہیں۔

انہیں لوگوں میں ایک بلند مرتبہ نام قطب الاقطاب سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف کا ہے جو حضرت جیلانیؒ کے تمام خلفاء میں سے نمایاں اہمیت کے حامل ہیں جن کی صحبتِ فیض رساں کے باعث مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوریؒ، خلیفہ مولانا تاج محمود امروٹیؒ اور خلفاء خانگڑھ جیسے عظیم سپوت پیدا ہوئے اور انکی انقلابی جدوجہد کے باعث نہ صرف دینِ اسلام کو تقویت ملی بلکہ انگریزوں کو بھی اس خطہ سے رخصت ہونا پڑا[2]

---

1 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 114
2 تذکرہ صوفیاء سندھ ص 271

شجرۂ نسب

1 حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانیؒ 2 ابنِ سید حبیب اللہ شاہ

3 ابنِ سید محمد شاہ جیلانی 4 ابنِ سید نور محمد شاہ

5 ابنِ سید محمد عاقل شاہ 6 ابنِ سید نادر زمان جیلانی

7 ابنِ سید بہادر زمان جیلانی 8 ابنِ سید حیدر زمان جیلانی

9 ابنِ سید نور زمان جیلانی 10 دو مولد شاہ نور زمان جیلانی

11 یک حیدر زمان شاہ دوئم حفی اللہ شاہ

12 ابنِ سید رسول شاہ 13 ابنِ سید محمد بہاول شاہ

14 ابنِ سید فیض اللہ شاہ 15 ابنِ سید تقی شاہ

16 ابنِ سید محمد شاہ 17 ابنِ سید نور اللہ شاہ

18 ابنِ سید شمس الدین محمد شاہ 19 ابنِ سید محمد علی شاہ

20 ابنِ سید شہمیر شاہ 21 ابنِ سید مسعود شاہ

22 ابنِ سید احمد شاہ 23 ابنِ سید سیف الدین محمد شاہ

24 ابنِ سید سیف الدین عبدالوہابؒ

25 ابنِ سید تا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی اخر[1]

خدمات

آپکی بے شمار دینی و روحانی خدمات ہیں۔ قرآن مجید کے علوم کی تدریس، حفاظ قرآن پیدا کرنا، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ حق دکھانا، غیر شرعی نفرت و

---

1 کاملِ اولیاء ص 13، 14

وجہاد، نسوار، تمباکو، اور دیگر نشہ آور اشیاء سے نفرت، شادی بیاہ کی تقریبات میں غیر شرعی امور سے منع کرنا شامل ہیں، اس کے علاوہ شرک وبدعات کے خلاف پیتن منارہ کا واقعہ آپ کا نمایاں کارنامہ ہے۔
اس جہاد میں آپ نے حضرت حافظ محمد صدیقؒ کی سرکردگی میں ایک لشکرِ جہاد تشکیل دیا جنہوں نے حملہ کرکے اُس مندر کو برباد کردیا جس کے ذریعے مسلمانوں کو شرک کی طرف راغب کیا جا رہا تھا، مندر کی جگہ بعد میں ایک مسجد اور مدرسہ قائم کیا گیا [1]
(تفصیل حضرت حافظ الملتؒ کے مجاہدانہ کارنامے میں شامل ہے)

شخصیت

آپ شریعت کے از حد پابند، صاحبِ تقویٰ اور زہد و ورع میں کامل عارف باللہ تھے، آپ اکثر دینی و تبلیغی مقاصد کی خاطر سفر کرتے رہتے تھے، جس سفر میں ذرا سا بھی دنیوی مقصد کارفرما نظر آتا فوراً سفر ترک کردیتے [2]

وصال

آپ کا وصال 26 ذی قعدہ 1253ھ میں ہوا [3] جبکہ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی نے آپ کا سنِ وفات 1254ھ / 1838ء تحریر کیا ہے [4]

خلفاء مجاز

آپ کے تمام خلفاء میں سب سے اہم اور نمایاں نام حضرت حافظ محمد صدیقؒ

---

1. عبادالرحمٰن ص 52
2. کاملِ اولیاء ص 32-33
3. ایضاً
4. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 114

بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف کا ہے (جو ہمارا موضوع ہے)

دیگر خلفاء کرام کا مختصر تعارف اِس طرح ہے۔

خلیفہ عبدالرحمٰن چھاندن شریف

انھوں نے آپکی جماعت کی اصلاح تربیت اور تبلیغ کی خاطر بہت سے سفر کئے جن میں ہندوستان، مارواڑ، اور جیسلمیر وغیرہ شامل ہیں۔

خلیفہ حاصل فقیر

یہ ذات کے بزدار تھے اور تحصیل میر پور گڑھی کے رہنے والے تھے، خدمت و اجازت حاصل تھی، ان کی خانقاہ بھی موجود ہے۔

خلیفہ سید عبدالقادر

ان کا تعلق خاندانِ سادات سے تھا اور علاقہ خاکی گنڈی علی پور ملتان سے تعلق رکھتے تھے، وہیں خانقاہ بھی ہے۔ پنجاب میں بے شمار مریدین ہیں۔

خلیفہ یار محمد

آپکی دینی خدمات بہت ہیں، درگاہ ملتان کے قریب مظفر گڑھ میں ہے۔

خلیفہ برتو شریف

آپ برتو شریف ضلع سرگودھا پنجاب کے رہنے والے تھے، خلافت و اجازت حاصل تھی۔ خانقاہ برتو شریف میں موجود ہے۔ [1]

---

[1] کاملِ اولیاء ص 37 - 39

فصل سوئم

انیسویں صدی؁ کے حالات اور واقعات

حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق رح بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف

(1236ھ/1819ء ـــ 1308ھ/1891ء) انیسویں صدی عیسوی کے عظیم عارفِ ربانی اور صوفی بزرگ ہو گزرے ہیں۔ اس لیئے ضروری ہے کہ اُن کے دور کے اہم واقعات اور حالات کا تذکرہ کیا جائے۔

تحریکِ مجاھدین

احمد شاہ ابدالی نے برصغیر پر سات حملے کئے، 1761ء میں مرھٹوں کے خلاف اُس نے فیصلہ کن جنگ لڑی جس کے باعث مرھٹوں کی قوت ہمیشہ کے لیئے ختم ہوگئی اور اس طرح مغلیہ سلطنت کو ایک طرح سے استحکام ملا۔

مرھٹوں کی سرکوبی کے بعد 1764ء میں پنجاب میں سکھوں نے سر اٹھایا، چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے چھٹی مرتبہ سکھوں کی سرکوبی کے لیئے 1767ء میں حملہ کیا، مگر اپنے ملک کے حالات کی ابتری کے باعث اُسے واپس افغانستان جانا پڑا۔ جس کا سکھوں نے فائدہ اُٹھا کر پورے پنجاب پر قبضہ کر لیا[1]

مغل حکومت میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ سکھوں کی یورش کا قلع قمع کر سکے، سکھوں کا قبضہ ایسے علاقوں پر تھا جہاں مسلمان اکثریت میں تھے لہٰذا انھوں نے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیئے۔

احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ کے دورِ حکومت 1793ء ـــ 1799 کے عہد

---

1 اسلامی انسائکلوپیڈیا ص 48

میں سکھوں کی قیادت رنجیت سنگھ کے ہاتھوں میں آئی۔ اُس نے اپنی مکارانہ تدابیر، مار دھاڑ اور لوٹ مار کے ذریعے جنوب میں ستلج شمال میں کشمیر اور پشاور تک کے علاقوں پر قبضہ کرکے اپنی حکومت قائم کرلی۔ 1818ء میں اُس نے ملتان 1819ء میں کشمیر اور 1834ء میں پشاور پر اُس نے قبضہ کرلیا [1]

ایسے حالات میں رائے بریلی کے مذہبی خاندان کے فرد سید احمد (م 1246ھ/1831ء) اور شاہ ولی اللہؒ کے پوتے، شاہ عبدالغنیؒ کے فرزند شاہ اسماعیل (م 1246ھ/1831ء) نے ایک جنگی لشکر تیار کرکے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا [2]

ان حضرات کی سکھوں کے خلاف یہ تحریک "تحریکِ مجاہدین" کے نام سے مشہور ہے۔ سکھوں کے خلاف شاہ اسماعیل اور سید احمد بریلوی کی یہ لڑائیاں چار برس تک جاری رہیں، آخرکار سکھوں کے لشکر کے سالار شیر سنگھ کے ہاتھوں 6 مئی 1831ء کو سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی "بالاکوٹ" کے مقام پر دوران جنگ شہید کردئے گئے، اور اس کے ساتھ ہی اس تحریک کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا [3]

اس تحریک کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے اور اس تحریک کی ناکامی کی اصل وجہ شاہ اسماعیل شہید کے وہابیانہ عقائد کو بتایا گیا ہے، برِ صغیر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلکِ اہل سنت سے تعلق رکھتی تھی، جنھوں نے اس تحریک کے بانیوں کے وہابیانہ عقائد کے باعث ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خیالات

---

1. انسائیکلو پیڈیا تاریخِ عالم جلد اول ص 338
2. چراغ محمد علی اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 108
3. مظہر ولی ایڈوکیٹ ہماری تحریکیں ص 328 مجلسِ کارکنانِ تحریکِ پاکستان ملتان 1986ء

سے شاہ اسماعیل دھلوی کے نظریات یکسر مختلف تھے جیسا کہ ولی منظہر ایڈووکیٹ لکھتے ہیں !

"اگر سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید حضرت شاہ ولی اللہ اور اُن کے والد شاہ عبدالرحیم کے روادارانہ اصول کو اپناتے تو آج اُن پر یہ انگشت نمائی نہ ہوتی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس میں وہابی تحریک کے اثرات کا بچشم خود مشاہدہ کر آنے کے باوجود اس سے اس درجہ متاثر نہیں ہوئے تھے جتنا سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل وغیرہ ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی نقد تصانیف سے ان فروعی اختلافات کو کم کرنے کی جدوجہد کی اور اعتدال کی راہ کو اپنایا، لیکن ان حضرات نے برصغیر کے مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دو فکری مکتبوں میں تقسیم کر دیا، شاہ اسماعیل شہید نے "تقویۃ الایمان" میں اُس وقت کی وہابی تحریک کے حددرجہ اثر کو قبول کرتے ہوئے بعض مسائلِ خفی کو مستقبل کے لئے باعثِ نزاع بنا دیا جو اس کے مشن کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب بنا"۔[1]

تحریکِ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس تحریک کے بانی امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی ہیں.

آپکے والد کا نام کا نام مولانا نقی علی خان تھا، آپکی ولادت 14 جون 1856ء میں ہندوستان کے شہر بریلی میں ہوئی۔[2]

---

1 ہماری تحریکیں ص 330

2 اکابرین تحریک پاکستان ص 287

آپ ذکاوت، فہم و فراست کے حیرت انگیز طور پر مالک تھے۔ محض تیرہ چودہ برس کی صغر سنی میں ان کا شمار فارغ التحصیل علماء میں ہونے لگا۔ آپ علوم قرآن، حدیث فقہ، تفسیر، فلسفہ، تصوف اور تاریخ کے علاوہ بے شمار دیگر علوم پر کامل دسترس حاصل تھی، آپ اردو، ھندی، فارسی، عربی کے بے مثل شاعر تھے۔ اس کے علاوہ علوم جدیدہ پر بھی انکی گہری نظر تھی۔ علم ریاضی، علم ہیئت اور نجوم پر بھی مہارت رکھتے تھے۔ فقہ میں تو نہایت ہی فطین اور باریک بین عالم دین مشہور ہیں جسکا اندازہ آپکی ضخیم "فتوٰی رضویہ" کے مطالعہ سے واضح طور پر ہوتا ہے۔ تبحر علمی اور تقوٰی میں اپنی مثال آپ تھے۔ عشق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم آپکے مسلک میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔

بریلوی تحریک کا باقاعدہ آغاز جامعہ مظہر العلوم بریلی سے ہوا جسکی بنیاد خود حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ڈالی تھی، بریلی کے بعد اس کا دوسرا بڑا مرکز مراد آباد قرار پایا جہاں 1328ھ/ 1911ء میں یہاں مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مدرسہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی [1]

حقیقی معنوں میں اس تحریک کا آغاز 1339ھ/ 1920ء میں ہوا جب تحریک موالات شروع ہوئی اور گاندھی نے ھندو مسلم اتحاد کا شوشہ چھوڑا۔ آپنے اس کی شدید مخالفت کی اور مسلمانان برصغیر کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا، آپکے معتقدین نے جماعت "رضاء مصطفٰی" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اس کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس

---

[1] اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص 331

کے نام سے دوسری تنظیم قائم کی گئی اور اسکا باقاعدہ نام جمہوریہ اسلامیہ مرکز رکھا گیا۔

1359ھ/1940ء میں قراردادِ لاہور کے اعلان کے ساتھ ہی بریلوی تحریک زور شور سے آگے بڑھی اور 1946ء، اپریل کی آل انڈیا سُنی کانفرنس منعقدہ بنارس میں مطالبہ پاکستان کی پُرزور حمایت کی گئی [1]

امام احمد رضا بریلوی کی یہ تحریک دراصل اُس ردِ عمل کا نتیجہ تھی جو نجد میں عبدالوہاب کے خیالات کی برصغیر میں شدومد سے اشاعت کی جارہی تھی جسکے سرخیل سید اسماعیل اور اُن کے ساتھی تھے، اور یہاں کی غالب اکثریت چونکہ اہل سنت مسلک سے تعلق رکھتی تھی، لہٰذا وہابی تحریک اُن کے نزدیک غلط تھی۔

بغور دیکھا جائے تو فاضل بریلوی کے مسلک کی بنیادی خصوصیت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امام رضا بریلوی ہر اُس خیال و نظریہ کو سختی سے رد کرتے ہیں جو عشق رسول ص کے رشتہ کو کمزور کرے۔ امام بریلوی کے نزدیک آں حضرت ص کی ذات و صفات کو موضوع بحث بناکر ان کے کمالات اور شان کو گھٹانے کی سازش دراصل وہ علماء سُو کر رہے ہیں جنھیں اغیار کی پشت پناہی حاصل ہے، لہٰذا اُن کے نزدیک عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو مٹانے کی اِن سازشوں کے خلاف آواز اُٹھانا ضروری ہے۔

بقول ڈاکٹر سید محمد عارف!

"ہم دیکھتے ہیں کہ ہم عالم اسلام میں اِس روحِ مقدسہ کے خلاف بہت سی آوازیں اُٹھیں، خود برصغیر پاک وہند میں اِس جزبہ کو مٹانے کی مسلسل

---

[1] اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص 331

اور منظم کوششیں کی گئیں، وہ اس طرح کہ فخرِ موجودات ﷺ کی ذاتِ اقدس کو مرکزِ بحث بنایا گیا. لیکن جذبہ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار اہل نظر علماء نے اس کے پیچھے چھپی ہوئی نیتوں کو بھانپ لیا. ان علماء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا شمشیرِ برہنہ کی طرح میدانِ عمل میں نکل آئے سوادِ اعظم کو اس دھوکہ سے بچانے کے لئے وہ حقیقت سے پردہ اٹھاتے رہے کہ مسلمان کا سرمایہ حیات جذبہ حبِ رسول ﷺ ہے، اس رشتہ محبت کے کمزور ہو جانے میں ملت کی تباہی پوشیدہ ہے. چنانچہ اعلیٰ حضرت نے محبت کے اس حیات بخش رشتہ کو کمزور کر دینے کی ہر سازش کو سختی سے مسترد کر دیا" 1

امام احمد رضا کمال درجے کی سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے اور ایک عظیم مدبر بھی تھے. علامہ اقبال نے آپکے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ بڑے غور و فکر کے بعد فیصلہ کرتے ہیں اس لئے انھیں رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی 2

آپ دو قومی نظریہ کے علمبردار تھے اور زندگی کے آخری ایام تک اس کے لئے کوشاں رہے وہ مسلمانوں کی ایسی آزادی چاہتے تھے جس میں ہندوؤں کی غلامی کا شائبہ تک نہ ہو. آپنے تحریکِ موالات جیسی تحریکوں کی سختی سے مخالفت کی. آپکے نزدیک مسلمانوں کے اپنے وطن کو چھوڑ کر چلے جانے میں فائدہ سراسر ہندوؤں ہی کا ہے. مسلمانوں نے چونکہ قریباً ایک ہزار برس تک یہاں حکومت کی ہے لہٰذا اُن کا اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر یوں چلے جانا

---

1 مجلہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا دسمبر کراچی 1996ء ص 53 از مقالہ ڈاکٹر سید محمد عارف
2 اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 289

کیسی طور درست نہیں ¹

آپ نے ہندوستان میں گاؤکشی پر پابندی کی بھی سخت مخالفت کی اور ان کانگریسی مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ روادارانہ رویئے کی بھی شدید مذمت کی ²

بریلوی مکتبہ فکر کی برصغیر پاک و ہند میں بے شمار دینی درسگاہیں ہیں جو دینی شرعی علوم کی اشاعت میں مصروف کار ہیں۔ یہ اکثر امام احمد رضا کے خلفاء کے ناموں سے منسوب ہیں۔ ان درسگاہوں میں لاہور کی جامعہ نظامیہ رضویہ، جامعہ نعیمیہ، دارالعلوم حزب الاحناف، کراچی میں دارالعلوم امجدیہ، جامعہ تبلیغیہ، ملتان میں مدرسہ انوار العلوم اور فیصل آباد میں مدرسہ مظہر العلوم بہت مشہور ہیں ³

انگریزوں کا تسلط

برصغیر پاک و ہند میں یورپی اقوام کی آمد کا سلسلہ سولہویں صدی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ اقوام جن میں پرتگیز، فرانسیسی، ڈچ اور انگریز شامل ہیں تجارت کی غرض سے یہاں آئے۔ یہاں کے بادشاہوں خاص کر مغلوں نے انکی پذیرائی کی۔ انھیں نہ صرف یہاں آنے اجازت دی بلکہ یہاں رہنے سہنے اور ہر قسم کی تجارت کرنے کی بھی کھلی چھٹی دے دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی عرصے میں یہ لوگ برصغیر کے طول و عرض میں پھیل کر آباد ہونا شروع ہو گئے۔

شروع میں دیگر اقوام کے ساتھ انگریزوں کی اچھی خاصی محاذ آرائی جاری رہی لیکن آخر کار

---

1 اکابرین تحریک پاکستان ص 290
2 - ایضاً — ص 292
3 اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص 331

انگریز ان اقوام کی طاقت کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ 1690ء میں انھوں نے یہاں ایسٹ
انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ شروع میں انکی غرض وغایت یہاں پر تجارت کو فروغ دینا تھا۔
مگر یہاں کے حاکموں کی کمزوریوں اور انتشار نے ان کے ارادے کو بدلنے پر مجبور کر دیا اور
وہ برصغیر پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ لہٰذا سب سے پہلے انھوں نے اس سلسلے
میں 1787ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ سے جنگ کی اور جلد ہی بنگال، بہار، اور اڑیسہ
کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط کر لیا[1]

اس کے بعد میسور کے حاکم حیدر علی اور ان کے بیٹے ٹیپو سلطان کے ساتھ انھوں نے لڑائیاں لڑیں
ان جنگوں میں بھی انھوں نے اپنی روائتی چالبازیوں، مکاریوں سے کام لیا اور کچھ غداروں کو اپنے
ساتھ ملا لیا، چنانچہ ٹیپو سلطان انھیں انگریز سامراجیوں کے خلاف مردانہ وار لڑتے ہوئے
4 مئی 1799ء میں سرنگا پٹم کے مقام پر شہید ہو گئے۔ اس کے چند سال بعد مرہٹہ سردار
سندھیا کی سیاسی قوت کا خاتمہ اور 1803ء میں دہلی پر انگریزوں کے قبضہ نے برصغیر پر
برطانوی راج کو مضبوط کر دیا[2]

اس کے بعد انگریزوں نے اپنے مکر وفریب اور سازشوں کے ذریعے اپنے اقتدار کو مزید وسعت
دینی شروع کر دی اور بتدریج مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے کی پالیسی پر گامزن رہے۔
1833ء تک مغلوں کے نام کا سکہ چلتا رہا لیکن مغل بادشاہ عملاً ایسٹ انڈیا کمپنی کے وظیفہ
خوار کی حیثیت سے حکمران رہے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد برصغیر پر
مسلمانوں کی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا اور یہ خطہ براہِ راست تاج

---

1 ہماری تحریکیں ص 76 — 100
2 محمد عبداللہ ملک تحریک و تاریخ پاکستان ص 13-14

کے تحت ہو گیا[1]

اس کے بعد مسلمانوں کی تباہی کا آغاز ہو گیا، جنگِ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد ان پر مظالم کے ایسے پہاڑ توڑے گئے جنکی نظیر نہیں ملتی، انگریزوں نے چن چن کر مسلمانوں کو قتل کیا، حالت یہ تھی کہ دہلی کے گلی کوچے پھانسی گھاٹ بن گئے اور ایک ایک روز میں سینکڑوں لوگ تختہ دار پر لٹکائے گئے[2] یوں مسلمانانِ برصغیر غلامی، یاس اور ناامیدی کے گہرے اندھیروں میں ڈوب گئے۔

قیامِ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد 30 مئی 1867ء میں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے رکھی، انہوں نے وفات (15، اپریل 1886ء) تک اسکی ترقی و توسیع کے لئے سرگرمی سے کام کیا۔ آپ ایک اچھے مناظر تھے اور قلیل تنخواہ لیتے تھے[3]

مولانا نانوتوی کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی کو دارالعلوم دیوبند کا سرپرست بنایا گیا جو 1905 تک تقریباً پچیس اسکے مہتمم رہے۔ اس کے بعد مولانا محمود الحسن کو صدر مدرس بنایا گیا۔ اس دارالعلوم نے سب سے زیادہ ترقی شیخ الھند ہی کے دور میں کی، اور آپ 1920ء تک اسکی تعمیر و ترقی میں کوشاں رہے اور پچاس روپے سے زائد مشاہرہ نہیں لیتے تھے[4]

اس مدرسہ کے لئے آپکی خدمات شاندار ہیں، بڑے بڑے علماء اس دارالعلوم سے فارغ ہو کر نکلے جنہوں نے آگے چل کر برصغیر کی تاریخ میں نام پیدا کیا، ان میں مولانا عبیداللہ سندھی

1۔ تحریک و تاریخ پاکستان ص 14
2۔ ہماری تحریکیں ص 219
3۔ اکابرین تحریک پاکستان ص 200
4۔ تحریک و تاریخ پاکستان ص 65

مولانا شبیر احمد عثمانی اور قاری محمد طیب وغیرہ مشہور ہیں۔[1]

علی گڑھ کالج کا قیام

علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید احمد خان ہیں وہ ایک درد دل رکھنے والے مسلمان تھے۔ اُن کے خیال میں مسلمانان برصغیر اسوقت تک اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ انگریزی زبان و تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کے لیے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ 1870ء میں جب وہ انگلستان سے واپس آئے تو انھوں نے ایک کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی، کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لئے ایک کالج کا قیام لازمی ہے۔ اس کمیٹی نے حکومت سے رابطہ کیا، وہاں سے بھی اس فیصلہ کی تائید کی گئی اور امداد کا وعدہ کیا گیا۔ لہٰذا 24، مئی 1875ء کو علی گڑھ میں باقاعدہ ایک اسکول کا افتتاح ہوا جو سر سید احمد خان کی انتھک کوششوں سے دو برس بعد ہی 8 جنوری 1877ء میں اسکول کو کالج کا درجہ مل گیا[2] آگے چل کر یہی کالج 1920ء میں علی گڑھ یونیورسٹی بن گیا۔

سر سید احمد خان کا نظریہ یہ تھا کہ جب تک مسلمان انگریزی میں مہارت حاصل نہیں کرتے کبھی بھی انگریزوں کے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ ان کی اس روشن خیالی کی علماء نے کافی مخالفت کی تاہم انھوں نے اپنے مشن کو جاری رکھا، علی گڑھ کالج سے کہیں زیادہ انکی تحریریں وجہ نزاع بنیں[3]

---

1. تحریک و تاریخ پاکستان ص 68
2. محمد اکرام شیخ موج کوثر ص 90، ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
3. موج کوثر ص 90-91

ندوۃ العلماء

ندوۃ العلماء کی بنیاد 1894ء میں اتر پردیش کے مشہور شہر لکھنو میں پڑی۔ اس کے قیام کا سہرا مولوی سید محمد علی کانپوری کے سر ہے، وہی اس کے پہلے ناظم بھی تھے، جبکہ اس کے قوائد و ضوابط مرتب کرنے والوں میں علامہ شبلی نعمانی اور تفسیرِ حقانی کے مصنف مولوی عبد الحق دھلوی شامل ہیں [1]

مدرسے کے مقاصد اچھے تھے اور اسکا تجربہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے اہم تھا لیکن یہ تجربہ پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا، اسکی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس مدرسہ کو مولانا شبلی کے بعد کوئی ایسی اہم مضبوط ہستی میسر نہیں آسکی جو اسکی اقدار کو بلند کر سکتی۔ اس مدرسہ سے فارغ ہونے والوں میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبد السلام ندوی، ابو ظفر ندوی، علامہ نجیب ندوی وغیرہ شامل ہیں [2]

انڈین نیشنل کانگریس کا قیام

انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد ایک آزاد خیال انگریز مسٹر ایلن آکٹیوم ہیوم نے 28، دسمبر 1885ء کو بمبئی میں رکھی [3]

اس کے مقاصد میں برصغیر کی تمام آبادی کو ایک قوم میں منسلک کرنا، سماجی، سیاسی، مذہبی اور اخلاقی میدان میں عوام کی بہتری کے لئے اقدامات کرنا، تمام نسلی اور صوبائی تعصبات کو مٹانا اور برصغیر کے عوام کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ کرنا شامل تھے۔ مسلمانوں نے بھی اس تحریک کا شروع میں بھرپور ساتھ دیا اور انگریزوں سے خلاف آزادی کی

---

1 تحریک و تاریخ پاکستان ص 77
2 - ایضاً - ص 80
3 - ایضاً - ص 101

تحریک نہایت زور شور سے چلائی جس کے روحِ رواں گاندھی جی تھے۔ لیکن جلد ہی مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ کانگریس کے ذریعے مسلمان اپنے دینی، مذہبی، سیاسی اور معاشی مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انہیں اپنی نئی جماعت قائم کرنے کی ضرورت کا احساس ہوا۔

مسلم لیگ کا قیام

مسلم لیگ کا قیام 30، دسمبر 1906ء کو عمل میں آیا۔ اس کے بانیوں میں نواب وقار الملک نواب سلیم اللہ خان، نواب محسن الملک اور سید امیر علی شامل تھے۔ ایک اجلاس منعقدہ ڈھاکہ میں مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کرنے کی قرارداد پیش کی گئی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ اس کے مقاصد میں بنیادی طور پر برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ہر شعبہ زندگی میں اُن کے مفادات کے تحفظ کی بات کی گئی تھی اور انگریزوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے قیام پر زور دیا گیا تھا[1]

مسلم لیگ کے کراچی اور علی گڑھ میں یکے بعد دیگرے اجلاس ہوئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کی بھرپور تائید مسلم لیگ کو حاصل ہوتی گئی۔ 23، مارچ 1940ء کو مسلم لیگ کے لاہور کے ایک بڑے جلسے میں نئی مملکت پاکستان کے قیام کی قرارداد منظور کی گئی۔ آخر کار اس کے سات برس بعد بھرپور جدوجہد اور قائداعظم محمد علی جناح کی عظیم قیادت میں مسلم لیگ ایک الگ وطن پاکستان کے قیام میں کامیاب ہو گئی۔ اور یہ نئی مملکتِ خداداد قائم و دائم ہے۔

---

[1] ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد اگست 1982ء ص 40 - 41

انیسویں اور بیسویں صدی میں سندھ کا معاشرہ

تعارفِ سندھ

موجودہ سندھ پاکستان کا جنوب مشرقی صوبہ ہے اور آبادی کے اعتبار سے پنجاب کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ اس کا کل رقبہ اٹھ ہزار اکیس مربع میل (موجودہ ہزار ایک سو تیرہ کلو میٹر) ہے۔ اس کے شمال مغرب میں پنجاب اور بلوچستان کے صوبے واقع ہیں، جنوب مغرب میں بحیرہ عرب کا ایک سو پچاس میل لمبا ساحل واقع ہے۔ اس صوبہ کا زیادہ تر حصہ سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ہے۔ ایرانیوں اور عربوں نے دریائے سندھ کو مہران کا نام دیا ہے اس لئے اس خطہ کو وادی مہران بھی کہا جاتا ہے [1]

سندھ کی قدیم تہذیب کے آثار موہن جودڑو، عامری اور کوٹ ڈیجی کی شکل میں دریافت ہو چکے ہیں۔ محمد بن قاسم نے سب سے پہلے اسے فتح کیا، پھر مسلمانوں کی آمد یقینی ہو گئی اور اسلام یہاں پر پھیلا اسی باعث اسے "باب الاسلام" بھی کہتے ہیں۔

یہ نیم گرم منطقہ میں واقع ہونے کے باعث سخت گرمی اور سردی کا علاقہ ہے۔ صوبہ کی غالب آبادی سندھی زبان بولتی ہے، لیکن اردو بھی بڑے شہروں میں کافی حد تک بولی جاتی ہے۔ اسکی وجہ وہ اردو بولنے والے مہاجرین کی آبادی ہے جو قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے بڑی تعداد میں یہاں آکر آباد ہو گئے تھے [2]

کراچی صوبہ کا سب سے بڑا شہر ہے بلکہ پورے ملک کا سب سے بڑا صنعتی اور تجارتی مرکز بھی ہے اور سب سے بڑی بندرگاہ بھی [3]

1۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص 960

2۔ ایضاً —

3۔ ایضاً —

انیسویں اور بیسویں صدی کا سندھ

انگریزوں کا قبضہ

سندھ پر انگریزوں کا باقاعدہ تسلط فروری 1843ء میں ہوا جب انھوں نے تالپوروں کو جنگ میانی اور دوآبہ میں شکست دیکر پورے سندھ پر قبضہ کر لیا۔[1]
انگریزوں کے اس غاصبانہ قبضہ میں ان کے ایک دیسی ایجنٹ ناؤمل نے اہم کردار ادا کیا۔ انگریزوں نے 1843 میں قلعہ حیدرآباد پر قابض ہونے کے بعد سندھ کو فتح کرنے کا اعلان کر دیا۔[2]
اس کے بعد چارلس نیپئر کو اسکی جنگی خدمات کے اعتراف میں سندھ کا پہلا گورنر اور پولیٹیکل ایجنٹ بنایا گیا۔ اس کے بعد مختلف کمشنروں کا تقرر ہوتا رہا۔ حضرت حافظ الملت محمد صدیق بھرچونڈی شریف کے زمانہ وصال 1891ء میں سندھ کا کمشنر ایچ۔ ای۔ جیمس (H. E JAMES) تھا جسے بمبئی سے کراچی بلاکر سندھ کا کمشنر بنایا گیا۔[3]

معاشرتی طبقات

اس دور میں سندھ کے اندر طبقاتی نظام مروج تھا۔ اونچے طبقے کے افراد کو ہر آسائش اور سہولت حاصل تھی۔ جبکہ عوام الناس، افلاس و غربت اور مصائب میں گرفتار تھے اور انکی زندگی جانوروں جیسی تھی۔

---

1. قدوسی اعجازالحق تاریخ سندھ جلد سوم ص 3
2. ۔ایضاً۔ ص 61
3. ۔ایضاً۔ ص 124

سندھ کے ھندو

سندھ کے بااثر طبقوں میں ایک طبقہ ھندؤں کا تھا جو پوری معیشت پر چھایا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے خون پسینے کی کمائی اُن کے جیبوں میں جاتی تھی، دوسرے الفاظ میں گویا سندھ کے غریب مسلمان اُن کے پاس رھن تھے، تجارت، ملازمت، تعلیم، غرض ہر شعبے میں اُن کا تسلط تھا۔

زمیندار، جاگیردار

سندھ میں ایک مقتدر طبقہ جاگیرداروں اور زمینداروں کا تھا جو غریبوں کی نہ صرف جان مال بلکہ عزت و آبرو تک کا بھی مالک بنا ہوا تھا۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سندھ کے غریب عوام انگریزوں کے کم اور اِن جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے زیادہ محکوم تھے۔ گاؤں کا وڈیرہ اگر ناراض ہو جاتا تو لوگوں کی شامت آ جاتی تھی، نہ تو فصل کی کٹائی اور نہ ہی بوائی ممکن تھی۔ کسی کو جان سے مار دینا ایک معمولی بات تھی [1]

انتظامیہ

ایک اہم طبقہ سندھ میں انتظامیہ کا بھی تھا جو دراصل ھندؤں، جاگیرداروں اور زمینداروں کا پشت پناہ تھا۔ جو اُن کے جرائم کی نہ صرف پردہ پوشی کرتا تھا بلکہ اُن کو تحفظ بھی فراہم کرتا تھا۔ جھوٹے گواہ اِن طبقوں کے ہر وقت موجود رہتے جو ہر قسم کے کیسوں کو جھوٹی گواہی کے ذریعے کچھ سے کچھ بنا دیتے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے جو مختلف کیسوں میں پولیس کو رشوت کے لین دین میں مدد کرتے، یہ لوگ اکثر

---

1 تاریخ سندھ (فردوسی) جلد سوم ص 318

وڈیروں اور زمینداروں کے کارندے ہوتے تھے۔ گویا انگریزی دور میں پولیس کا کام امن و امان کے قیام سے زیادہ لوٹ مار، ظلم و تشدد، جھوٹ و فریب اور رشوت کا لین دین تھا [1]

سندھ کے اندر انگریزوں کے دور میں مظالم کی ایسی داستانیں بہت مشہور ہیں جنہیں پڑھکر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انگریزوں کا اصل مقصد مسلم اکثریت کو جہالت، افلاس، اوہام پرستی، سستی و کاہلی کا خوگر بنائے رکھنا تھا۔ جبکہ دوسری طرف ہندو اقلیت کو، علم، دولت، مراعات غرض ہر سہولت دیکر مسلمانوں کے ملی، قومی اور ذاتی تشخص کو ملیا میٹ کرنے کی یہ ایک گھناؤنی سازش تھی [2]

جعلی پیر اور سید

انیسویں صدی کو سندھ میں جہالت اور بے علمی کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اس دور میں جعلی پیروں کی بہتات تھی، خالص تصوف اور اصل صوفیائے کرام کی پیروی کی جگہ اوہام پرستی اور جہالت نے لے لی تھی۔ اگرچہ ایک طرف سید راشد شاہ جیلانیؒ اور حضرت حافظ الملت بھرچونڈی شریف جیسے فیض کے چشموں سے مخلوقِ خدا روحانی پیاس بجھا رہی تھی لیکن چونکہ علم کی کمی اور جہالت کا دور دورہ تھا جس کے باعث اکثریت کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے سے قاصر تھی۔ قبر پرستی اور مشرکانہ رسومات عام تھیں اور بدعات کا مروج تھا۔

عوام الناس کی اس جہالت اور بے علمی سے نقلی پیروں نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ اور ان کے اختیارات میں اضافہ ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان جعلی پیروں

---

1. حسام الدین راشدی ھو ڈکھی ھو ڈیعنی باب ہشتم
2. ۔ ایضا ۔

اور سیدوں کے چکر میں آ کر عوام جو پہلے ہی غربت کی چکی میں پس رہے تھے مزید مفلسی کا شکار ہونے لگے. یہ وہ دور تھا جب سندھ میں مصنوعی پیروں کی خانقاہیں عروج پر تھیں 1

چنانچہ یہ وہ حالات تھے جن سے انیسویں اور بیسویں صدی کا سندھ گزر رہا تھا. اس دور کی مذہبی حالت کا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عمدہ نقشہ کھینچا ہے. بغور دیکھا جائے تو انھوں نے ان حالات کی درست تصویر کشی کی ہے. اس دور کے علماء اور مشائخ کے بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں!

"اس دور کے مسلمانوں میں اگر اہلِ یہود کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو اُن علماءِ سُو کو دیکھو جو طالبِ دُنیا ہیں اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں اندھے ہوئے جاتے ہیں، کتاب و سنت کی نصوص سے اعراض برت رہے ہیں" 2

مشائخ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ!

"اگر عیسائیوں کا نمونہ اپنی قوم میں دیکھنا چاہتے ہو تو آجکل کے پیروں اور اُن کی اولاد کو دیکھو جو اپنے آبا و اجداد کے حق میں کس قسم کے خیالات رکھتے ہیں. اور انھیں کھینچ تان کر کہاں تک طول دے دیا ہے" 3

بعینہ یہی نقشہ حضرت حافظ الملتؒ نے اپنے دور کے پیروں کا اس طرح

---

1 قدوسی اعجاز الحق تاریخ سندھ جلد سوئم ص 214

2 دہلوی شاہ ولی اللہ محدث الفوز الکبیر ص 17 ترجمہ رشید احمد انصاری

3 ۔ ایضاً ۔ ص 19

کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں! (ایک تمثیل کے بیان کرنے کے بعد)

"اس زمانہ کے پیر اُس ریچھ کی مانند ہیں جو اپنے آباؤ و اجداد کے کشف و کرامات کے حوالے سے مخلوق کو اپنے دامِ فریب میں پھنسا لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے دامِ تزویر سے نکل گئے تو ہمارا گزارہ کیسے طرح ہوگا۔ مرید کشف و کرامات کے خوف اور پیر اپنے آباؤ و اجداد کے ننگ و عار کے باعث ایک دوسرے سے چمٹے رہتے ہیں یہاں تک کہ دنیا میں ہلاکت و مصیبت کے گرداب میں پھنس کر مرجاتے ہیں۔" [1]

=

[1] جامِ عرفان ترجمہ ملفوظاتِ حافظ الملت ص 119

بابِ دوم

احوال و آثار حضرت حافظ الملتؒ

باب دوئم

احوال و آثار حضرت حافظ الملت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

فصل اول :

حالات زندگی

سرزمینِ سندھ کو بلاشبہ یہ شرفِ عظیم حاصل ہے کہ یہاں بے شمار عارفانِ حق نے جنم لیا، جنھوں نے اپنے سیرت و کردار سے لاکھوں گمگشتانِ راہ کو صراطِ مستقیم دکھائی اور خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے کا عظیم کام انجام دیا اور اُن کے قلوب کو آلائشوں و کدورتوں سے پاک کرکے مصفا بنایا۔

انہیں نیک و برگزیدہ ہستیوں میں ایک آفتابِ ولایت حضرت سید العارفین حافظ الملت محمد صدیق بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف ہیں۔

آباء و اجداد

آپکے آباء و اجداد و نسب کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے کے مطابق آپ خاندان قریش سے تعلق رکھتے تھے، جو کیچ مکران کے راستے سندھ میں داخل ہوا[1] ایک روایت کے مطابق آپکے والد میاں محمد ملوک نے یہاں آکر سندھ کی مشہور قوم "سمیجہ" میں نکاح کیا اور اسی نسبت سے سمیجہ کہلائے، گویا یہ نسبت ننھیالی خاندان کی طرف ہے[2] اسی خیال کی تائید الشریعت میں بھی کی گئی ہے[3]

ایک دوسری رائے ہے کہ آپ کا تعلق سندھ ہی کی مقامی قوم سمہ سے ہے[4] یہی رائے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی بھی ہے، اُن کے نزدیک آپکا خاندان کسی اور

---

1 مغفور القادری سید عباد الرحمٰن ص 28-29 فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور مطبوعہ سنہ 1969ء

2 معارف حافظ الملت از مقالہ فدا حسین انصاری ص 114 حافظ الملت اکیڈمی بھرچونڈی شریف 1997

3 ماہنامہ الشریعت سوانح حیات نمبر اکتوبر 1981ء ص 5

4 فاروق القادری سید جام عرفان ص 11 فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور

خط سے نقل مکانی کر کے نہیں آیا بلکہ آپ یہیں کی مقامی سمیجہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں[1]
یہی وجہ ہے کہ اس خانوادہ کے تمام افراد اپنے ناموں کے ساتھ "سمیجہ" ہی لکھتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ کا تعلق واقعی سید یا قریشی خاندان سے ہے تو پھر خود کو سمیجہ کہلوانے کے کیا معنی ہیں ؟ آخر اپنے عالی نسب کو چھپانے کی ضرورت کیونکر محسوس کی گئی ؟ حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ عام طور پر سماجی لحاظ سے نسبتاً کمتر خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد اپنا نسب چھپا کر خود کو بڑا خاندان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہاں اس کے بالکل برعکس صورتِ حال ہے۔

اس دلیل میں بھی کوئی وزن نظر نہیں آتا کہ سید یا قریش خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود محض دوسری قوم میں شادی کے باعث اپنی عالی نسبی کو چھوڑ کر خود کو سمیجہ کہلوانے لگے ۔ اور شرعی لحاظ سے بھی یہ بات ناجائز ہے کہ اپنی قوم کا نسب چھپا کر دوسری قوم کی طرف خود کو منسوب کیا جائے ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ :۔

"حضرت ابوذر رضہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص جانتے بوجھتے اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس نے کفر کیا"[2]

دوئم یہ کہ خاندانی سلسلہ ویسے بھی باپ کی طرف سے چلتا ہے نہ کہ والدہ کی طرف سے۔
چنانچہ ان دلائل کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ محض ننھیالی خاندان کی نسبت کے باعث سید یا قریش کے بجائے سمیجہ کہلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اور قرین قیاس یہی ہے کہ

---

1. بروایت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب زبانی مورخہ 12.4.93 شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد
2. ریاض الصالحین جلد دوئم ص 863 ترجمہ مولانا قیام الدین حسینی

آپکا تعلق یہاں کی اسی مقامی سمیجہ قوم ہی سے ہے۔ اسی بات کی تائید سید محمد فاروق القادری صاحب نے کی ہے جنھوں نے اپنے ہی والد سید مغفور القادری مصنف عبادالرحمٰن کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور اپنی تازہ رائے میں تاریخی حوالے سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت حافظ محمد صدیق علیہ رحمت کا تعلق سندھ ہی کے مقامی قبیلہ "سمہ" ہی سے ہے جسکا ایک پاڑہ بھرچونڈی ہے اور خانقاہ کا نام بھی اسی سے منسوب ہے [1]

بہرحال آپ جس خاندان قوم یا قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں اس سے آپکی ولایت، سیرت و کردار اور ان عظیم خدمات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور قرآن مجید کی رو سے تو یہ خاندان و قبیلے ویسے بھی محض شناخت کا باعث ہیں نہ کہ بلندی و برتری کا۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۝

ترجمہ: "ہم نے تمہیں مختلف گروہوں میں بانٹا پھر تمھارے قبیلے بنائے تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ بے شک اللہ کے نزدیک قابلِ احترام وہی ہے جو صاحبِ تقویٰ ہے" (الحجرات - 13)

تحقیق اقوامِ سمہ

حضرت حافظ الملت کا تعلق چونکہ سمہ قوم سے بیان کیا گیا ہے لہٰذا ہم اس قوم کے بارے میں کچھ تحقیق کرتے ہیں۔

---

1 فاروق القادری سید عبادالرحمٰن اشاعت دوئم 1991ء (دیباچہ ص ط)

اصلیت

سمہ کو بعض لوگوں نے سماس لکھا ہے جبکہ فارسی مورخوں نے سمہ کی جمع سمگان تحریر کیا ہے [1]
سمہ کی اصلیت کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض افراد نے اس قوم کے نسب کو عکرمہ بن عصام بن ابی جہل سے ملایا ہے [2] مگر اسکی مترجم تحفۃ الکرام نے تردید کی ہے۔ اُن کے نزدیک عکرمہ خود ابوجہل کا بیٹا تھا جو مکہ شریف کی فتح کے بعد مسلمان ہوا اور یرموک کی لڑائی میں شہید ہوا [3]
بعض کا خیال ہے کہ سمہ قوم کی نسبت سام بن عمر ہشام بن ابولہب کی طرف ہے، کچھ کے نزدیک یہ جمشید کی طرف نسبت رکھتے ہیں اور جس کے باعث بعد میں انھوں نے جام کا لقب اختیار کیا [4]
کچھ لوگوں کے خیال میں یہ سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ جیسا کہ اس قوم کے شجرہ سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے انھیں سمہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے [5]
یورپین مورخین میں سے الیٹ اور انسائکلو پیڈیا برٹینیکا نے انھیں نو مسلم راجپوت لکھا ہے جسکی انسائکلو پیڈیا آف اسلام کے مضمون نگاروں نے تائید کی ہے [6]
چچنامہ کے مصنف کا خیال ہے کہ سمہ قبیلہ کے لوگ سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد سے قبل ہی آباد تھے اور جب محمد بن قاسم یہاں آیا تو ان لوگوں نے ڈھول باجے سے

---

1 قدوسی اعجاز الحق تاریخ سندھ جلد اول ص: 440
2 قانع علی شیر تحفۃ الکرام ص 121 ترجمہ مخدوم امیر محمد
3 - ایضاً -
4 - ایضاً - 5 - ایضاً -
6 قدوسی اعجاز الحق تاریخ سندھ جلد اول ص 441

اسکا استقبال کیا اور محمد بن قاسم نے ایک عرب سردار "خریم" کو سمہ کا سردار بنایا[1]
تاریخ طاہری کے نزدیک سمندر کے کنارے والا ملک سمہ کے ماتحت ہوگیا جہاں انکی نسل
اب تک آباد ہے نیز رائے بہادر اور جام سہتہ جو کچھ کے چھوٹے اور بڑے راجا ہیں
سمہ ہی کی اولاد ہیں۔[2]
تاریخ سندھ (سندھی) کے مصنف محمد ابراہیم انصاری نے سید سلیمان ندوی کے حوالے سے
لکھا ہے کہ جب سندھ کا والی داؤد بن یزید مقرر ہوا تو اُس کے ساتھ صمہ کا والد
ابو الصمہ (المتغلب الیوم) بھی سندھ آیا اور یہاں قابض ہوا۔ چنانچہ سندھ کا
سمہ قبیلہ صمہ ہی کی اولاد میں سے ہے[3]
بعض تاریخ نویسوں کے نزدیک سمہ غیر مسلم راجپوت تھے۔ اُن کے خیال میں دوارکا
کے راجہ کرشن کی ساتویں رانی جامبوتی کے بیٹے سامبا نے دریائے سندھ کے دونوں
اطراف میں زابلستان تک حکومت کی بنیاد ڈالی جسکا صدر مقام "سمبا نگر" یا
"مینا نگر" تھا، یہی حکومت دراصل "سندھ سمہ" کہلاتی تھی۔[4]

سمہ قوم کا مذہب

سمہ قوم کے بارے میں کافی آرا ہیں کہ آیا وہ شروع ہی سے مسلمان تھے یا بعد میں
انھوں نے اسلام قبول کیا۔ زیادہ تر تائید اسی رائے کی کی گئی ہے کہ یہ دراصل
مسلمان ہی تھے اور اُن کا صدر مقام ٹھٹھہ تھا اور سرکاری لقب "جام" تھا[5]

---

1. تاریخ سندھ ص 441
2. ایضاً —
3. انصاری محمد ابراہیم تاریخ سندھ سندھی ص 183 بحوالہ اسٹو فیریئر ریو ڈسکو
4. ایضاً — ص 185
5. قدوسی اعجاز الحق تاریخ سندھ ص 141

یہ لوگ کب مسلمان ہوئے اور کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے؟ تاریخ ہمیں اس بارے میں زیادہ نہیں بتاتی۔ اِن کے ناموں میں سے بعض ہندوانہ اور بعض مسلمانوں جیسے لگتے ہیں۔ اعجاز الحق قدوسی نے تاریخِ فرشتہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اِن میں سے جن کا نام ہندی طرز کا ہے وہ لوگ ہندو مذہب کے پیروکار تھے۔ جبکہ جن کے نام عربی انداز کے ہیں وہ مسلمان تھے۔ اُس کے نزدیک جام انڑ، جام جونا جام مانی، اور جام تماچی وغیرہ ہندو تھے [1]

اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا قدوسی کہتے ہیں کہ اسی طرح جام رائے ڈنہ کا نام اگرچہ بالکل ہی ہندوانہ ہے لیکن تاریخِ معصومی میں وہ خود کو مسلمانوں کا محافظ کہتا ہے [2]

رحیم داد خان مولائی شیدائی نے ایڈمنڈسی ماکس کے حوالے سے لکھا ہے کہ سما قوم کا اصل مذہب "جین مت" تھا۔ اور سومروں و سموں کے نام اور اُن کی تمدنی زندگی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ لوگ نومسلم تھے [3]

ریک اور رائے کے مطابق سمہ راجپوت ہندو تھے اور ان کی بہت سی شاخیں تھیں مگر جب حکومت اُن کے ہاتھ آئی تو خود کو "جام" کے لقب سے پکارنے لگے [4]

سما کا اقتدار

سومروں کے دورِ حکومت میں سمہ اُن کے خیرخواہ اور مددگار تھے اور ہر معاملے میں اُن

---

1. قدوسی تاریخ سندھ ص 443
2. ۔ایضاً ۔
3. انصاری محمد ابراھیم تاریخ سندھ ص 185 بحوالہ جنت سندھ رحیم داد مولائی شیدائی
4. عبدالغنی عبداللہ تاریخ سندھ (سندھی) ص 107 انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی جامعہ سندھ حیدرآباد 1986ء

اُن کا ساتھ دیتے تھے اور ان کے اقتدار کو مضبوط کرنے میں اُن کے ساتھ تھے مگر جب سومرا کا اقتدار مضبوط ہو گیا اور وہ طاقتور ہو گئے تو سمہ کے ساتھ جبر و ظلم کا سلوک روا رکھنے لگے اور اپنی طاقت و حکومت کے بل بوتے پر سمہ کو ستانے سے باز نہیں آتے تھے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ گائے کے بچھڑے پر ان دونوں قوموں کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں سمہ شکست کھا کر علاقہ کچھ کی طرف فرار ہو گئے [1]

سموں کا بنیادی طور پر آباد کردہ شہر "ساموتی" یا سمی آباد" تھا جو اب ٹھٹھہ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر مکلی کی پہاڑی کے قریب واقع ہے۔ اس شہر کو "سما نگر" یعنی سموں کا شہر بھی کہا جاتا تھا [2]

سومروں سے شکست کھانے کے بعد "کچھ" پہنچ کر سما جاڑیجا قوم کے ہمسائے بنے، جاڑیجا سردار نے انھیں اپنے ہاں آباد کیا اور کاشتکاری کے لیئے زمینیں دیں۔ آہستہ آہستہ جب اُن کے پاؤں مضبوط ہو گئے تو وہ اُن کے قلعہ قبضہ کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ آخر ایک روز سازش کے تحت انھوں نے قلعہ میں اپنے آدمی بھجوائے اور ایک خونریز جنگ کے بعد قلعہ پر قابض ہو گئے [3] اس طرح اُن کی حکومت کا آغاز ہوا۔ "کچھ" میں حکومت کرنے والے سمہ سندھ کے دیگر علاقوں میں رہنے والے سمہ قوم کی پشت پناہی کرتے رہے [4]

خاندانِ سومرا کے بعد کے حاکم عیاش ثابت ہوئے، جس کے باعث انکی طاقت گھٹ گئی، پھر

---

1 عبداللہ عبدالغنی تاریخ سندھ حصہ سوئم ص 107

2 - ایضاً -

3 - ایضاً - ص 109

4 - ایضاً -

دھلی کی لشکر کشی نے انکی طاقت کو ختم کر کے رکھ دیا، انکی کمزوری کا فائدہ سماکو ہوا.
اب ان سے بڑھ کر سندھ میں کوئی اور طاقتور قوم باقی نہ رہی!

سومروں کے آخری حاکم حمیر (ارمیل) کو سموں نے قتل کر دیا اور اسکی گردن قلعہ
کے دروازہ پر لٹکادی. اس طرح سندھ کا اقتدار سومروں سے نکل کر سموں
کے ہاتھ آیا. سموں نے اپنی قوم کے ایک شخص "انڑ" کو اپنا سردار بنایا. اس نے تخت
پر بیٹھ کر "جام" کا لقب اختیار کیا اور اپنا صدر مقام سما نگر کو بنایا[2]

سموں نے اپنے دور میں ایک مضبوط حکومت قائم کرلی. چونکہ یہ لوگ سندھ کے قدیم
باشندے تھے اس لئے ان کے اقتدار کا زمانہ سندھ کی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے.

سما کا انتظامِ حکومت

سمہ خاندان کی حکومت کے دور میں پورے سندھ میں خوشحالی، راحت و اطمینان کا دور
دورہ تھا. سما بادشاہوں نے سندھ میں قیامِ امن کے لئے بہت سے اقدامات کئے، انھوں
نے ڈاکوؤں کو کچل دیا اور فوجی قوت کو مضبوط کیا[3]

سما خاندان شریعت کے پابند تھے، ان کے زمانے میں اسلام اور دینی پاسداری کی وجہ سے
عربوں میں سندھ "عرب صغیر" یعنی چھوٹا عرب جبکہ ھندوستانیوں میں "باب الاسلام"
یعنی اسلام کا دروازہ کے نام سے مشہور ہوا[4]

سمہ نے پورے ملک میں تعلیم کو عام کیا، مدرسوں کے لئے الگ عمارتیں قائم کیں، حالانکہ اس
سے پہلے تدریس کا کام محض مساجد میں ہوتا تھا، صرف ٹھٹھہ شہر میں انھوں نے

---

1 انصاری محمد ابراہیم — تاریخ سندھ — ص ۱۰۹
2 - ایضاً - — ص 186
3 قدوسی اعجاز الحق — سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 165 نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد 1983ء
4 - ایضاً -

سکندرون بعض روایات میں ایک ہزار مدارس قائم کیے. بکھر، سیہون اور کاہان بھی بڑے تعلیمی مراکز شمار ہوتے تھے [1]

سمہ حکمران اور ان کا دورِ حکومت

سمہ بادشاہوں کے دورِ حکومت کی تفصیل اس طرح ہے. [2]

1. فیروزالدین جام انڑ بھا بھینہ (751ھ / 1351ء تا 753ھ/1352-53ء)
2. صدرالدین جام المعروف جام جونہ (753ھ/1352-53ء تا 768ھ/ 1366-67ء)
3. رکن الدین جام تماچی 768ھ/1366ء تا 777ھ/ 1375-76ء)
4. علاؤالدین جام جونہ بن بابھینہ 777ھ/1375-76ء تا 790ھ/ 1388-89ء)
5. سلطان رکن الدین شاہ تماچی دوئم (791ھ/ 1388ء تا 795ھ/1392-93ء)
6. جام صلاح الدین 795ھ/1392-93ء تا 806ھ/ 1403-4ء)
7. جام نظام الدین 807ھ/ 1404ء تا 809ھ/ 1406-7ء)
8. جام علی شیر (809ھ/ 1406ء تا 815ھ/ 1412ء)
9. جام کرن بن خیردین (816ھ/ 1413
10. جام سکندر شاہ صدرالدین 816ھ/ 1413ء
11. جام فتح خان بن صدرالدین 816ھ/ 1413ء تا 831ھ/ 1427ء)
12. جام تغلق شاہ جونہ 831ھ/ 1427ء تا 857ھ/ 1453ء)
13. جام مبارک 857ھ/1453ء

---

1. سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 165
2. تفصیلات کے لیے دیکھئے تاریخ سندھ اعجاز الحق قدوسی جلد اول ص 444 تا 468.

14 جام سکندر شاہ ثانی (857ھ/1453ء تا 858ھ/1454ء)

15 سلطان صدر الدین شاہ سنجر عرف رائے ڈنہ (858ھ/1454ء تا 866ھ/1461ء)

16 جام نظام الدین ثانی معروف بہ جام نندن (866ھ/1461ء تا 914ھ/1508ء)

سمہ حکومت کا خاتمہ

سمہ حکومت کا خاتمہ شاہ بیگ ارغون نے کیا اور اس کے بعد اسی کے نام "ارغون" حکومت کی بنیاد پڑی [1]

اب ہم واپس حضرت حافظ الملت کے حالاتِ زندگی کی طرف آتے ہیں۔

اسم شریف

آپ کا اسم گرامی حافظ محمد صدیقؒ تھا جبکہ والدِ محترم کا نام میاں محمد ملوکؒ تھا۔

ولادت سے قبل کا واقعہ

حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت کی پیدائش سے قبل کا واقعہ ہے کہ ایک مشہور بزرگ (روایت کے مطابق حضرت حکم الدین سیرانیؒ) شاہی سڑک سے گزر رہے تھے۔ آپکے والدِ محترم میاں محمد ملوکؒ قریب ہی اپنی کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے۔ اس بزرگ نے جب انھیں دیکھا تو گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ سے ملے، خیریت وعافیت پوچھی اور رخصت ہو گئے۔
کچھ عرصے بعد یہی بزرگ اپنے سفر سے لوٹے تو اسی راستے سے گزر ہوا، حسنِ اتفاق سے میاں محمد ملوک اسی طرح اپنی زمینوں میں کام کر رہے تھے، لیکن اب کی مرتبہ اس

---

[1] سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 167

بزرگ نے آپ پر کوئی التفات نہ کیا ، میاں صاحب خود جا کر ان سے ملے مگر انھوں نے پہلے جیسی پذیرائی نہ کی ۔ آگے جا کر جب اس بزرگ کے ایک خادم نے اسکی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ پہلی مرتبہ اس شخص (میاں محمد ملوک ؒ) کی پیشانی پر ایک مردِ کامل کا نور تو چمکتا ہوا نظر آیا تھا ، اب وہ کسی اور جگہ منتقل ہو گیا ہے [1]

ولادت

آپکی ولادت کی مکمل تاریخ کہیں دستیاب نہیں تاہم سنِ ولادت 1234ھ/1819ء ہے [2]

حصولِ علم

ابھی آپ عالمِ طفولیت ہی میں تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا ، اور آپکی تعلیم و تربیت کے سارے فرائض آپکی والدہ ماجدہ کے سر پر آن پڑے ۔ شروع میں والدہ نے ایک حافظِ قرآن کا اہتمام کیا ، جس سے آپ کچھ عرصہ تک ناظرہ قرآن مجید پڑھتے رہے ۔ بعد میں مزید علمی ذوق و شوق آپکو سابق ریاست بہاولپور لے گیا ۔ جہاں آپ احمد پور ملکہ کے قریب ایک چھوٹی سی بستی "ماڑی جندو" کے ایک مکتب میں داخل ہوئے [3]

خواجہ صاحب السیر کی پیش گوئی

ایک روایت کے مطابق معروف بزرگ مخدوم کرم دین المعروف بہ صاحب السیر" کا گزر اسی بستی (ماڑی جندو) سے ہوا تو اپنے خادم سے فرمانے لگے کہ مجھے اس بستی

---

1 مغفور القادری سید عباد الرحمٰن ص 29

2 معارف حافظ الملت از مقالہ ڈاکٹر غلام علی الالانہ ص 15 حافظ الملت اکیڈمی بھر چونڈی شریف 1992ء

3 نعیمی محمد اقبال حسین تذکرہ اولیاء سندھ ص 156 ناشر شارق پبلیکیشنز کراچی 1987ء

سے کسی ولیِ کامل کی خوشبو آ رہی ہے۔ لہٰذا خادم کے مشورہ پر کھدر کے کپڑے کا تھان خرید کر مدرسہ میں تشریف لائے اور مکتب کے طالب علموں میں اسے تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اُس ولیِ کامل کی شناخت ہو سکے۔ اس کے بعد جوڑے اور چادریں بچوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ مدرسہ کے تمام طالب جوش و خروش سے کپڑے اور چادریں لینے لگتے ہیں لگتے ہیں۔ مگر اس سارے ہنگامے سے دور ایک بچہ خاموش کھڑا یہ منظر دیکھتا رہتا ہے چنانچہ حضرت مخدوم صاحبؒ اس بچے کو اپنے پاس بُلاتے ہیں اور چادر دینے لگتے ہیں۔ اس پر وہ بچہ گویا ہوتا ہے! "حضرتِ والا میں تو ایسی چادر چاہتا ہوں جو نہ تو کبھی پھٹے اور نہ ہی خستہ و پرانی ہو"! یہ سُن کر مخدوم صاحب اپنی چادر اُتار کر انہیں عطا کرتے ہوئے فرمایا! یہی وہ چادر ہے جس کی تجھے ضرورت ہے[1] پھر آپ نے فرمایا "اس یتیم بچے کے آستانے پر بڑی بڑی ہستیاں اپنا سر خم کریں گی"[2]

---

1 عباد الرحمٰن ص 31

2 محمد فاروق القادری سید جامِ عرفان ص 11 فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور

فصل دوئم

درِ حضور مرشد و مرتبہِ خلافت

حضرت سید محمد حسن جیلانی رح اپنے مرشد سید محمد راشد جیلانی رح کے حکم سے جب سوئی شریف تشریف لائے تو یہ سارا علاقہ جنگل اور ویرانہ تھا۔ یہاں آپ نے ایک تمبو (خیمہ) لگایا، اسی نسبت سے آپکا لقب "تمبو دھنی" مشہور ہوا [1]

آپکی آمد کے بعد یہ سارا علاقہ آباد ہو گیا۔ گویا جنگل میں منگل کا سماں بندھ گیا، دور دور سے تشنگان راہِ طریقت آکر روحانی پیاس بجھانے لگے۔ بھرچونڈی شریف قریب ہی تھا۔ آپکی شہرت سُن کر حضرت حافظ الملت محمد صدیق رح کی والدہ ماجدہ آپکو لیکر حضرت جیلانی سائیں رح کی خدمت میں لے گئیں۔ اُس وقت آپکی عمر گیارہ برس تھی۔ حضرت جیلانی رح نے باطنی نظر سے فوراً بھانپ لیا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر نامور دھنی بنے گا۔ آپ نے نہایت محبت اور خصوصی شفقت کا برتاؤ کیا اور کمال مہربانی سے اپنے ہاں ٹھہرا لیا اور آپکی نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی تربیت بھی کرنا شروع کر دی [2]

بیعت اور خرقہ خلافت

روایت ہے کہ آپکے روحانی مرتبہ و مقام کے پیشِ نظر کوئی بزرگ آپکو بیعت کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ ایک درویش نے آپ سے یہ بات کہہ رکھی تھی کہ آپکی بیعت صرف وہی کرے گا جس کے سامنے بھُنی ہوئی مچھلی زندہ ہو جائے۔ یہ سُن کر آپ مایوس

---

1 کوہر غلام فرید حیاتِ حضرت حافظ الملت ص 11

2 عباد الرحمٰن ص 32

ہوئے کہ نہ جانے کب اور کیسے بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہوگی اور کیونکر مرشد حاصل ہوگا ؟
ایک روز اتفاق سے حضرت سید حسن شاہ جیلانی رح کا گزر آپکی طرف ہوا ۔ اور آپکے ہاں
مہمان ٹھہرے ۔ اسوقت آپکے پاس سوائے ایک عدد مچھلی کے اور کوئی چیز موجود نہ تھی ۔
اُسی کو بھون کر آپ حضرت جیلانی سائیں رح کی خدمت میں لائے ۔ حضرت جیلانی رح
نے مسکرا کر فرمایا ، بھلا کبھی زندہ مچھلیاں بھی کھائی جاتی ہیں ! آپنے دستر خوان
اُٹھایا تو مچھلی زندہ تھی ، آپکو فوراً درویش والی بات یاد آ گئی ، اور فوراً جیلانی
سائیں رح کے سامنے بیعت کے لیئے بیٹھ گئے ، اور انھوں نے آپکو بلا تامل بیعت فرمالیا
اور چند روز کے اندر خرقہ عطا کر کے خلافت کے درجہ پر فائز کر دیا ۔ 1

خرقہ خلافت ملنے کے ایک عرصہ بعد تک اپنے مرشد کی بارگاہ میں رہ کر سلوک و عرفان کی
منزلیں طے کرتے رہے اور خانقاہ اور فقراء کی خدمت میں پیش پیش رہے

مرشد کے آستانے کا ادب

آپ اپنے مرشد اور اسکے آستانے کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے ۔ جب بھی زیارت کی خاطر سوئی
شریف جانا ہوتا راستے میں لنگر کے لیئے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھا کر لے جاتے ۔ اور ادب کا یہ عالم
تھا کہ اپنی جوتیاں راستے ہی اتار دیتے اور کبھی بھی جوتیوں کے ہمراہ خانقاہ کے علاقے میں پاؤں
نہ رکھا ۔ پیدل چل کر لکڑیاں لنگر میں اتارتے اور خانقاہ کے فقراء کے ساتھ نہایت تواضع اور
انکساری سے ملتے اور پھر مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے 2

مرشد کے وصال کے بعد بھی ادب و احترام کا یہی عالم رہا ۔ نہایت عقیدت سے مرشد کی مزار پر

---

1 عبدالحمید خان مرد مومن ص 21 فیروز سنز لمیٹڈ کراچی
2 کامل اولیاء ص 30

حافری دیتے اور ختم قرآن کا ثواب بخشتے۔ ادب واحترام کا یہ معمول خانقاہ بھوچوٹڈی شریف کے سجادہ نشینوں میں آجتک جاری ہے۔

خانقاہ کی خدمت اور محبت

آپ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید سوئی شریف میں سناتے تھے اور دستور یہ تھا کہ روزہ بھوچوٹڈی شریف میں کھولتے اور پھر نماز تراویح پڑھانے کے لئے پانچ میل پیدل چل کر مرشد کی خانقاہ سوئی شریف پہنچتے، نماز تراویح پڑھانے کے بعد پھر یہی فاصلہ پیدل طے کرکے واپس آتے۔ گویا اس طرح پورا مہینہ دس میل پیدل طے کرتے [1]

سوئی شریف کی پختہ مسجد حضرت سانول سائیںؒ کے دور میں تعمیر ہوئی، اسکی تعمیر میں آپنے بہ نفس نفیس شرکت کی۔ ہر رات چپکے سے جاکر گارا تیار کرتے اور اینٹیں ڈھیر کی شکل میں بنیادوں کے قریب رکھ دیتے۔ پھر فجر کے لئے وضو کے کوزے بھرتے اور پھر بھوچوٹڈی شریف واپس تشریف لاتے۔ صبح کو فقراء الفقراء دیکھتے تو تعمیر کا سامان تیار ملتا [2]

حضرت جیلانیؒ کی وفات

حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ بانی خانقاہ سوئی شریف کا وصال 1254ھ / 1838ء میں ہوا [3]

بوقت وصال حضرت جیلانیؒ حضرت حافظ الملتؒ کی عمر بیس برس تھی، گویا اس طرح آپکو ابتداء شباب ہی میں خلافت واجازت کا عظیم منصب حاصل ہوا۔

---

1 ید بیضاء ص 33

2 - ایضاً -

3 پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 114

حضرت جیلانی رح کے جانشین

حضرت حافظ محمد صدیق رح کے مرشد حضرت جیلانی سائیں نے نکاح نہیں کیا تھا۔ اس لئے آپکے بعد آپکے جانشین حضرت میاں محمد حسن عرف "بھورل سائیں" گدی پر بیٹھے۔ حضرت بھورل سائیں نے بھی اپنے مرشد کی اقتدا میں شادی نہیں کی تھی لہٰذا اُنکی کوئی اولاد نہ تھی، انہوں نے وفات سے قبل اپنے منصب پر حضرت حافظ محمد صدیق رح کو نامزد فرمایا لیکن آپنے کمالِ ادب کے پیشِ نظر اپنے مرشد کے مسند پر بیٹھنا گوارا نہ کیا اور اپنی جماعت کے ایک درویش اور مست فقیر ابوبکر عرف ساتول سائیں کو سجادہ نشین بنایا [1]

آپکے ادب و احترام کی یہ حالت تھی کہ باوجودیکہ خود خلافت و اجازت کے منصب پر فائز تھے حضرت ساتول سائیں کی جوتیاں سیدھی کرنا اپنے لئے باعث شرف سمجھتے تھے [2]

حضرت ساتول سائیں ذات کے کھٹہ تھے۔ انہوں نے نکاح کیا اور انکی اولادیں ہوئیں۔ آجتک انہیں کے خاندان میں سلسلہ سجادگی چلا آرہا ہے، سوئی شریف کے موجودہ سجادہ نشین پیر اعجاز حسین صاحب ہیں [3]

شجرۂ طریقت حضرت حافظ الملت محمد صدیق قادری رح

	سن وصال	
سید الانبیاء سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم	سن وصال	۱۱ ھ مدینہ منورہ
سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب	"	۴۰ ھ نجف شریف
حضرت سید الشہداء امام حسین رض	"	۶۰ ھ کربلا معلیٰ
حضرت امام زین العابدین رض	"	۹۶ ھ مدینہ منورہ

---

1 جام عرفان ص 13
2 - ایضاً -
3 راقم کی مورخہ 15/4/95 کو اُن سے خانقاہ سوئی شریف میں ملاقات ہوئی۔

حضرت امام باقر رضہ	114ھ	المدینہ منورہ
حضرت امام جعفر صادق رضہ	148ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت امام موسیٰ کاظم رضہ	183ھ	بغداد
حضرت امام علی رضا علیہ	203ھ	مشہد (ایران)
حضرت خواجہ حسن بصری رح	110ھ	بصرہ (عراق)
حضرت حبیب عجمی رح	156ھ	بغداد
حضرت داؤد طائی رح	165ھ	بغداد
حضرت معروف کرخی رح	200ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت سری سقطی رح	253ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت جنید بغدادی رح	298ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت ابوبکر شبلی رح	334ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت عبدالواحد تمیمی رح	425ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت ابوالفرج طرطوسی رح	447ھ	طرطوس
حضرت ابوالحسن ہکاری رح	486ھ	بغداد
حضرت ابوسعید مخرمی رح	513ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح	561ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت سیف الدین عبدالوہاب رح	593ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت شیخ صفی الدین صوفی رح	611ھ	۔۔ // ۔۔
حضرت سید ابوالعباس احمد رح	630ھ	حلب (شام)
حضرت سید محی الدین مسعود گیلانی رح	660ھ	۔۔ // ۔۔

حضرت ابوالحسن ضیاءالدین علی گیلانی رح	715ھ	حلب (شام)
ابو سراج الدین شاہ میر گیلانی	766ھ	حلب (شام)
حضرت شمس الدین محمد اعظم گیلانی	834ھ	-"-
حضرت ابو عبداللہ محمد غوث گیلانی	923ھ	اوچ شریف
حضرت سید عبدالقادر ثانی رح	940ھ	-"-
حضرت سید عبدالرزاق رح	942ھ	-"-
حضرت سید حامد محمد گنج بخش کلاں رح	978ھ	-"-
حضرت سید عبدالقادر ثالث رح	-	-"-
حضرت حامد محمد شمس الدین ثانی رح	-	-"-
حضرت سید عبدالقادر رابع رح	-	-"-
حضرت سید حامد محمد شمس الدین ثالث رح	-	-"-
حضرت سید حامد محمد گنج بخش ثانی رح	-	-"-
حضرت سید حامد محمد شمس الدین رابع رح	-	-"-
حضرت سید عبدالقادر آخرین کیمیاگر رح	1191ھ	(پیر کوٹ سدھانا جھنگ)
حضرت سید محمد بقاءؒ جیلانی	1198ھ	درگاہ پیر بگارا
حضرت سید محمد راشد شاہ جیلانی رح	1233ھ	-"-
حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی رح	1256ھ	سوئی شریف
حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق رح	1308ھ	پیر جھونڈی شریف

(جاری)

حضرت سید العارفین محمد صدیق بھرچونڈی شریف[1]

- حضرت حافظ محمد عبداللہؒ شیخ ثانی بھرچونڈی شریف
- خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ — دین پور
- خلیفہ تاج محمود امروٹیؒ — امروٹ شریف
- خلیفہ عبدالغفار خان گڑھیؒ — خان گڑھ شریف
- خلیفہ دل مرادؒ — جیکب آباد
- خلیفہ شمس الدین احمد پوریؒ — احمد پور لمہ

- خلیفہ رب ڈنہ عکارہؒ — لاڑکانہ
- خلیفہ ابوالخیر — کوئٹہ
- خلیفہ عمر شاہؒ — عراق
- خلیفہ عبدالعزیزؒ — کالا باغ
- خلیفہ عبدالرحمٰنؒ — کابل
- خلیفہ غلام محمدؒ — گوٹھ سیجہ (ڈہرکی)

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہ عرف پورل سائیںؒ

|
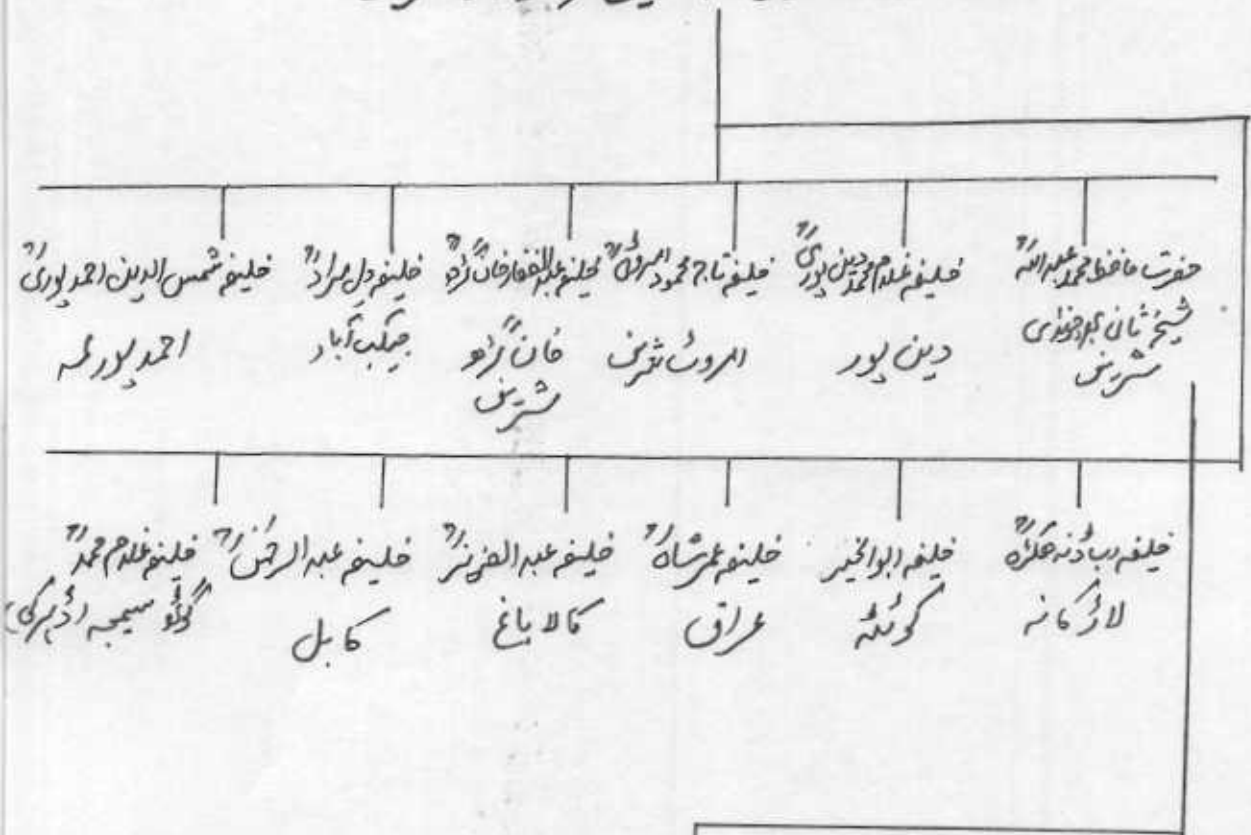
حضرت پیر عبدالرحیم صاحب شہید علیہ رحمت

|

حضرت پیر عبدالحلیم صاحب شہیدؒ

|

حضرت پیر عبدالخالق صاحب

(موجودہ سجادہ نشین)

---

1 جامِ عرفان ص 32 - 35 مردِ مومن ص 103 - 104

شاہ اسماعیل شہید سے ملاقات! حقیقت یا فسانہ؟

بعض تذکرہ نگاروں نے تحریکِ مجاہدین کے روحِ رواں سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلوی کی سوئی شریف آمد اور حضرت حافظ الملت کی ان سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

ان کے نزدیک ۱۲۴۱ھ میں مجاہدین کی سوئی شریف آمد کے وقت چونکہ آپ اپنے مرشد حضرت جیلانی کی خدمت میں رہتے تھے لہٰذا بوقت آمد زعماء آپکی ان سے ملاقات ہوئی اس طرح ان کے نزدیک آپ کا ان کے ساتھ قلبی تعلق تھا[1]

سید مغفور القادری صاحب اسکی تردید کرتے ہیں اور اسے ایک محض مفروضہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر ۱۲۴۱ھ میں سوئی شریف میں تحریکِ مجاہدین کے زعماء کی آمد تسلیم کی جائے تو تو آپکی تاریخ ولادت 1234ھ کے مطابق آپ اسوقت محض سات آٹھ برس کے بچے تھے[2]۔ حالانکہ آپ سات یا آٹھ برس کی عمر میں سوئی شریف آئے ہی نہیں تھے۔ پہلی مرتبہ جب آپکی والدہ ماجدہ آپکو حضرت جیلانی کی خدمت میں لائیں اسوقت آپکی عمر گیارہ برس تھی[3]

---

1 یوبیغاء ص 50-51

2 عباد الرحمٰن ص 70

3 ۔ ایضاً ۔ ص 32

فصل سوئم

خانقاہ بھرچونڈی شریف کا قیام

خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد آپکے مرشد حضرت جیلانی سائیں نے آپکو حکم دیا کہ اب جا کر خلقِ خدا کو ھدایت کی طرف بلائیں۔ لہٰذا اپنے مرشد کے حکم کے موجب لوگوں کو رشد و ھدایت کی طرف بلانے کی غرض سے آپ اپنے مسکن بھرچونڈی شریف واپس تشریف لائے [1]
یہاں آپنے 1287ھ/1872ء میں خانقاہ بھرچونڈی شریف کی بنیاد رکھی [2]
جبکہ عباد الرحمٰن کے دوسرے ایڈیشن کے دیباچہ کے مطابق یہ خانقاہ 1260ھ سے قبل قائم ہو چکی تھی [3]

بھرچونڈی کی وجہ تسمیہ

بھرچونڈی کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت نے اپنی خانقاہ کی بنیاد ایک نہر "برجنڈی" کے قریب رکھی تھی۔ اور بعد میں برجنڈی بگڑ کر بھرچونڈی بن گیا [4]

مگر کتاب مذکورہ کے دوسرے ایڈیشن مطبوعہ 1991ء کے دیباچہ میں فاضل مصنف سید منصور القادری کے فرزند سید محمد فاروق القادری نے اس نام کی صراحت کی ہے اور اس نام کی وجہ تسمیہ حضرت حافظ الملت کی قوم سیجہ کے باڑہ بھرچونڈ سے ٹھہرائی ہے، ان کے نزدیک بھرچونڈ در اصل آپکا تعیالی باڑہ ہے۔ اس طرح بھرچونڈ سے بھرچونڈی مشہور ہوا [5] (باوجود تلاش کے بھرچونڈ نامی باڑہ کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں فاضل مصنف نے نہ جانے کس حوالے سے یہ بات لکھی ہے؟)

---

1. الشریعت سوانح حیات نمبر ص 6
2. معارف حافظ الملت ص 34 از مقالہ میمن عبدالمجید سندھی
3. عباد الرحمٰن ایڈیشن دوئم 1991ء دیباچہ ص ی
4. عباد الرحمٰن ص 33
5. ایضاً - ایڈیشن دوئم ص (دیباچہ ی)

محلِ وقوع

خانقاہ بھرچونڈی شریف ضلع گھوٹکی میں ڈہرکی شہر سے شمال کی جانب دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور پختہ سڑک جاتی ہے۔ اس کے مغرب میں پینتھو میل کے فاصلہ پر سکھو جبکہ مشرق میں صادق آباد اور رحیمیار خان واقع ہیں، ڈہرکی شہر کھاد کے کارخانے کے باعث مشہور ہے [1]

تعمیر مسجد

خانقاہ کے باقاعدہ قیام کے بعد آپنے بھرچونڈی شریف میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہاں ایک عالیشان مسجد کی بنیاد رکھی، جس کی اساس کامل تقویٰ و طہارت پر تھی۔ جماعت کے فقراء اول سے لیکر آخر تک باوضو ہو کر اسکی تعمیر میں حصہ لیا اور مشہور ہے کہ اس مسجد کی ایک اینٹ بھی بغیر وضو کے نہیں لگی۔ حضرت حافظ الملت نے بہ نفسِ نفیس اسکی تعمیر میں حصہ لیا، مٹی اور گارا خود اٹھاتے اور یوں محمود و ایاز کا فرق مٹایا [2]

معمار کا واقعہ

مسجد شریف کا معمار شروع ہی سے آپکا معتقد ہو کر آپکے دستِ مبارک پر بیعت کرچکا تھا۔ اور اس نے مسجد کی تعمیر کا سارا کام بلا کسی معاوضہ و منفعت کے محض ثواب کی خاطر کیا۔ جب مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تو معمار مذکور اپنے گھر واپس جانے کے لئے اجازت لیکر اسٹیشن ڈہرکی کی طرف روانہ ہوا۔ اسکی جیب میں ملتان تک کا کرایہ نہ تھا۔ وہ اسی پریشانی میں چلا جارہا تھا کہ اسے پیچھے سے ایک مانوس آواز سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو حضرت

---

[1] (محقق)

[2] تذکرہ اولیاء سندھ ص 157

حافظ الملت ؒ کھڑے تھے، انھوں نے معمار کو ایک پوٹلی دیتے ہوئے فرمایا " میرے بھائی تم نے مسجد کا کام فی سبیل اللہ کیا، ہم بھی یہ فی سبیل اللہ تمہاری نذر کر رہے ہیں، معمار کی حیرت کی انتہا نہ رہی، آگے جا کر جب پوٹلی کھولی تو اپنی محنت سے زائد رقم موجود تھی 1

تعمیرِ مدرسہ

مسجد کے ساتھ آپنے ایک مدرسہ کی بھی بنیاد رکھی، آپنے قرآن مجید اپنے مرشد حضرت جیلانی ؒ کے ہاں حفظ کیا تھا۔ اور قرآن مجید سے بے حد شغف رکھتے تھے، قرآنی اور دینی علوم کے علاوہ آپنے خاص طور پر حفظِ قرآن کو عام کرنے کے لئے مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں بے شمار طلباء دور دور سے آکر قرآن مجید حفظ کرنے لگے۔ آپ روزانہ باقاعدگی سے حفظِ قرآن کا درس دیتے۔ یہ معمول آخر تک پابندی سے جاری رہا 2

اسی طرح بچیوں اور عورتوں کو قرآن مجید اور حفظ کی تعلیم آپکی ہمشیرہ دیتی تھیں، جہاں خواتین اور بچیوں کی بڑی تعداد تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ ان میں سے بہت سے حافظِ قرآن بنیں 3

لنگر کا قیام

مدرسہ کے طالبوں، باہر سے آنے والے فقراء اور مسافروں اور خانقاہ کے مکینوں کی شکم پوری کی خاطر آپنے لنگر قائم کیا، اسکی حیثیت محض کھانے پینے کی حد تک محدود نہ تھی بلکہ یہ ایک بیت المال کا درجہ بھی رکھتا تھا جہاں فقراء اپنی محنت مزدوری کے اصول

---

1 عباد الرحمٰن ص 49
2 - الفقا - ص 34
3 بروایت مفتی محمد رحیم سکندری خانقاہ پیر پگارا پیر گوٹھ زبانی مورخہ 18.4.95

پھر ساری کمائی اِس لنگر میں جمع کرتے اور پھر حسبِ ضرورت مستحقین میں نقد، غلہ، جنس، اشیاء یا کپڑے کی صورت میں تقسیم کیا جاتا [1]

خانقاہ کی شہرت

خانقاہ کے قیام کے بعد وادیٔ سندھ کا یہ دور افتادہ اور پسماندہ علاقہ ذکر و فکر کی مجلسوں سے آباد اور منور ہونے لگا۔ اور اللہ ھو اللہ ھو کی صداؤں سے گونجنے لگا۔ اِس طرح خانقاہ کی شہرت اِس خطے سے نکل کر دور دور تک پہنچنے لگی اور لوگ جوق در جوق آنے اور روحانی پیاس بجھانے لگے۔

بیعت کا سلسلہ

بڑی تعداد میں لوگ آکر آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ ایک اندازے کے مطابق آپکی زندگی میں تقریباً تین لاکھ افراد آپکے دستِ مبارک پر بیعت ہوکر اِس خانقاہ سے وابستہ ہوئے [2]

جن لوگوں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اُن میں صرف عوام الناس ہی نہیں بلکہ نامور متقی کرام علماءِ عظام اور سجادگان بھی شامل تھے۔ اِن میں بارہ بزرگوں کو خلافت و اجازت عطا ہوئی [3] (اِن خلفاء کا تفصیلی احوال بابِ ہشتم پر مشتمل ہے)

ایامِ پیری

آخیر عمر میں آپ کبر سنی اور عوارضات کے باعث کافی کمزور ہوگئے تھے جس کے باعث آپکو نماز کے لئے بار بار وضو کرنا پڑتا تھا۔ انھیں ایام میں آپ آخر وقت پر نماز ادا کرتے تھے اور قرأت

---

1. عبادالرحمٰن دیباچہ ص د ل)
2. معارفِ حافظ الملت ص 36-37 از مقالہ میمن عبدالمجید سندھی۔
3. بہاولپوری حفظ الرحمٰن ذکرِ کرام ص 93

بھی مختصر کرتے تھے۔ لیکن ان تمام تکالیف اور بیماریوں کے باوجود باجماعت نماز کا معمول رہا حتی کہ نفل تک قضا نہ کیئے اور ایسے ہی دیگر تمام معمولات میں پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے [1]

وصال

وفات سے ایک روز قبل اپنے خاص خدام کو اپنے سبز کھدر کے لباس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ فقیر کو قیامت کے روز اسی لباس میں اٹھایا جائے گا، مرض الموت کے وقت تمام خلفاء آپکے پاس موجود تھے [2]

آپ کا وصال ۱۰ جمادی الثانی 1308ھ / 22 جنوری 1891ء کو ہوا [3]

عمر مبارک

آپکی عمر آپکے سن پیدائش 1234ھ کے مطابق 74 برس بنتی ہے، اور یہی عمر مصنف عباد الرحمٰن نے تحریر کی ہے [4] اس کے برعکس حاجی عبیدی سن پیدائش سے اختلاف کرتے ہوئے آپکی عمر سو برس سے زائد بیان کی ہے [5]

ازدواجی حیثیت

آپ نے نکاح نہیں کیا تھا اس لئے آپکی کوئی اولاد دنیوی نہ تھی۔ آپکے وصال کے بعد آپکے بھتیجے حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ سجادہ نشین بنے، جنہوں نے دو برس کے بعد آپکی لحد مبارک پر عظیم الشان روضہ شریف تعمیر کرایا [6]

حلیہ مبارک

---

1. ید بیضاء ص 61
2. ایضاً۔
3. معارف حافظ الملت ص 35
4. عباد الرحمٰن ص 71
5. ید بیضاء ص 51
6. تذکرہ اولیاء سندھ ص 160

کھلتا ہوا رنگ، بلند و بالا قد، لمبی اور سفید ریش مبارک، قوی الجثہ بدن، صحت مند اور تندرست جسم، طاقت و شجاعت کے پیکر، سیاہ تہبند کی دھاری دار شلوار پہنا کرتے تھے، گریبان اتباع حبیبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سینہ چاک رکھا کرتے تھے۔ سر پر سفید رنگ کی گنبد نما دستار پہنا کرتے جو حضرت غوث الاعظم جیلانی رح کی دستار کے نمونے پر بنی ہوتی، اور چار کونوں والی کلاہ (ٹوپی) بھی سر پر رکھتے جسے عرفِ عام میں قادری ٹوپی بھی کہا جاتا ہے [1]

شخصیت

آپکی زندگی نہایت سادہ تھی، سادہ غذاء کھاتے تھے اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے، امتیازی شان کے قائل نہ تھے۔ لنگر کے فقراء کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ محنت و مشقت عادت تھی [2] زھد تقوٰی، صبر، قناعت اور فقراء کی خدمت میں اپنی مثال آپ تھے۔

مداحِ شعراء

آپکی مدح میں بے شمار شعراء نے عقیدت کے نذرانے پیش کئے ہیں، جن میں حضرت سید تاج محمود شاہ امروٹی رح، حضرت خلیفہ احمد خان گڑھی سرِفہرست ہیں [3] اس کے علاوہ فارسی زبان کے نامور شاعر مولانا بہاؤ الدین بہائی اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن خیالی اور اعظم مہراجی نے بھی آپکی مدح میں بے شمار فارسی اشعار کہے ہیں [4]

=

---

1. ید بیضاء ص 60
2. ۔ایضاً ۔
3. دیکھئے پرت نامو حضرت مولانا امروٹی رح اور بیاض احمدی از مولانا احمد صاحب خان گڑھی
4. ماہوار سندھ دوست کراچی شمارہ نومبر 1994ء

باب سوئم

خدمات اور کارنامے

باب سوئم

خدمات اور کارنامے

فصل اول : روحانی خدمات

طریقت کی بنیادیں

حضرت حافظ الملت محمد صدیق ؒ نے اپنی طریقت کی بنیادیں جن عظیم روحانی خطوط پر استوار کیں وہ بلاشبہ آپکے مسلک کا طرہ امتیاز ہیں ۔ آپنے اپنے روحانی نظام کی بنیادیں مندرجہ ذیل پانچ باتوں پر رکھیں ۔

1۔ ذکر الٰہی 2۔ محبت و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، 3۔ غیرت و حمیت دینی ، 4۔ شریعت و طریقت میں ہم آہنگی 5۔ خدمت خلق ۔

1۔ ذکرِ الٰہی

ذکر الٰہی کو دین اسلام اور تصوف میں بلند مقام حاصل ہے ، یہ نہ صرف تقرب ذات خداوندی کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے دلوں کے زنگ دور ہوتے ہیں ۔ لہٰذا ذکر الٰہی آپکی طریقت کا بنیادی وصف ہے ۔ حدیث مبارکہ میں سب سے افضل ذکر لا اِلٰہ اِلا اللہ کے کلمہ کو قرار دیا گیا ہے ، اسی ذکر کی تلقین آپکے روحانی نظام کا ایک حصہ ہے ۔

آپکا طریقہ بیعت و ارشاد بھی دراصل اسی ذکر الٰہی کی تعلیم و تربیت ہے ، بیعت کرتے ہوئے سب سے پہلے آپ مرشد کی صورت کی طرف توجہ کرنے کی تلقین کرتے اور پھر اُسے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیتے ، چند لمحوں کے توقف کے بعد آنکھوں کو کھولنے کا حکم دیتے اور پھر ذکر کی تلقین کرتے یہ ذکر اس ترتیب سے کرنے کی ہدایت فرماتے ۔

لا اِلٰہ اِلا اللہ ایک ہزار مرتبہ ، اِلا اللہ ایک ہزار مرتبہ

اللّٰہُ ھو ایک ہزار مرتبہ ھُوْ ایک ہزار مرتبہ

پھر اس ذکر کے اوقات یوں بتاتے کہ یہ چار ہزار تسبیحات مغرب یا عشاء کے بعد جہر سے پڑھی جائیں اور اگر سحری کے وقت پڑھے تو اور زیادہ فائدہ کا باعث ہے، ایک وقت تو بالکل ناغہ نہ کرے [1]

یہ ذکر فقراء جماعت میں کچھ ایسا رچ بس گیا ہے کہ خواہ وہ کوئی سا کام کر رہے ہوں، عورتیں بن خواں کھانا پکا رہی ہوں، دودھ دوہ رہی ہوں ان کی زبانوں پر ذکر لا الٰہ الا اللہ جاری رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مسجدوں میں باقاعدہ حلقۂ ذکر ہوتا ہے، بچہ، بوڑھا، نوجوان غرض آپکی جماعت کا ہر فرد ہر حال میں اپنی زندگیوں میں ذکرِ الٰہی کو لازمی حیثیت دیتا ہے [2] جیسا کہ سید محمد فاروق القادری رقم طراز ہیں۔

"ذکرِ الٰہی طلباء و سالکین کا طرہ امتیاز بن گیا، جانے والے کو بلانا یا ٹھہرانا ہوتا تو ذکرِ الٰہی لا الٰہ الا اللہ کی صدا سے ٹھہرایا جاتا کسی کو اندر سے بلانا مقصود ہوتا تو بھی یہ آواز سامعہ نواز ہوتی" [3]

۲ اتباع اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حافظ الملت محمد صدیقؒ کے مسلک کا دوسرا نقطہ کامل اتباع نبویؐ اور عشقِ رسالتمآبؐ ہے۔ اگر آپکی حیاتِ مبارکہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ آپکا ہر ہر لمحہ عشقِ رسولؐ اور کامل پیروی سنتِ خیر الانامؐ سے تعبیر ہے۔

جناب سید مغفور القادری فرماتے ہیں!

---

1. عباد الرحمٰن ص 38
2. پیر پیغام ص 55
3. جام عرفان ص 34

"حضرتِ مالک مقامِ تحقیق حافظ صاحب رضی اللہ عنہ بلا شبہ اُن عظیم ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے آپکو قالبِ سنتِ نبوی ﷺ میں ڈھال لیا تھا۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ آپکی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی بغیر کوشش خاص کے سیرتِ حضور ﷺ کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وہ کمال ہے جو کسی جگہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا" [1]

عشقِ رسول ﷺ اور آں حضرت ﷺ کی کامل اتباع کا یہ جذبہ محض اپنی ذات تک نہ تھا بلکہ اس کو اپنی جماعت کے مریدین اور طالبین کے اندر بھی بھرپور پھیلا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپکی جماعت کے لوگ بھی اپنی زندگیاں انہیں اُصولوں پر ڈھالنے کے لئے عمل پیرا رہے [2]

آپکا اتباع اور عشقِ رسالتمآب ﷺ مندرجہ ذیل باتوں سے عیاں ہے

مولود شریف

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کو تازہ رکھنے اور دلوں کو سوزِ عشقِ رسول ﷺ سے گرمانے کی غرض سے آپنے اپنی خانقاہ میں مولود شریف پڑھنے کو عام کیا اور جماعت میں بطورِ خاص مولود پڑھنے والے مقرر کئے گئے جو ایک مخصوص اور نرالی ادا و انداز سے مولود پڑھتے ہیں، ان کی آواز میں اس قدر سوز، گداز و حساس ہوتی ہے کہ ہر ایک کے دل میں براہِ راست اثر ہوتا ہے اور کوئی آنکھ اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہتی [3]

پیرھنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خانقاہ پرچونڈی شریف کی مسجد سے متصل مشرقی سمت ایک حجرہ میں پیرھنِ رسول ﷺ رکھا

---

1. عبادالرحمٰن ص 58
2. معارف حافظ الملت ص 40 از مقالہ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی
3. ایضاً

ہوا ہے۔ جیسے "جبہ مبارک" کہا جاتا ہے۔ اِس جبہ مبارک کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت حافظ الملت کے زمانے میں تیمور لنگ کے خاندان کے دو افراد جنھیں مغلیہ شہزادے بھی کہا گیا ہے، آپکی خدمت میں پہنچے اور آپکے ہاں چند روز قیام کیا اور آپکی ولایت و تقویٰ سے متاثر ہو کر آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اُن کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرہن مبارک تھا۔ جاتے ہوئے انھوں نے آپ سے عرض کی کہ یہ ہمارے پاس جبہ رسالتمآب ہے، اسے پھاڑ کر دو نیم کریں، نصف آپ خود رکھیں اور نصف ہمیں دے دیں۔ آپ نے اسے جب اپنے تن مبارک پر رکھا تو پنڈلیوں تک برابر آیا۔ دو نیم کرنے کا ارادہ کیا مگر حضورؐ کے عشق و محبت نے یہ اجازت نہ دی کہ آپؐ کی اِس عظیم نشانی کو دو لخت کریں۔ آپ نے شہزادوں سے فرمایا کہ اسے تم ہی رکھو کیوں کہ میرا دل اسے دو حصے کرنے کو نہیں مانتا۔ آپکی آں حضورؐ سے کمال درجے کی عقیدت و محبت دیکھ کر شہزادے حیران رہ گئے اور جبہ مبارک آپکو دیتے ہوئے کہا کہ اِس جبہ مبارک کے ہم سے زیادہ آپ ہی مستحق ہیں [1]

یہ جبہ مبارک اب تک خانقاہ میں حفاظت سے موجود ہے۔ اور اسکی باقاعدہ زیارت کرائی جاتی ہے۔ اِس کے ساتھ رنگ سندھی بھی تھی جسے دیمک نے نقصان پہنچایا اور یہ اب پڑھی نہیں جا سکتی [2]

اِس جبہ مبارک کا گریبان سیدھا تھا اُس کے اتباع میں آپنے اپنا گریبان بھی اُسی طرح سیدھا لکھا اور اپنی جماعت کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا [3]

آج تک جماعت اِسی سیدھے گریبان کی قمیض زیب تن کرتی ہے۔

1۔ عباد الرحمٰن ص 50

2۔ ۔ایضاً ۔ ص 51

3۔ معارف حافظ الملت ص 41

نسبتِ رسالتمآب ﷺ کی تعظیم

آپ نے بیت اللہ اور آں حضرت ﷺ کے روضۂ اقدس کے غلاف کی زیارت کو بھی رواج دیا۔ ہر جمعہ کو انکی باقاعدہ زیارت کرائی جاتی ہے۔ اور آپ ان غلافوں کی زیارتِ عام سے قبل کمالِ محبت اور وفورِ شوق سے بوسہ دیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے اور اس کے ساتھ مولود پڑھنے والے خوش الحانی سے مولود شریف پڑھتے جاتے اور یوں مجمع عام میں ہر شخص انکی زیارت سے مشرف ہوتا[1]

موئے مبارک کی زیارت کے لئے سفر

آپ اکثر و بیشتر آں حضور ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کی غرض سے روہڑی تشریف لے جاتے تھے جو دریا کے کنارے واقع ایک مسجد میں بغرض زیارت رکھا ہوا ہے۔

ایک دفعہ آٹھ افراد کے ہمراہ آپ زیارت کی غرض سے روہڑی تشریف لے گئے، وہاں ایک نابینا شخص بیٹھا ہوا تھا، اُس نے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں، اُسے بتایا گیا کہ بھرچونڈی شریف سے، یہ سُن کر وہ کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا کرتا رہا ہوں کہ مجھے آں حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہو، الحمد للہ وہ تو آج نصیب ہو گئی (یعنی موئے مبارک کی زیارت کے ذریعے) اور اب کئی روز سے میری یہ آرزو اور دُعا تھی کہ بھرچونڈی والے حافظ صاحب کی زیارت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ نے آج یہ دُعا بھی قبول کر لی۔ نابینا کی گفتگو سن کر آپ نے اُسے گلے لگایا اور فرمایا دوستو پہچان اسی کا نام ہے[2]

---

1. حسان الحیدری میر ذکرِ میلاد کی مقدس محفلیں ص 13 ، حافظ الملت اکیڈمی بھرچونڈی شریف 1993ء
2. جامِ عرفان ص 239

ساداتِ کرام کا احترام

آپ آلِ رسول یعنی ساداتِ کرام کا نسبتِ خاندان رسول ؐ کے باعث بے حد احترام کرتے تھے اور انھیں آں حضرت ؐ کی نشانی بتاتے تھے [1]

کھجور کے درخت سے محبت

آپ کھجور کے درخت کی نسبت آں حضرت ؐ کے دیس مبارک سے بتاتے تھے اور اسی بناء پر کھجور کے درخت سے محبت کرتے تھے۔ آپ نے خانقاہ میں کھجور کے درخت لگائے اور انکی آبیاری خود کرتے تھے [2]

عید میلاد النبی ؐ کا خاص اهتمام

بارہ ربیع الاول کو ہر سال آپ نہایت تزک و احتشام سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے اور اسے عشقِ رسول ؐ کے اظہار کا ذریعہ بتاتے تھے۔ باقاعدہ ختم خوانی کرواتے اور لنگر کا خصوصی اهتمام کرتے اور اسکی تقسیم سے قبل جماعت کے فقراء کے خود ہاتھ دھلواتے یہ معمول آجتک قائم ہے [3]

دینی غیرت و حمیت [4]

حضرت حافظ الملت ؒ کی طبیعت میں غیرت و حمیتِ دین کا جو ہر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس جذبہ دینی کے خلاف جو بھی امور اختیار کرنے کی کوشش کی گئی آپ نے اسکا بھرپور انداز میں مقابلہ کیا۔ معاشرے میں ہر جو غیر شرعی رسومات اور بدعات کو اپنے سختی سے روکنے کی کوشش کی اور اپنے مریدین و معتقدین میں بھی یہی جذبہ پیدا کیا

1۔ معارف حافظ الملت ص 42
2۔ ایضاً۔
3۔ ذکر میلاد کی مقدس محفلیں ص 17
4۔ معارف حافظ الملت ص 44

شریعت و طریقت میں ہم آہنگی

آپ نے شریعت و طریقت میں ہم آہنگی پر اپنے سلسلے کی بنیاد رکھی۔ آپ کے نزدیک شریعت و طریقت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ آپ طریقت کی بنیاد شریعت ہی کو قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک طریقت کی منزلیں شریعت کی پابندی ہی کے ذریعے طے کی جا سکتی ہیں جو کوئی شریعت سے ہٹ کر راہِ طریقت اختیار کرے گا گمراہی کا شکار ہو گا[1]

آپ کے فرمودات کے مطابق شریعت، طریقت اور حقیقت کے مابین فرق یہ ہے کہ شریعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا نام ہے۔ طریقت آپ کے ارشادات و فرامین کو کہا جاتا ہے جبکہ حقیقت وہ ہے جسے آں حضرتؐ نے اپنی چشم مبارک سے ملاحظہ کیا۔ حقیقت و معرفت دراصل ایک جیسی معنیٰ رکھتے ہیں[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حافظ الملت'' کی نظر میں جس طرح شریعت کا تعلق آں حضرتؐ کی ذاتِ اعلیٰ صفات سے ہے اسی طرح طریقت، معرفت و حقیقت کا تعلق بھی حقیقتِ محمدیہؐ سے ہے۔

۶۔ خدمتِ خلق

آپ کے روحانی نظام سلسلہ طریقت کا پانچواں نقطہ خدمتِ خلق اور حقوق العباد کا لحاظ رکھنا ہے۔ آپ دوسروں کے کام اپنے ہاتھوں سے کر کے خوشی محسوس کرتے۔ کسی تعمیر کا کام ہو یا فقراء کے کوزے لینا، بیٹے کا پانی لاتا ہو یا ان کے لئے لنگر تیار کرنا غرض ہر

1۔ معارف حافظ الملت ص 44

2۔ جام عرفان ص 83

ہر کام آپ نے بہ نفسِ نفیس بطور خدمتِ خلق اپنے ہاتھوں سے انجام دیا۔
سونی شریف کی مسجد کی تعمیر میں آپ نے حصہ لیا، اینٹیں اور گارا خود اٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ فقراء کے وضو کی خاطر ان کے کوزے اپنے ہاتھوں سے بھر کر رکھتے تھے [1]

واقعہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ سخت سردی کی رات میں آپ اُٹھے اور دیکھا کہ مٹکے میں پانی نہیں ہے خیال گزرا کہ تہجد کے وقت جماعت اُٹھے گی اور پانی نہ ملنے کی صورت میں پریشان ہوگی، چنانچہ ڈیڑھ من وزنی مٹکا کاندھے پر اُٹھایا اور وہاں سے چند میل دور ڈہری تالاب پر پہنچے اور اسے بھر کر واپس اپنی جگہ لاکر رکھا۔ جماعت جب اُٹھی تو پانی موجود پایا اور وضو کرکے عبادت میں مشغول ہوئی [2] خدمت خلق کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے۔

آپ نے خلقِ خدا کی خدمت کو نہ صرف اپنا شعار بنایا بلکہ اپنے مریدین و متعلقین کو بھی اسکی واضح تلقین فرمائی۔ آپکا ارشاد ہے کہ :

"اے طالبان و سالکانِ راہِ حق پیر بننے کی کوشش مت کرنا اور نہ ہی لوگوں کی تعریف اور آپکے اکٹھا ہونے سے خوش ہونا بلکہ مسکینوں کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور اخلاقِ محمدیؐ کو اپناؤ اور جو کام کرو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے کرو" [3]

---

1. یدِ بیضاء ص 53
2. عباد الرحمٰن ص 43
3. جامِ عرفان ص 111

فصل دوئم

علمی و دینی خدمات

تبلیغ و اشاعتِ اسلام

دینِ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں حضرت حافظ الملت کی بے شمار خدمات ہیں آپکے ہاتھوں لاکھوں افراد نے فیض پایا اور راہِ مستقیم اختیار کی، آپکے دستِ حق پرست پر بیعت ہوکر اپنی زندگیوں کو نئی سمتوں سے آشنا کیا۔ لاکھوں افراد کو آپنے حلقہ بگوشِ اسلام کیا [1]

آپکے ہاتھوں اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں ایک نمایاں نام مولانا عبید اللہ سندھی کا ہے جو آپکے ہاتھوں مسلمان ہوکر "امامِ انقلاب" کے لقب سے مشہور ہوئے اور آپکی صحبت سے فیضیاب ہوکر جنکی طرزِ معاشرت پیدائشی مسلمان کی سی ہوگئی [2] (تفصیل کے لئے دیکھیں باب ہفتم)

اس کے علاوہ آپکی ارادت و صحبت سے جو لوگ مستفیض ہوکر اجازت و خلافت کے درجہ پر فائز ہوئے اور جنھوں نے آپکے مشن کو نہ صرف آگے پھیلایا بلکہ تبلیغ و اشاعتِ دین میں نمایاں کردار ادا کیا اُن میں خلیفہ حضرت غلام محمد دین پوری، حضرت سید تاج محمود امروٹی رح، خلیفہ عبدالغفار خان رح اُن کے فرزند مولانا احمد رح، خلیفہ شمس الدین احمد پوری اور خلیفہ دلمراد وغیرہ نمایاں ہیں۔ [3]

---

1. عباد الرحمٰن ص 16
2. محمد سرور خطبات و مقالات مولانا عبید اللہ سندھی ص 161، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور 1983ء
3. فردوسی اعجاز الحق تذکرہ صوفیائے سندھ ص 271

قرانی علوم کی ترویج

آپنے خانقاہ کے قیام کے ساتھ ہی مدرسہ کی بنیاد رکھی جہاں علومِ قرانی کی ترویج و تعلیم پر زور دیا گیا، قران مجید آپکی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا، آپ خود قرانِ مجید کے حافظ تھے اور حفاظ قران پیدا کرنا آپکا مشن بن گیا۔ آپکے نزدیک یہ کام بہت بڑی عبادت تھی [1]

حفظ قران کا یہ کام آپنے صرف اپنی خانقاہ تک محدود نہ رکھا بلکہ قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں اسکے مراکز قائم کئے جہاں اسکی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ان جگہوں پر تعلیم دینے والے اکثر حفاظ حضرت حافظ الملت کے درس سے فیض یافتہ لوگ ہوتے تھے [2]

قرأت

آپکا اندازِ قرأت بہت مشہور ہوا اور یہ باقاعدہ بھرچونڈی شریف والی قرأت کے نام سے مشہور ہے۔ بڑے بڑے فضلاء آپکی قرأت سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ حضرت سید قرب اللہ شاہ راشدی (تخت دھنی) آپکے ہم عصر پیرانِ پاگارہ میں سے ہیں۔ آپکو معراج النبی ﷺ کی تقاریب میں خاص طور پر اپنی خانقاہ پیر گوٹھ بلاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپکی قرأت سن کر بے اختیار فرمایا!

حافظ صاحب جب تم قران مجید پڑھتے ہو تو یوں لگتا ہے جیسے ابھی ابھی قران مجید لوحِ محفوظ

---

1. از مقالہ پروفیسر اللہ بخش سومرو۔ یہ مقالہ دوسری حافظ الملت کانفرنس مورخہ 26/9/93 کو پڑھا گیا۔
2. بروایت مولانا عبداللطیف سکندری خطیب و امام مسجد چھٹے شاہ سکھر مورخہ 18/6/94

سے نازل ہو رہا ہے [1]

علمی مقام

آپکا علمی مقام بہت بلند ہے۔ خانقاہ کے کتب خانہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپنے بہت سی درسی کتب کا مطالعہ کیا تھا۔ اُس دور میں چونکہ اردو ابھی اِس قدر مروج نہیں ہوئی تھی، اِس لیئے فارسی کتب ہی آپکے زیرِ مطالعہ رہیں۔ اِن کتب پر آپکے دستخط اور مطالعے کے نشان نظر آتے ہیں۔ اِس کے علاوہ جن کتب پر آپکی مہر کے نشانات موجود ہیں ان میں کنزِ پارسی، شرحِ وقایہ اور قدوری و ھدایہ شامل ہیں [2]

نقشِ مہر

آپکی مہر کی عبارت یہ تھی !

خاکِ راہِ دردمندانِ طریق فقیر محمد صدیق [3]

علمی ذوق

آپ دینی و روحانی کتب سے بے حد شغف رکھتے تھے۔ آپنے خانقاہ میں کتب خانے کی بنیاد رکھی۔ ایک روایت کے مطابق آپکے کتب خانے میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف موضوعات پر کتب شامل تھیں، جن میں فقہ، حدیث، تصوف، تاریخ تصوف پر نادر کتب موجود تھیں، اِس کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں قلمی نسخے اور قرآن مجید

---

1. تعارفِ عکسِ جمیل شائع کردہ حفاظت اکیڈمی خانقاہ بھرچونڈی شریف
2. جامِ عرفان ص 28
3. - ایضاً -

موجود تھے تک ناقدری اور عدم حفاظت کے باعث اکثر کتب ضائع ہوگئیں [1]
مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کا بیاض جو دو ضخیم جلدوں میں ہے آپنے بطورِ خاص اپنی جماعت کے ایک مولوی الٰہی بخش سیالکوٹی سے لکھوا کر اپنے کتب خانہ میں رکھوایا۔ اس کے علاوہ اپنے جانشین کے لیئے تصوف کا ایک رسالہ ناطقہ قلمی بھی لکھوایا [2]

تصانیف

آپکی شاعری پر مشتمل ایک کتاب "رسالو سلوک جو" حال ہی میں دریافت ہوا ہے، جو سندھی ابیات پر مشتمل منظوم رسالہ ہے، اس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے

رسالو سلوک، تصنیف کیل جناب حافظ صاحب، رئیس الاولیاء قطب الاقطاب محمد صدیق رحمت اللہ علیہ، بھرچونڈی واری جو" (سندھی)

رسالہ کی کتابت آپکے ایک عقیدت مند منشی نور محمد ابنِ حاجی ابراہیم نے کی ہے اور اس پر سن کتابت ۲۰ محرم الحرام 1335ھ تحریر ہے [3]

رسالہ کا موضوع

رسالو سلوک جو کا موضوع تصوف ہے، اس کے علاوہ اس میں سلسلہ قادریہ کے اذکار، وظائف، روحانی لطائف کی تشریح اور اس سلسلے کی تسبیحات واشغال کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ رسالہ دو سو ساٹھ (260) اشعار پر مشتمل ہے۔ [4]

ملفوظات

آپکے ملفوظات کا مجموعہ "جامِ عرفان" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے جامع

---

[1] روزنامہ پبلک کراچی مورخہ 23 نومبر 1993ء
[2] عبادالرحمٰن ص 68
[3] رسالہ کی کاپی راقم کے پیشِ نظر ہے۔
[4] تعارف عکسی

بلوچستان کے ایک عالم دین مولوی عبیداللہ ہیں۔ ملفوظات کا یہ نسخہ حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹی رح کے پاس تھا، چنانچہ امروٹ سے درگاہ باڑجی (گھوٹکی) پہنچا، اور پھر وہاں سے حاصل کر کے اسے بلوچستان شریف لے جایا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ سید محمد فاروق القادری نے کیا ہے اور اسکی اشاعت لاہور سے ہوئی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹی رح اپنے مرشد کے ان ملفوظات سے اس قدر گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے کہ نسخہ کو ہمیشہ اپنے سرہانے رکھتے، اور بغیر وضو کسی کو اس پر ہاتھ تک نہیں لگانے دیتے تھے، اگر کوئی ایسا کرتا تو اس پر شدید ناراضگی کا اظہار کرتے تھے [1]

علماءِ دین کا احترام

آپ علماء دین سے بے حد محبت کرتے تھے اور ان کا نہایت احترام بجا لاتے تھے اور ان کے وجود کو باعثِ غنیمت جانتے تھے۔ ان کے احترام و توقیر کا یہ عالم تھا کہ انکی جوتی تک کی تحقیر کو ناپسند فرماتے تھے [2]

علماءِ کرام کے احترام کا ایک واقعہ یوں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایک عالمِ دین آپکی خدمت میں مہمان بن کر آیا، نماز کے وقت آپ نے اسے اپنے مصلیٰ پر امامت کے لئے کھڑا کیا۔ آپکے ایک منچلے مرید سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ اسکے مرشد کی جاءِ نماز پر کوئی اور نماز پڑھائے، لہٰذا وہ مصلیٰ اٹھا کر فرار ہو گیا۔ آپ نے اپنی پگڑی مبارک کو پھاڑ کر مصلیٰ کی جگہ بچھایا اور عالمِ دین کو نماز کے لئے کھڑا کیا [3]

---

1. جامِ عرفان ص 72
2. عباد الرحمٰن ص 68
3. الشریعت سوانح نمبر ص 7 - یدِ بیضاء ص 261

علمائے دین سے مجالس

آپکے پاس دور دراز سے بڑے بڑے علمائے کرام آتے تھے، اُن کے ساتھ اکثر دینی علمی، موضوعات پر گفتگو اور بحث مباحثے ہوتے تھے، آپ اگرچہ ظاہری طور پر باقاعدہ کسی مدرسے کے سند یافتہ نہ تھے مگر آپکی عالمانہ گفتگو اور فاضلانہ جواب سُن کر بڑے سے بڑا عالم دنگ رہ جاتا تھا۔ اِس طرح کے کئی تذکرے آپکے ملفوظات و دیگر کتب میں درج ہیں۔

آیت کی تشریح

ایک مرتبہ دو علماء دین مولوی میاں محمد اسحاق اور مولوی عیسیٰ ساکن تعلقہ علی مراد آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورانِ مجلس آپ سے سورہ یونس کی اِس آیت " ثم استوٰی علی العرش " کی تشریح معلوم کی۔ آپنے عجز اور کسرِ نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا " یہ بندہ تو ناخواندہ ہے آپ ہی کچھ بتائیں؟ " اِس پر اُن علماء نے کہا کہ اِس مسئلہ پر بڑی علمی بحثیں ہوئی ہیں، بحر حال ہمارے نزدیک مکان ثابت ہے۔

یہ سُن کر آپ نے مولوی سے پوچھا کہ خداوند کریم کی ذات قدیم ہے یا حادث؟ مولوی نے کہا کہ قدیم ہے۔ پھر آپ نے دریافت کیا کہ عرش قدیم ہے یا حادث؟ مولوی نے جواب دیا کہ عرش حادث ہے، اِس پر آپ نے فرمایا پھر تو مسئلہ حل ہوگیا، مزید بحث کی کیا گنجائش ہے۔ مولوی صاحب کے ذہن میں جوں ہی بات سمائی فوراً بیعت کے لئے سر جھکا دیا[1]

---

[1] جامِ عرفان (ملفوظاتِ حافظ الملت) ص 176

معرفت کے گہرے نقاط

بسا اوقات اشعار کی تشریح کے دوران آپ سے تصوف و معرفت کے ایسے باریک و گہرے نقاط بیان ہوتے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے، اس سے نہ صرف آپکی کمال علمیت بلکہ عرفان کی نہایت بلند منازل پر فائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

مخدوم دین محمد کے بیان کے مطابق آپ نے ایک مرتبہ اس فارسی شعر کی تشریح فرمائی

؎ سر برھنہ نیستم دارم کلاہِ چار ترک
ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولیٰ، ترکِ ترک

آپ نے فرمایا ترکِ دنیا آسان ہے، ترکِ عقبیٰ سہل ہے، ترکِ مولیٰ آسان تر ہے البتہ ترکِ ترک مشکل ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ خاموش ہو گئے، مخدوم دین محمد کے قول میں نے عرض کی کہ مزید تشریح فرمائیں! اچانک آپکی صورتِ مبارکہ کا رنگ تبدیل ہو گیا کہ مجھ سمیت تمام شرکاءِ مجلس پر خوف و دھشت طاری ہو گئی اور زبانِ مبارک پر ایسے غیبی اسرار ظاہر ہونے لگے کہ تمام حاضرین کے حواس تک منجمد ہو گئے اور سب حیرت زدہ رہ گئے، مجھ سمیت کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد جب حضرت والا کی یہ کیفیت ختم ہوئی اور حواس مجتمع ہوئے تو حضرت والا کی موجودگی میں تمام حاضرین سے میں نے پوچھا کہ آپکے ارشادات میں سے تم لوگوں کی سمجھ میں کچھ آیا؟ سب نے اس کا انکار کیا۔ مجلس ختم ہو جانے کے بعد مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ اسوقت حضرت والا کی زبان سے جو کچھ ادا ہوا۔ اس سے پہلے نہ تو آپکی زبان سے اور نہ ہی اپنے دور کے کسی دوسرے علماء و فضلاء سے وہ نقاط سُنے اور نہ ہی ایسی باتیں کسی کتاب میں دیکھیں[1]

---

1 جامِ عرفان ص 227

ادبی ذوق

آپکے ملفوظات اور دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے، قدیم شعراء جن میں قاضی قاضن، شاہ عبداللطیف بھٹائی ؒ، سچل سرمست خواجہ غلام فرید اور دیگر فارسی و عربی شعراء کے کلام آپکے ملفوظات میں موجود ہیں۔ ان اشعار کی تعداد سوا دو سو کے قریب ہے۔ [1]

آپ دورانِ گفتگو بھی ابیات و اشعار کا استعمال کرتے تھے، اور بسا اوقات اشعار کے ذریعے ایسے لطیف اشارے فرماتے کہ سمجھنے والے کو مزید کسی وضاحت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ آپنے اپنے خلیفہ اول حضرت غلام محمد دینپوری ؒ کو مولانا راجن پوری سے علم حاصل کرنے کی ہدایت کی جو ہر جمعۃ المبارک کو آپکی خدمت میں حاضری دیتا تھا، حضرت دینپوری ایک عرصہ تک اس مولوی سے حضرت حافظ الملت ؒ کے حکم کے موجب علم حاصل کرتے رہے۔ ایک روز جب حضرت دین پوری آپکی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ شعر پڑھا

؎ سکھ رمز وجود دچاون دی
نہیں حاجت پڑھن پڑھاون دی

یہ شعر سن کر حضرت دینپوری ؒ سمجھ گئے کہ حضرت والا کی اب یہ مرضی ہے کہ پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر آپکی خدمت میں رہ کر روحانی فیض حاصل کروں۔ اس کے بعد وہ آپ ہی کی خدمت رہنے لگے [2]

---

1. از مقالہ غلام رسول آکرو سومرو، یہ مقالہ صدری حافظ الملت کانفرنس مورخہ 93/9/16 میں پڑھا گیا
2. — ایضاً —

مردہ ہاتھی کی مثال

آپنے اُن علماءِ ظاہر بین کو جو کہ محض عقل و نقل دلدل میں گُم ہیں کی مثال اُن اندھوں کی مانند دی ہے جنھیں ایک مردہ ہاتھی مل گیا تھا اور ہر ایک نے کسی ایک اسکے حصے پر ہاتھ رکھکر اسکی حقیقت بیان کرنا شروع کردی لیکن اصل حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکا۔ آپکے نزدیک حقیقت و معرفت کا صحیح ادراک عارفِ کامل کی رہنمائی کے بغیر مشکل ہے، اس تمثیل کے بیان کرنے کے بعد آپنے یہ سندھی بیت پڑھا

مُئي هاٿي سنڌ ۾ مڙو اچي پيو وچ انڌن
کو منا ڏنا هٿن سين، اکين ڪين ڏسن
في الحقيقت فيل کي سڃا سڃائن
سنڌي سردارن بصيرت بينا ڪيا [1]

حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز

تلاوت

تلاوتِ کلامِ پاک آپکا روزانہ کا معمول تھا۔ اس کے علاوہ دلائل الخیرات کی بھی آپ اکثر تلاوت فرماتے رہتے [2]

ذکرِ الٰہی

معمولاتِ شب میں ذکرِ الٰہی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ نمازِ عشاء سے قبل حلقہ ہائے ذکر قائم کیا جاتا۔ آپ خود پابندی سے اس میں شریک ہوتے، یہ ذکر چار تسبیحات

---

1. جامِ عرفان ص 118
2. ذکرِ میلاد کی سندھی محفلیں ص 15

لا الٰہ الا اللہ، الا اللہ، اللہ ھو اور ھو پر مشتمل ہوتا، ذکر کا اختتام اذانِ عشاء پر ہوتا بعد میں دعا مانگی جاتی [1]

نوافل

نفل عبادات میں آپ نمازِ تہجد کو بے حد اہمیت دیتے تھے اور اسکا کبھی ناغہ نہیں کیا کا لبان و سالکان کو ذکر و نوافل کی خاص تاکید فرماتے۔[2]

جمعتہ المبارک کے معمولات

جمعہ کے روز سورہ کہف کی تلاوت ضرور فرماتے کیونکہ حدیثِ مبارکہ میں اس کی تلاوت کو فتنہ دجال سے حفاظت کا ذریعہ بتایا گیاہے۔ اس کے علاوہ نماز جمعہ کے بعد خانہ کعبہ اور روضہ رسول ؐ کے غلاف کی زیارت کرواتے۔ اس موقع پر مولود خوانی ہوتی اس کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ پاک کی زیارت کرواتے اور اسکی زیارت سے قبل اپنے ہاتھوں پر سفید کپڑا لپیٹتے۔ کمال ادب و تعظیم کی اس سے بڑھ کر مثال ملنی مشکل ہے[3]

ان زیارات سے فارغ ہونے کے بعد اگر کوئی بیعت کے لئے حاضر ہوتا تو اسے بیعت کرتے یہ بیعت عام طور پر سلسلہ قادریہ میں ہوتی، تاہم آپ سے سلسلہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بھی بیعت کرانا مروی ہے [4]

عشاء

نمازِ عشاء کی ادائگی کے بعد سورہ ملک کی تلاوت نہ صرف خود کرتے بلکہ پوری

1۔ ذکرِ میلادی کی مقدس محفلیں ص 15
2۔ جامِ عرفان ص 36
3۔ ایضاً ۔۔۔
4۔ ذکرِ میلادی کی مقدس محفلیں ص 15

جماعت کو اسکی تاکیدِ خاص فرماتے اور ہسے عذابِ قبر سے نجات کا ذریعہ سمجھتے [1]

نمازِ جنازہ

میت کی کی نمازِ جنازہ ان اہتمام سے ادا کرتے ، میت کے منہ کی جانب خانہ کعبہ کی سمت میں قرآن مجید رکھواتے تا کہ قرآن مجید زندگی و موت ہر دو موقعوں پر مسلمان کا مونس و مددگار رہے ۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کو مستحسن جانتے اور بعد میں وہاں قبر کی سنت طریقے پر فرماتے ، فوت ہونے والے کی عمر کا حساب لگا کر قرآن مجید بخشواتے ، اس سلسلے میں مخدوم مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی بیاض کے مطابق عمل کرتے ، میت کے کفن پر حضرت علیؓ سے منسوب یہ رباعی لکھوانے کو مستحسن جانتے !

وفدت الی الکریم بغیر زادٍ
من الحسنات والقلب السلیم
یحمل الزادِ اقبح کل شئی
اذا کان الوفود الی الکریم

میت کی قل خوانی کی خیرات اور سات جمعہ تک بالخصوص صدقہ دینے کو اجرِ عظیم قرار دیتے [2]

درودِ قدسی سے علاج

جسمانی بیماریوں اور تکالیف کا اکثر علاج درودِ قدسی (صلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم) سے فرماتے ۔ دنیوی معاملات اور بلندیٔ درجات کے لیے اس صلوٰۃِ قدسی کو اکثیر قرار دیتے

---

1. عباد الرحمٰن ص 68
2. ایضاً ۔ ص 69

دس ہزار سنگریزوں پر مشتمل دو بالٹیاں ہروقت موجود رہتیں جو بھی مصیبت زدہ آتا آپ فقراء اور حاضرین سے درود قدوسی پڑھواتے اور پھر پانی پر دم کرواتے، پھر اسے پیجا کر مریض یا مصیبت زدہ کو پلانے کی تلقین فرماتے [1]

صوفیانہ کلام

صوفیانہ کلام سے آپکو لگاؤ تھا، یہ کلام خالصتاً تصوف میں رنگا ہوا ہوتا، معرفت سے بھرا ہوا کلام کبھی نہیں سنتے تھے، سچل سرمست، بلھے شاہ، فقیر عبداللہ درگاہ پیر پاگارہ اور فقیر صاحب ڈنہ سوئی شریف وغیرہ کا کلام ذوق وشوق سے سنتے تھے.

باغبانی

آپکو باغبانی سے بھی بہت دلچسپی تھی، کھجوروں کے پودے اپنے ہاتھوں سے لگواتے چمن کو بھی خود ہی صاف کرتے، اور یوں بھی ہوتا کہ دورانِ باغبانی ہی طلباء سے قرأت بھی سنتے جاتے [2]

=

---

1. جامِ عرفان ص 37
2. عبادالرحمٰن ص 69

فصل سوئم

مجاہدانہ کارنامے

آپکے مرشد حضرت سید حسن شاہ جیلانیؒ میں جو جذبہ جہاد موجزن تھا وہی جذبہ آپکو بعینہٖ منتقل ہوا، توحید کو پھیلانے، شرک و بدعات اور غیر شرعی رسومات کے خلاف آپکی جدوجہد مثالی ہے جسکا عکس مندرجہ ذیل مجاہدانہ واقعات سے صاف نظر آتا ہے۔

جہادِ پتن مینارہ

"پتن مینارہ" رحیم یار خان شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر جنوب میں ایک غیر آباد علاقے میں واقع ہے[1] یہ ایک قدیم بستی ہے جو پاکستان کے آثار قدیمہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تہذیبی لحاظ سے موہن جو دڑو اور ہڑپہ سے مماثلت رکھتی ہے[2] مشہور ہے کہ یہاں ایک بدھ مندر تھا جسکا پروھت بڑا مکار آدمی تھا جو ایک ننگے بت کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد خراب کر رہا تھا۔[3] یہاں شیولنگ کی پوجا کے علاوہ مسلمانوں کی جہالت اور سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر انھیں مشرکانہ عقائد کی طرف مائل کر رہا تھا اور مسلمانوں میں بت پرستی جیسے رجحان کو فروغ دے رہا تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ دراصل مسلمانوں کو شدھی کرنے کی تحریک کا حصہ تھا[4] اس کی اطلاع علاقے کے چند مظلوم مسلمانوں نے حضرت سید حسن جیلانیؒ کو دی۔ عقیدہ توحید کے خلاف اس گھناؤنی سازش کا استیصال آپنے ضروری سمجھا۔ اور آپ نے اپنے فقراء اور درویشوں کا ایک لشکر جہاد کی غرض سے تیار کیا۔ اور اس لشکر کا

---

1. راقم کو مورخہ 23/11/94ء کو پتن مینارہ کے علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا
2. جامِ عرفان ص 23
3. ماھنامہ نصیحت نومبر 1996ء از مضمون مولانا عبداللہ درخواستی
4. جامِ عرفان ص 23

سالار حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ الرحمت کو بنایا [1]

اس لشکر کشی کی اطلاع جب اسوقت کے نواب بہاولپور کو ہوئی تو اسکو یہ بات ناگوار گزری، اس نے ایک وفد جس میں ایک ھندو پنڈت بھی شامل تھا حضرت جیلانی رح کے پاس بھیجا اور وفد کے زریعے یہ سوال کر دیا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے یا رب المسلمین؟ حضرت جیلانی رح یہ سن کر جلال میں آگئے اور جواب میں فرمایا کہ نواب کو جاکر کہو کہ اپنی بیٹی کی شادی کسی ھندو پنڈت سے کر دو جواب خود بخود مل جائے گا [2]

وفد غصے کے عالم میں واپس ہوا اور سارے احوال نواب سے گوش گزار کیا، نواب نے اسے اپنی توہین سمجھا اور فقراء کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت حافظ الملت رح کی قیادت میں لشکر لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے پورے جوش وخروش کے ساتھ مندر پر حملہ آور ہوا۔ ہندو بگلشو اس کی تاب نہ لا کر وہاں سے فرار ہوگئے اور اس طرح بغیر کسی بڑی مزاحمت کے فقراء نے مندر پر قبضہ کر لیا [3]

یہ صورتِ حال دیکھ کر نواب صلح پر آمادہ ہوا اور پیغام بھجوایا کہ پتن مینارہ کا یہ سارا علاقہ ہم آپکو بطورِ جاگیر بخشتے ھیں۔ اس پر حضرت جیلانی سائیں رح نے کہلا بھیجا کہ جہاد کے بعد اب یہ پورا علاقہ مجاھدین کی ملکیت میں آچکا ہے [4]

وہیں کے بعد اس مندر اور بت کو گرا کر ایک مدرسہ اور مسجد تعمیر کئے گئے اور لنگر کا اہتمام کیا گیا [5] (مسجد کا عکس متعلقہ میں موجود ہے)

---

1. یدِ بیضاء ص 56
2. ماہنامہ نصیحت سکھر نومبر 1994ء ص 10
3. جامِ عرفان ص 22
4. ید بیضاء ص 56
5. ماہوار نصیحت ص 11

یہ مقدس جاگیر ۔ آٹھ سو بیگھ زمین پر مشتمل تھا اب وہ چاہ فقیراں کے نام سے مشہور ہے [1]

جہاد لوڑی کنڈہ

لوڑی کنڈہ دراصل ایک درخت کا نام تھا جسے جاہل عوام و مسلمانوں نے اپنا حاجت روا سمجھ رکھا تھا، لوگ دور دور سے وہاں جاتے اور منتیں و مرادیں مانگتے اور بے شمار بدعات و شرکیہ امور کا سلسلہ جاری تھا [2] لوڑی کنڈہ جہاں واقع تھا اب یہ علاقہ بلوچستان میں شامل ہے اور بگٹی کا علاقہ کہلاتا ہے [3]

اسکی خبر جب حضرت حافظ محمد صدیقؒ کو ہوئی تو آپنے اس کے خلاف کا ارادہ کیا اور فقراء کی ایک بڑی جماعت لیکر نکلے۔ آپکے اس ارادے کی خبر جب اس علاقے کے بلوچ قبائل کے سرداروں کو ہوئی تو لڑنے مارنے پر آمادہ ہوگئے۔ آپنے انھیں سمجھانے اور تبلیغ کی غرض سے بلا بھیجا۔ اس پر چند بلوچ سردار آپ سے ملے، آپنے ان کے سامنے موثر انداز میں توحید کی تبلیغ کی اور شرکیہ رسومات کی برائی اور مذمت بیان کی، آپکی باتوں سے وہ لوگ کسی قدر متاثر تو ہوئے مگر اس کے باوجود اس درخت کے کاٹنے کو اپنے باپ دادا کے عقیدے کی توہین سمجھ رہے تھے۔ اور آپ پر بے حد زور ڈالنے لگے آپ درخت کے کاٹنے سے باز رہیں۔ مگر آپ اس پر کسی طور پر تیار نہیں ہوئے اس پر وہ جنگ و جدل کرنے کی دھمکیاں دینے لگے، مگر آپ نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے [4]

آخر بلوچ سرداروں نے جنگ سے قبل قرعہ اندازی کی تجویز پیش کی، جسے آپنے قبول فرمایا

---

1. نعیمی محمد اقبال تذکرہ اولیاء سندھ ص 160، شارق پبلیکیشنز کراچی 1987ء
2. جام عرفان ص 26
3. ماھنامہ نصیحت ص 11
4. ید بیضاء ص 57

یہ تجویز اس طرح تھی کہ تین قرعے بنائے گئے، ایک اللہ تعالیٰ کا جو بلوچوں کا حلیف ہوگا دوسرا بلوچوں کا اور تیسرا حضرت حافظ الملت[1] کا۔ اگر بلوچوں کا قرعہ غالب رہا تو وہ جنگ کریں گے۔ قرعہ اندازی تین مرتبہ کرائی گئی، ہر دفعہ آپ ہی کا قرعہ نکلا۔ اس پر بلوچوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت صاحب تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے بھی جیت گیا، لہٰذا انھوں نے آپکے ہاتھوں توبہ کی اور فوراً درخت کو کاٹ ڈالا[1]

پیر سہری کا واقعہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ الملت بلوچستان کے تبلیغی سفر پر تھے، دورانِ سفر آپکا گزر پیر سہری[2] کی قبر سے ہوا جو بلوچ قبائل بالخصوص بگٹی قبیلوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔ ان قبائل کی عورتیں پیر سہری کی قبر پر جاکر سائل بنتی ہیں اور منتیں مانتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اُن کے ہاں اولاد ہوجائے یا کوئی اور مطلوبہ مقصد بر آئے تو یہ عورتیں اپنے بال لٹ کی صورت میں گوندھ کر سہری کی قبر پر لیجاتی ہیں اور قبر کے مجاوروں سے یہ بال کٹواکر پیر کی قبر کے قریب لگا دیتی ہیں۔

آپ پیر سہری کی قبر پر تشریف لے گئے اور فاتحہ خوانی کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو بذریعہ کشف آپکو علم ہوا کہ یہ قبر فرضی ہے اور اس میں کوئی میت سرے سے دفن ہی نہیں ہے۔ آپ لاحول ولا قوۃ پڑھکر باہر نکل آئے۔ فقیر عبد الرحیم نے جو آپکے ہمراہ تھا یہ بات پوری جماعت کو سنائی۔ جس پر تمام جماعت کے فقراء نے مل کر قبر کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا۔ اس کے بعد کچھ آگے جاکر آپ نے جماعت کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔

---

1 ید بیضاء ص 57-58

2 پیر سہری کی قبر بلوچستان کے ڈیرہ بگٹی کے علاقے میں واقع ہے جو کشمور سے چالیس میل دور ہے

اس واقعہ کی اطلاع جب قبر کے مجاوروں اور عقیدت مندوں کو ہوئی تو وہ لوگ جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے گھوڑوں پر سوار ہو کر آپکے پاس پہنچے۔ اس موقع پر کچھ افراد پریشان ہو گئے اور حضرت حافظ الملت سے کہنے لگے کہ آج تو شاید ہم لوگ بے گور وکفن ہو جائیں گے۔ آپ نے انھیں حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔

بلوچوں نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے پیر کی قبر آپ لوگوں نے کیوں مٹائی ہے؟

آپ نے فرمایا مجھے ایسی بری رسمیں پیدا کرنے والے پیر سے گاجی ہینچو وغیرہ جہاں بھی ملے انھیں ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔ کیوں کہ انھوں نے بلوچوں کی نہ صرف توہین کی ہے بلکہ اُن کی غیرت کو بھی للکارا ہے۔ اور میں انشاء اللہ بلوچوں کی اس توہین کا بدلہ لے کر رہوں گا۔[1]

دراصل یہ تبلیغ وتعلیم کا ایک ایسا نفسیاتی انداز تھا کہ جوانکے مزاج و تمدن کے عین مطابق تھا، جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ فوراً نرم پڑ گئے۔ پھر آپنے نے اُن سے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کن جانوروں پر ہے؟ انھوں نے کہا کہ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں پر آپ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ ان کی شناخت کیسے کرتے ہو؟ انھوں نے بتایا کہ اس مقصد کی خاطر انھیں یا تو داغتے ہیں یا کوئی نشان لگاتے ہیں۔ آپنے اُن کی بڑھی ہوئی مونچھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے روز ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اپنی امت کو اپنی سنت یعنی مونچھوں سے شناخت کریں گے۔ آخر کار وہ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ انکی مونچھیں سنت طریقے پر کاٹی جائیں، پھر دعوت کرکے آپکو اپنے ہمراہ لیگئے اور آپ سے ذکر لیا اور بیعت ہو کر آپکی جماعت میں شامل ہوگئے۔[2]

---

1. جامِ عرفان ص 25
2. ایضاً ص 128

باب چہارم

آداب و اخلاق

باب چہارم

آداب و اخلاق

فصل اول : حُسنِ اخلاق

جماعت سے محبت

حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جماعت اور فقراء سے کمال درجے کی محبت تھی۔ کوئی جماعت کا فقیر جب روانگی کے لئے اجازت چاہتا تو آپ غمگین ہو جاتے۔

ایک مرتبہ آپ جنگل کی طرف تشریف لے گئے، اس موقع پر شفیع محمد نامی فقیر نے روانگی کی اجازت چاہی، کچھ اور فقراء بھی رخصت کی اجازت چاہتے تھے۔ شفیع محمد فقیر سے آپ نے فرمایا مجھے علم ہے کہ تمہیں اپنی والدہ کے پاس پہنچنا ہے مگر پہلے ذرا یہ پودا اکھاڑ کر دے دو، فقیر نے اسے کھینچا تو وہ فوراً جڑ سے اکھڑ گیا، پھر آپ نے اس فقیر سے فرمایا اب ذرا ببول کے بڑے پودے کو اکھاڑ کر دے دو، فقیر نے کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا! جو شخص مجھ سے جانے کی اجازت مانگتا ہے مجھے ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے تجھے ببول کے اس پودے کو اکھاڑتے وقت ہوئی، مگر میری یہ حالت پرانے فقیروں کی روانگی کے وقت ہوتی ہے، ہاں مگر جو لوگ نئے نئے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اُن کے جانے سے مجھے بس اتنی تکلیف ہوتی ہے جو تجھے چھوٹے سے پودے کو توڑتے وقت ہوئی [1]

فقرائے پر شفقت

آپ خاص کر نو مسلم اور یتیموں پر خصوصی اظہارِ شفقت کرتے تھے، اس کے

---

1 جامِ عرفان ص 138

علاوہ فقراء اور درویشوں کے ساتھ کمال مہربانی اور شفقت و محبت کا برتاؤ فرماتے۔ اور ان کی خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے۔ ایک مرتبہ ایک فقیر پر لنگر کے چنے چوری کرنے کا الزام تھا۔ کمالِ شفقت سے نہ صرف اُسے معاف کر دیا بلکہ اُس کے عیب کو بھی چھپایا [1]

مریدوں کی اخلاقی تربیت

جماعت کے ایک مخلص فقیر کے بیان کے مطابق ایک روز اُسے حضرتِ والا کے گھر سے جوار کی روٹی بھجوائی گئی۔ جس کے باعث اُس پر غم طاری ہوا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ گندم کی روٹی اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا "جوار اور گندم کی روٹی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں تھیں، اُس ذات نے تجھے جوار کی روٹی اس لئے دی کہ اس میں ہدایت تھی جبکہ گندم کی روٹی میں تکبر ایسا تھی وہ امیروں کے پاس گئی۔ تجھے گندم کی روٹی دینے میں مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ لہٰذا رب تعالیٰ کی عطا پر غم نہیں ہوتے۔ اس کے ہر کام میں حکمتیں پوشیدہ ہیں [2]

نصیحت کا انداز

آپکی نصیحت اور سمجھانے کا انداز نہایت پر اثر تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص باہر سے آکر خانقاہ لعل چوٹاں شریف میں مہمان ہوا۔ لنگر کا کھانا دستور کے مطابق عشاء کی نماز کے بعد تقسیم ہوتا تھا۔ مہمان نے عشاء کی نماز سے قبل لنگر طلب کیا۔ فقراء نے اُس سے کہا کہ نمازِ عشاء پہلے ادا کر لو پھر

---

1. جامِ عرفان ملفوظات حضرت حافظ الملت ؒ ص 171
2. ۔ ایضاً ۔ ص 172-173

کھانا پڑے گا۔ اُس نے کہا کہ میری عمر چالیس برس ہو گئی ہے اور میں نے آجتک نماز نہیں پڑھی اور اللہ تعالیٰ نے کبھی میری روزی بند نہیں کی، آج تم لوگ کیسے میری روزی بند کر رہے ہو؟

یہ بات جب حضرت حافظ الملت تک پہنچی تو آپ نے اُسے بُلا کر نہایت پیارے انداز میں فرمایا۔ بھئی! اللہ تعالیٰ سے تو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے لیکن اگر وہ ہم سے یہ پوچھے کہ میرے تارکِ فرض کو تم لوگوں نے کھانا کیوں دیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ آپ کے اِس اندازِ نصیحت میں وہ کشش تھی کہ اُس شخص پر رقت طاری ہو گئی اور ندامت کے آنسو اشک آنکھوں سے رواں ہو گئے[1]۔

فقر و درویشی

فقر و درویشی آپکا اوڑھنا بچھونا تھی، ایک مرتبہ طالب نامی جماعت کے ایک فقیر سے یوں ارشاد فرمایا، "اے درویش مجھے بھی بھوک لگتی ہے مگر میں نے اپنی ملکیت میں کچھ نہیں رکھا، سب کچھ جماعت کے فقراء کی ملکیت ہے، اگر میرے پاس کچھ ہو تو بس اتنا کریوں کہ چنوں کو ہل (چنے) پانی میں ڈال کر اکو دوں اور بوقت ضرورت انھیں کھا لیا کروں"! اتفاق سے اُس روز فقیر مذکورہ کے پاس پانچ آنے تھے جو اُس نے نکال کر حضرتِ والا کی خدمت میں پیش کر دئے، جنھیں آپ نے قبول فرمالیا۔[2]

---

1 معارفِ حافظ الملت ص 74-75 از مقالہ میمن عبدالمجید سندھی
2 ملفوظاتِ حضرت حافظ الملت ص 175

شانِ جلالت (انگریز سے نفرت)

آپ انگریزوں سے نفرت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپکی جماعت کے ایک فقیر کا لڑکا عبدالمجید اپنے والد کے انتقال کے بعد حضرت حافظ الملت رح کی خدمت میں خانقاہ اس حال میں گیا کہ انگریزی لباس زیبِ تن تھا، آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا! عبدالمجید! بدلنا ہے تو اپنے افعال کو زناکاری و شراب نوشی سے بدلو، محض اپنے سلسلہ کے لباس بدلنے کے کیا معنی ہیں؟ عبدالمجید اپنی ناسمجھی کے باعث پوچھ بیٹھا کہ آخر یہ جماعت، ذکر و فکر کیا چیز ہے؟۔ یہ سُن کر آپ جلال میں آگئے اور فرمایا! لڑکے تیرا باپ ہوتا تو میں اُسے بتاتا، پھر شانِ جلالت میں فرمایا: "یہ انگریز ہمارے آگے کیا چیز ہے، ہم تو بس اُس کی رضا پر راضی بیٹھے ہیں [1]

آدابِ مجلسِ شیخ

ایک روز آپ اپنے شیخ حضرت سید جیلانی سائیں رح کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص ھدیہ لایا اور اُسے مجلس میں تقسیم کرنا شروع کر دیا، جب آپکے لینے کی باری آئی تو آپنے اسکی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جس پر بعد میں اُس شخص نے حضرت جیلانی رح سے اس بات کی شکایت کی! آپ نے فرمایا! اپنے شیخ کے حضور اپنی خواہشات کو مٹا کر بیٹھنا چاہئے، اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اُسے شیخ سے کچھ فیض حاصل نہیں ہو سکتا [2]

1۔ ملفوظات ص 175

2۔ ایضاً ۔ ص 133

امراء کی صحبت سے اجتناب

آپ امراء اور نوابوں کی صحبت کو ناپسند فرماتے تھے اور انکی قربت کو دین کا نقصان قرار دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپکو اطلاع دی گئی کہ نواب بہاولپور آپکی زیارت کی غرض سے آرہا ہے۔ آپ اسوقت مسجد میں تشریف فرما تھے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لیئے اور عرض کی "یا بارِ الٰہا! مجھے اس شخص کا چہرہ نہ دکھانا"۔ جلد ہی اطلاع آئی کہ نواب کو اچانک راستے میں کوئی ضروری کام پڑ گیا اور وہ واپس چلا گیا ہے [1]

دل شکنی سے پرہیز

آپ ایک مرتبہ سفر پر تشریف فرما تھے، رات کی جنگل میں بسر کرنا پڑی۔ قریب ہی جھونپڑیاں تھیں جہاں کے لوگ بھینسوں کا دودھ بیچ کر گزارہ کرتے تھے، رات کو انھوں نے دودھ دوہا تو ایک کتے نے منہ ڈال کر اسے ناپاک کر دیا۔ جب لڑکوں نے اس کی اطلاع اپنی والدہ کو دی تو وہ کہنے لگی کہ دودھ ان فقراء کو دے آؤ۔ آپ اور آپکے خدام یہ باتیں سن رہے تھے۔ جب دودھ آیا تو آپ نے فرمایا اسے لیکر رکھ دو، جب دودھ لانے والے واپس چلے گئے تو فرمایا اسے گرا دو [2]

پابندیٔ عہد

جیکب آباد سے تعلق رکھنے والے جماعت کے ایک فقیر نے آپکو اپنے گھر تشریف لانے کی التجا کی آپکی زبان سے نکل گیا کہ اگر دریا کے پار آنا ہوا تو تمہاری دعوت ضرور قبول کرینگے۔ اتفاق سے آپکو مسجد کا سامان وغیرہ خریدنے کے لئے سکھر آنا پڑا، آپکو فقیر کے ساتھ کیا ہوا وعدہ یاد آیا چنانچہ ایک اور فقیر کو ہمراہ لیکر پیدل اس کے گھر تشریف لے گئے اور دعوت لی کی [3]

---

1. ملفوظات ص 133
2. لیدر بیضاء ص 262
3. عباد الرحمٰن ص 61

ہر حال میں شکر

ایک بوڑھی عورت کی دعوت پر آپ تشریف لے گئے۔ اُس نے چاول پکا کر آپکی خدمت میں پیش کئے، ضعف بصارت کے سبب شکر کے بجائے نمک ڈال دیا۔ اور عقیدت و محبت کے عالم میں نمک بھی کثرت سے چاولوں پر چھڑکا۔ آپ نے حسبِ ضرورت تناول فرمانے کے بعد اپنے خادم کے حوالے کیا، اُس نے ایک لقمہ ڈال کر تھوک دیا اور بڑھیا پر برسنے لگا کہ یہ تو نے کیا غضب کردیا! بڑھیا رو رو کر عرض کرنے لگی کہ بڑھاپے نے مجھ سے شکر و نمک میں تمیز نہ کرنے دی کیونکہ دونوں برتن ایک جیسے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے ضعیفہ! میری نظر تمہارے ہاتھ پر نہ تھی بلکہ نعمتیں بخشنے والی اُس ذات پر تھی۔ اب اگر اُس نے تھوڑی سی تلخی چکھائی ہے تو ناگواری کیسی؟ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

لطفِ سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
ایں بھی سجن واہ واہ اوں بھی سجن واہ واہ [1]

اسی طرح کا ایک واقعہ یوں مشہور ہے کہ آپکی خدمت میں ایک خربوزہ پیش کیا گیا آپ نے اُسے کھالیا، جو بچ گیا اُسے اپنے خادم کو دے دیا، اُس نے چکھا تو سخت کڑوا ہونے کے سبب فورًا تھوک دیا۔ آپ نے اُس سے فرمایا! وہ ذات تجھے روزانہ میٹھے طعام کھلاتی ہے، آج ذرا کڑوا کھلوایا تو ناشکری کرتے ہو؟ [2]

اصل بہادری

کچھ لوگ حضرت حافظ الملت کی خدمت میں آئے اور اپنی بہادری اور قوت کے واقعات

---

1. عباد الرحمٰن ص 46
2. الشریعت سوانح حیات نمبر ص 7

سنانے لگے، ایک کہنے لگا کر مجھے اتنی قوت حاصل ہے کہ اناج کی ایک بڑی بوری کا تو شہ پیٹھ پر رکھ کر دریا عبور کر سکتا ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ اناج کا ایک دانہ بھی نہ بھیگے۔
دوسرا کہنے لگا کہ میں اکیلے ہی اونٹ کو لات مار کر گرا سکتا ہوں۔ غرض جب ہر ایک نے اپنی خوبیاں گنوائیں تو آپ نے فرمایا! بھئی تم لوگ تو بڑے ہی طاقتور ہو!
پھر آپ نے فرمایا سخت سردی کا موسم تھا، پھر چوندی شریف میں پانی نہیں تھا، تین میل دور کھرکی کے قریب تالاب واقع تھا۔ میں نے ایک بڑا مٹکا جس میں دس چھوٹے مٹکوں کے برابر پانی آتا تھا سر پر اٹھا کر وہاں پہنچا تو شدید سردی کے باعث پورا تالاب جما ہوا تھا، برف کو ہٹا کر اس ٹھنڈے پانی میں غسل کیا پھر مٹکا بھر کر واپس لایا، جس سے جماعت وضو وغیرہ کر کے عبادت میں مشغول ہوئی۔ سو میرے دوستو! بہادری کا ایسا کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور مخلوق کی بھلائی ہو، باقی سب بہادریاں تو زمانے کے لئے ہیں [1]

بد گمانی سے پرہیز

فجر کی نماز کی ادائگی کے بعد جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک لڑکے پر نظر پڑی جو سردی سے کانپ رہا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہاری چادر کہاں ہے۔ اس نے عرض کی کہ کسی نے چرالی ہے۔ نمازِ ظہر کے بعد آپ فقراء کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ وہی لڑکا حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے توبہ کرائیے کیونکہ میں نے امتِ مصطفیٰ ﷺ پر بدگمانی کی حالانکہ چادر میرے بستر میں موجود تھی۔ چنانچہ اسے توبہ کرائی گئی، حاضرین مجلس نے اس واقعہ سے گہرا اثر لیا [2]

---

1 بروایت مولانا عبداللطیف سکندری خطیب و امام جامع مسجد جئے شاہ سکھر مورخہ 13/6/96

2 عباد الرحمٰن ص 141

راہِ حق سے روکنے والی اشیاء سے نفرت

جماعت کا ایک فقیر جوکہ کپڑے کی بنائی کا کام کرتا تھا نمازِ باجماعت پر مسجد میں نہیں پہنچ سکا۔ نماز کے بعد آپ نے اس کی وجہ پوچھی اُس نے عرض کی کہ حضرت والا کے لئے کپڑا بن رہا تھا، تھوڑا سا کام باقی رہ گیا تھا، سوچا مکمل کر کے حضور کی خدمت میں پیش کروں گا، اسی باعث نماز باجماعت کی ادائگی میں تاخیر ہوگئی۔ آپ نے وہ کپڑا منگوا کر تنورِ آتش کروا دیا کہ جو چیز راہِ حق سے روکے وہ باقی رہنے کے قابل نہیں ہے [1]

اسی طرح ایک واقعہ یوں روایت کیا گیا ہے کہ نمازِ باجماعت کی ادائگی کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ کون تکبیر اولی پر نہیں پہنچا، ایک فقیر نے عرض کی کہ حضور مجھ سے یہ تاخیر ہوگئی وجہ معلوم کرنے پر اس نے بتایا کہ لنگر کی دیگ جل رہی تھی اور میں اس سے لکڑیاں نکلوا رہا تھا کہ مبادا طعام خراب نہ ہوجائے۔ آپ نے فرمایا کھڈا کھود کر اس دیگ کو طعام سمیت دفن کردو، اگر جماعت کے فقراء نے یہ طعام کھایا تو نہ جانے ان پر کیا اثر ہوگا۔ [2]

ولایت کیسے چھن جاتی ہے

جماعت کے ایک فقیر غلام محمد راجڑی نے عرض کی کہ حضور کیا ولایت بھی چھن جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی چیز کوئی نہیں چھین سکتا، ہاں اگر اپنے شیخ سے بدگمانی ہوجائے تو یہ نعمت جس راہ سے آئی تھی ناشکری کے باعث اُسی راہ سے واپس چلی جاتی ہے [3]

---

1. عبادالرحمٰن ص 44
2. خانقاہ بھوچونڈی شریف خانوادہ کے ایک فرد میاں عبدالحمید عرف میاں اچھل سے زبانی روایت مورخہ 19/11/96 بمقام اسٹیشن ڈہرکی
3. عبادالرحمٰن ص 58

توکل

ایک شخص حضرت حافظ الملت کی خدمت میں جب بھی حاضر ہوتا کوئی نہ کوئی تحفہ اپنے ہمراہ ضرور لاتا تھا۔ ایک مرتبہ سیب لایا، مگر اُسے پتہ چلا کہ حضور والا کسی عارضہ میں مبتلا ہونے کے باعث سیب کھانے سے طبیب نے منع کیا ہے۔

فقیر مذکورہ جب آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس سے اِس مرتبہ خالی ہاتھ آنے کی نہایت شفقت سے وجہ پوچھی، اُس نے عرض کی کہ قبلہ سیب لایا تھا مگر پتہ چلا کہ حضور کو ان سے پرہیز ہے جس کے باعث پیش نہیں کئے۔

آپ نے وہ سیب منگوا کر کھائے اور فرمایا ہماری زندگی ان سیبوں میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے[1]

محبت کے بدلے محبت

آپکی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کی کہ قبلہ میں آپکی زیارت کی غرض سے بڑی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کر کے بڑی دور سے حاضر ہوا ہوں۔ اِس پر آپ نے محبت بھرے الفاظ میں میں فرمایا "ہم نے بھی بڑی منزلیں طے کی ہیں اور بہت دور سے تمہارے لئے آئے ہیں۔[2]

تحفہ کی قدر

فقیر عبدالرحیم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو عقیدتمند آپکی خدمت میں الگ الگ بیر کے تھیلے خدمت میں بطور تحفہ پیش کئے۔ پہلے فقیر کے بیر عمدہ اور پکے ہوئے تھے جبکہ دوسرے کے پہلے والے فقیر کے مقابلے میں کچھ کچے تھے۔ جس پر وہ فقیر پشیمانی محسوس

---

1. بروایت عبدالحمید عرف میاں اچھل
2. عبادالرحمٰن ص 47

کرنے لگا کہ اب اسکے تحفہ کی قدر و قیمت نہ رہی۔ آپنے اسکی پریشانی کو بھانپ لیا اور یہ شعر پڑھا ؎

کیا بی قبول آیل آدیس جا
ڈیا منجھ حضور تھنجا حق حساب جا [1]

=

---

1 جامِ عرفان ص 184

فصل دوئم

سیرت و تعلیمات

مقامِ محمدی کی تشریح

آپ نے مقامِ محمدیؐ کی تشریح نہایت عمدہ اور جامع پیرائے میں بیان فرمائی ہے، جس سے دین و شریعت کی اصل روح بالکل واضح نظر آتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ کی تین اقسام ہیں۔ ایک بشری صورت، دوسری ملکی صورت اور تیسری حقی صورت۔

جس نے آپکو محض محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب جان کر اپنے جیسا آدمی سمجھا وہ کافر و مشرک قرار پایا جیسا کہ کفارِ مکہ نے سمجھا۔

دوسری ملکی صورت یہ ہے کہ جس نے آپکو بشر نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی افضل سمجھا وہ ولایت کے درجے پر فائز ہوا۔

تیسری صورت حقی ہے اور وہ یہ کہ آں حضرتؐ کو بشر یا فرشتہ نہیں بلکہ نورِ حق سمجھا جائے۔ اگر کسی کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو وہ یہ سمجھ لے کہ اسے مقامِ محمدیؐ کا بلند ترین ادراک حاصل ہو گیا۔

اس کے بعد آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر آں حضرتؐ بشری صورت میں تشریف نہ لاتے بلکہ فرشتوں یا کسی اور صورت میں آتے تو آپکی صحبت کون اختیار کرتا اور کسی طرح اسرار و معرفتِ خداوندی کے لاتعداد خزانے ہم تک پہنچتے، اور کیوں کر دینِ اسلام اس قدر رونق حاصل کرتا اور اہلِ مکہ کس طرح اتنے معجزات کا مشاہدہ کرتے۔[1]

---

[1] جامِ لمزمان ص 84

عارفِ کامل کی صحبت

آپ نے مرشد اور عارفانِ کاملین کی صحبت اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے، آپ کے نزدیک
ان کا قرب غفلت سے بیداری اور ذاتِ حق سے نزدیکی کا باعث ہے اور عارفِ کامل کا مقصدِ حیات
ہی بندوں کی تعلیم و تربیت کرکے انہیں واصل باللہ کرنا ہے۔ اسکو آپ نے ایک تمثیل
کے ذریعے فقیروں کو سمجھایا کہ دریا کے ملاح کس طرح دریائی مرغ کی کھال پہن کر اور اُس
جیسی آواز نکال کر دریائی مرغوں کو اپنے جال میں گرفتار کرتے ہیں اور مرغ کس طرح
انہیں اپنے جیسی جنس سمجھ کر آہستہ آہستہ جمع ہوکر ان کے قریب آجاتے ہیں جب
دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں تب انہیں احساس ہوتا ہے کہ یہ ہماری جنس میں سے نہیں
بلکہ ہمارے شکاری ہیں۔

اسی طرح عارفِ کامل بھی اپنے زمانے جیسے لوگوں کے طور طریقے اپنا کر ان جیسی شکل
اپنا کر لوگوں میں آتا ہے، سب کے ساتھ محبت و الفت سے پیش آتا ہے۔ اور انکی عزت
و تعظیم کرتا ہے۔ اور جب سب لوگ اسکی صحبت کی لذت کے اسیر ہو جاتے ہیں تب وہ
انہیں اپنا شکار بناکر انہیں انکے اصل وطن "ملک وحدت" کی طرف لیجاتا ہے۔
جب وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاتے ہیں تب انہیں احساس ہوتا ہے کہ یہ عارفِ کامل
محض ایک عام بشر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہے جو ہماری تعلیم و تربیت کے
لئے آیا تھا[1]

اللہ والوں کی صحبت کسی حال نہ چھوڑے

دین محمد نامی جماعت کے ایک فقیر نے خدمت میں عرض کی کہ قبلہ اگر عارفِ کامل اس

---

1. جامِ عرفان ص 85-86

اس دنیا سے وصال فرما جائے تو اس کے مریدین و سالکین کو کیا کرنا چاہئے اور کہاں جانا چاہئے؟

آپ نے فرمایا اپنے مرشد کے خلفاءِ مجاز میں سے کسی کی صحبت میں جانا چاہئے۔ اگر مرشدِ کامل کا کوئی خلیفہ مجاز نہ ہو تو پھر اپنے سلسلے کے کسی بزرگ کی صحبت اختیار کرنی چاہئے، اگر اپنے سلسلے کا بھی کوئی بزرگ نہ ملے تو ایک جگہ بند ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ اسے جہاں بھی کوئی اھل اللہ ملے اسکی صحبت اختیار کرے۔ دین محمد فقیر نے دوبارہ عرض کی کہ اگر کوئی ایسا اھل اللہ نہ ملے تو کیا کرنا چاہئے؟

آپ نے اس موقعہ پر جو جواب ارشاد فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے، آپ نے فرمایا! "دین محمد! تاجروں، جوتے بنانے والوں، لوہاروں، ترکھانوں اور کمہاروں کی دوکانیں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آجتک جاری و ساری ہیں اور کبھی بند نہیں ہوئیں، کیا عارفوں اور اللہ والوں کی دوکانیں بند ہو جائیں گی؟ دین محمد فقیر! اللہ والوں کی دوکانیں قیامت تک بند نہ ہوں گی [1]

ایک اور موقع پر عارفِ کامل کی صحبت کے سلسلے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص سینکڑوں کتابیں پڑھ لے تو جب تک عارفِ کامل کی صحبت اختیار نہیں کرے گا اسے رموزِ حقیقت کی ہوا بھی نہیں لگے گی اور نہ ہی اسے نعمتِ حقیقی سے کچھ حصہ نصیب ہوگا۔[2]

حفاظ اور قاریوں کو تلقین

آپ خود حافظِ قرآن اور قرآنی علوم کے عظیم مبلغ تھے۔ قاریوں اور حفاظ کو آپ

---

1 جامِ عرفان (ملفوظات) ص 120
2 - ایضاً - ص 142

یوں تلقین فرماتے ہیں۔

"قرآن مجید کو خالصتاً اللہ کی خاطر پڑھنا چاہئے اور اس میں یہ شائبہ تک نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں یا یہ کہیں کہ اس حافظ میں طمع اور لالچ بالکل نہیں ہے۔ (اس خیال سے بھی ریا آجاتا ہے) اگر قرآن مجید کو اس طرح پڑھا جائے تو اس کے فوائد و ثمرات بہت نکلتے اگر تمہارے دل میں قرآن مجید سنانے کا خیال آجائے تو محض بوجہ اللہ تعالیٰ سنانا، خبردار قرآن مجید کو دنیوی مقاصد، روپے پیسے کی لالچ کا ذریعہ نہ بنانا۔ یہاں تک کہ اس کے بدلے میں کسی سے پانی کا پیالہ تک نہ پینا تاکہ تمہاری قرأت کا ثواب ضائع نہ ہو جائے" ۱

صفاءِ قلب کا حصول

آپ فرماتے ہیں۔ "انسان کو اپنے من کے دریا میں غوطہ لگانا چاہئے تاکہ اس ذریعے سے وہ نفسانی خیالات اور شیطانی خطرات سے چھٹکارا حاصل کرکے تمام آلائشوں سے پاک و صاف ہو جائے اور آخر کار اپنی موہومہ ہستی سے نکل کر مقصودِ اصل اور محبوبِ حقیقی کے وصال سے شاد کام ہو" ۲

غرورِ علم سے اجتناب

آپکے نزدیک وہ علم جو علمائے ظاہر بین کے پاس ہوتا ہے بہت بڑا حجاب ہے اور ایسے علم کے غرور میں سرشار عالم کو حقیقت و معرفت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں (مجاز آ) "علمائے ظاہر بین کا حال یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص اکثر

---

۱ ملفوظات ص 142
۲ - ایضاً ـــ ص 88

عربی علم شروع کرتا ہے وہ شرح ملا جامی تک پہنچتے پہنچتے آدھا کافر بن جاتا ہے اور اس کے بعد جب وہ مطول تک پہنچ کر علم ظاہری مکمل کرتا ہے اور دستارِ فضیلت سر پر باندھتا ہے تو پوری طرح فرعون بن جاتا ہے'' 1

خدمت خلق کی تعلیم

"اے طالبان و سالکانِ راہِ حق پیر بننے کی کوشش مت کرنا، اور نہ ہی لوگوں کی تعریف اور ان کے اکٹھا ہونے سے خوش ہونا بلکہ مسکینوں کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور اخلاقِ محمدیؐ کو اپناؤ، جو کام کرو اللہ تعالیٰ کے لئے کرو'' 2

سالکین کو تلقین

"طالبِ حق کو چاہئے کہ وہ مستعد ہو کر آئینہ قلب میں اپنی نظر جمائے اور محبوبِ حقیقی کی طرف توجہ کرے۔ اور توجہ ایسی ہو کہ طالب اپنی ذات کو ذاتِ حقیقی میں گم کر دے۔ تاکہ اس ذریعے سے اسے گوہر مقصود ہاتھ آجائے اور یہ گوہر مقصود دیدارِ الٰہی ہے'' 3

دوسری جگہ آپ طالبانِ حق کو اس طرح تعلیم دیتے ہیں!

"اے طالبانِ حقیقت جو شخص بھی خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اسکی ہر ضرورت پوری کرتا ہے اور وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا'' 4

---

1 ملفوظات ص 103
2 - ایضاً - ص 111
3 - ایضاً - ص 148
4 - ایضاً - ص 188

آدابِ زیارتِ قبور

حضرت حافظ الملت ؒ نے زیارتِ قبور کے آداب نہایت تفصیل سے بتائے ہیں جس سے اس دور کے اس متنازعہ مسئلہ کو آپ نے نہایت عمدگی سے سلجھا کر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنی عورتوں کو خوبصورت لباس پہنا کر یا انہیں بنا سنوار کر ساتھ لے جاتے ہیں اور ساتھ ہی کھانے پینے کی اشیاء اس طرح اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں کہ ایک آدمی آگے چل رہا ہوتا ہے، یا بزرگ کے نام پر کوئی جانور لیکر ڈھولک مزامیر کے ساتھ غیر شرعی امور بجا لاتے ہوئے گھر سے روانہ ہوتے ہیں تو اُن پر لعنت برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ بزرگ بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں جن کے پاس یہ جا رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح تمام اہلِ قبور، زمین کے سارے بزرگانِ دین اور آسمان کے فرشتے بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہیں، حتیٰ کہ دہ لعنتوں کی گٹھری سمیت واپس آتے ہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص فسق و فجور کی ان رسومات سے ہٹ کر کسی بزرگ کی مزار کی نیت کرے باوضو ہو کر مقبرے میں داخل ہو سورہ ملک سورہ اخلاص، اور آیت الکرسی پڑھ کر اسکا ثواب اُس بزرگ کی روحانیت کی نذر کرے تو وہ بزرگ اس سے راضی ہوتے ہیں اور اُس کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ جب وہ مزار کے احاطہ میں داخل ہو تو دست بستہ ہو کر ادب سے بیٹھے جیسے اسکی زندگی میں اُس کے قریب بیٹھتا تھا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس وقت زائر صدق و اخلاص اور نیاز مندی کے ساتھ داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس بزرگ کو آگاہ کر دیتا ہے کہ فلاں شخص تیری زیارت کو آ رہا ہے، لہٰذا وہ بزرگ اپنے زائر کے استقبال کیلئے مزار سے باہر آتے ہیں اور زائر کا استقبال شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح زائر کو چاہئے

کہ باادب واپس نکلے، کیونکہ صاحبِ مزار اسکے ساتھ آرہے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ زائر مزار کی حدود سے باہر نکل آئے اور دُعا مانگ کر رخصت طلب کرے'' 1

بری رسومات سے نفرت

ایک مرتبہ دورانِ خطبہ آپنے ارشاد فرمایا کہ بچے کی پیدائش، کسی عزیز کی موت شادی یا غمی کے ایسے تمام موقعوں پر وہی امور بجا لانے چاہئیں جو آں حضرت ؐ نے انجام دیئے ہیں یا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مختلف قسم کی بدعتوں اور فسق و فجور پر مبنی ایسی تمام رسموں سے پرہیز کیا جائے جو لوگوں نے جہالت کی وجہ سے گھڑ لی ہیں یا کافروں کی رسمیں ہیں جو مسلمانوں میں گھس آئی ہیں''. 2

راہِ حق کے سفر میں قصر کا حکم

آپنے دورانِ سفر نماز میں قصر سے متعلق ایک عجیب نقطہ بیان فرمایا ہے جو کسی عارفِ کامل ہی کی زبان سے بیان ہو سکتا ہے.

آپنے اپنے مرشد حضرت سید حسن جیلانی ؒ کی عادتِ کریمہ بتائی کہ وہ جب کبھی اپنے مرشد (حضرت سید راشد جیلانی ؒ) کی زیارت کی غرض سے اُن کی خانقاہ شریف جاتے تو نماز میں قصر نہ کرتے. اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سفر کی حالت میں قصر کا حکم اُس سفر کے لئے ہے جو دنیا کی خاطر اختیار کیا جائے۔ جو سفر راہِ حق میں کیا جائے اُس کے لئے یہ حکم نہیں ہے 3

کرامت کی تعریف

آپکے نزدیک صاحبِ کرامت ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے اور نہ ہی اسکا حاصل ہوجانا

---

1 ملفوظات ص 91 - 93
2 - ایضاً - ص 94
3 - ایضاً - ص 107

کس بلند ترین منزل کی نشان دہی کا باعث ہے۔ آپ فرماتے ہیں

" اے طالبان و سالکان راہِ حقیقت! صاحبِ کرامت کی مثال ایک حائضہ عورت کی ہے کہ نہ تو اس پر روزہ فرض ہے اور نہ ہی نماز بلکہ اللہ تعالیٰ کے ایسے فرائض میں سے کوئی بھی چیز اس پر فرض نہیں ہے، وہ ایسی تمام چیزوں سے فارغ ہے۔ اسی طرح اہلِ کرامت بھی حائضہ عورت کی طرح اپنے رب کی طلب سے فارغ ہیں۔ وہ راستہ یعنی راہِ حق کے درمیان حیران و پریشان کھڑے ہیں" [1]

فروعی اختلافات سے اجتناب

آپ فروعی اختلافات سے اجتناب کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ اپنے شیخ کامل کے قول کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ " روزِ قیامت اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں فرمائے گا کہ تم دنیا میں کون سے طریقے کی پیروی کرتے رہے ہو، حنفی تھے یا مالکی، شافعی تھے یا حنبلی؟ یا کسی کے بیٹے ہو اور کیا کرتے ہو؟ بلکہ تم سے صرف یہ پوچھا جائے گا کہ دنیا میں مخلوق کے خالق کو یاد کیا یا نہیں" [2]

میت کے قریب دنیوی گفتگو سے پرہیز

آپ نے ارشاد فرمایا!

" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمودات کے بیان کے وقت، میت کے لئے لحد تیار کرتے وقت اور میت کی چارپائی اٹھاتے وقت دنیوی گفتگو اور قیل و قال حرام ہے، ان تینوں مواقع پر دنیوی گفتگو کرنے سے ایمان کے زائل ہونے کا خطرہ ہے" [3]

---

1 ملفوظات ص ۱۵۹ - ۱۱۵
2 - ایضاً -
3 - ایضاً -

راہِ حق سے امید کی تلقین

"طالب صادق اور اہلِ توحید کو چاہیئے کہ وہ ہر دکھ سکھ میں اسی کی طرف نگاہ رکھے توحید میں دو قبلے اختیار کرنے سے یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا، یا اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم سمجھے یا اپنی خواہش کو" ۔[1]

امام کون ہے؟

قرآن مجید کی اس آیت یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (اس روز ہر شخص کو اس کے امام کے ہمراہ بلایا جائے گا) کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ یہاں امام سے مراد آدمی کا نفس ہے، اگر اس کا نفس اتباعِ شریعتِ محمدیہ ﷺ کے مطابق ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوگا لیکن اگر وہ شیطان کے تابع ہے تو وہ شخص شیطان کی جماعت کا فرد ہوگا ۔[2]

شیخ کی نظر کا ادراک

آپکے نامور خلیفہ شمس الدین احمد پوری نے آپ سے مرید کے احوال سے شیخ کی آگاہی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ اپنے مرید کے احوال سے ایک لمحہ میں اور آنکھ جھپکنے کی دیر میں مشرق تا مغرب آگاہی حاصل کر لیتا ہے اور اسکی امداد و دستگیری کرتا ہے۔[3]

دین باعثِ فخر ہے نہ کہ دنیا

خلیفہ شمس الدین احمد پوری سے آپ نے باعثِ افتخار چیز کی بابت فرمایا!

" میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کی پیشانی اور ماتھا اونچا ہو یعنی روحانی درجات

---

1 ملفوظات ص 125

2 - ایضاً - ص 126

3 - ایضاً - ص 151

بلکہ ہوں اور تم چاہتے ہو کر ہماری ناک اونچی ہو، یعنی لوگوں میں عزت افزائی ہو[1]

اُمراء کو نصیحت

ایک زمیندار کے ہاں تعزیت کے موقعہ پر آپ نے اُس سے دنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے بعد بطورِ نصیحت ارشاد فرمایا " ذاتِ خداوندی کے سوا ہر چیز کو فنا ہے، لہذا ضروری ہے کہ صرف اُسی کی یاد میں مصروف رہا جائے۔"[2]

قبلہ کی درستی سے متعلق تحقیق

ایک مرتبہ آپ اپنے عقیدت مند محمد شریف کی مسجد میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر قبلہ رو بیٹھنے کے بعد فرمایا کہ مسجد قبلہ کے رُخ پر درست نہیں ہے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو نئی مسجد بنانا چاہے اُسے چاہیئے کہ شب کی ابتداء میں چاروں کونوں پر لکڑیاں گاڑے اور اُس پر رسیاں باندھ دے، یہ قطبی ستارے کو مدِ نظر رکھ کر کیا جائے، پھر سحری کے وقت اگلی غور کرے اور اندازہ کرے کہ قطب ستارہ پہلے حصے کی نسبت یعنی ابتداء کی نسبت اپنی جگہ سے کتنا ہٹ گیا ہے۔ تین شب تک یہی عمل دہراتا رہے پھر جتنا بھی فرق نکلے اُسے نصف کرے اور اُس کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھے[3]

میت کی بخشش کے لئے دعاء

آپکے نزدیک موت کے بعد لواحقین اور اُس کے احباب پر مرنے والے کے حقوق ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اُس کے لئے ایصالِ ثواب کا حق باقی رہتا ہے۔ اِس مقصد کے لئے آپ نے

1۔ ملفوظات ص ۱۵۱
2۔ ایضاً ـــ ص ۱۶۹
3۔ ایضاً ـــ ص ۲۰۰ - ۲۰۱

مرنے والے کے حق کے سلسلے میں خصوصی عمل اور دعائیں بتائی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص مرنے والے کی قبر کے پاس پہلی رات جا کر اس ترتیب سے کہ اول دو رکعت نفل ادا کرے۔ اول رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک مرتبہ، سورۃ تکاثر دس مرتبہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں بھی اسی ترتیب سے یہ سورتیں پڑھے اور اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچائے تو اُس کے سب گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے [1]

دوسری جگہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی میت کی قبر پر یہ حدیث مبارکہ تین مرتبہ پڑھے اور اپنی شہادت کی انگلی دعا قبر کی طرف اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس میت کی مغفرت فرما دے گا!   حدیث مبارکہ یہ ہے!

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ اَنْ لَّا تُعَذِّبَ ھٰذَا الْمَیِّتْ

ترجمہ: اے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل کے وسیلے سے اس میت کو عذاب سے بچا! [2]

ترکِ دُنیا

آپ نے ترک کے بارے میں کئی بار مثالوں کے ذریعے نہایت عمدگی سے سمجھایا ہے۔

ایک مرتبہ خلیفہ سید نا محمود امروہی [7] نے اس سوال پر کہ تارکِ دنیا کون ہے؟ آپ نے ایک مثال کے ذریعے سمجھایا کہ کس طرح دو آدمیوں نے حج کا قصد کیا اور اکٹھے سفر پر روانہ ہوئے، تھوڑی دور آگے جا کر ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تھوڑی دیر ٹھہرو

---

[1] ملفوظات ص ۱۸۰ - ۱۸۱

[2] - الشفا ـــ ص ۱۸۱

میں سوئی اور چھری لے آؤں۔ اس پر اس کے ساتھی نے کہا کہ میں ایسے ساتھی کا شریک سفر نہیں بن سکتا جیسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں چھری اور سوئی روک لے آپ نے فرمایا کہ اگرچہ سوئی اس نے کپڑا سینے اور چھری قربانی کرنے کے لئے اٹھائی تھی لیکن طریقت کے اندر یہ بھی دنیا میں شمار ہوتی ہیں۔ جو جانور دے گا وہ چھری بھی دے گا، پس یہ چیزیں بھی دنیا ہیں، اور ترک یہ ہے کہ دنیا کا خیال تک دل میں نہ گزرے۔ [1]

دوسری مثال آپ نے اس طرح بیان فرما کر ترکِ دنیا کے مفہوم کو واضح کیا۔
آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کو اطلاع دی گئی کہ ان کی قیمتی سامان سے لدی ہوئی کشتی غرق ہو گئی ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا "الحمد للہ" پھر اطلاع آئی کہ یہ خبر درست نہیں تھی، تب بھی آپ نے سن کر فرمایا "الحمد للہ" دونوں حالتوں کے یکساں ردِ عمل کے بارے میں لوگوں کے استفسار پر آپ نے فرمایا وہ دونوں حالتوں میں میں نے قلب کی کیفیت پر غور کیا تو دونوں حالتوں میں سے میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم تھا چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر حضرت حافظ الملت نے فرمایا کہ یہ ہے ترکِ دنیا اور یہ ہے تارکانِ دنیا کا عمل [2]

حسبِ حال تلقین

آپکا اندازِ نصیحت نہایت اثر انگیز اور پر از حکمت ہوتا تھا۔ اور ہر ایک کو اسکے حال کے مطابق نصیحت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا، بیعت کے بعد آپ نے اس سے فرمایا کہ

---

1. ملفوظات ص 237
2. ایضاً ۔ ص 238

اپنے بیل کو زیادہ چارہ دیا کر، وہ پیٹ بھر کر اچھی طرح کام کرے گا،

دوسرے شخص کو جو کہ باز رکھتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے باز کو بھوکا رکھو تاکہ اچھی طرح شکار کر سکے [1]

عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کا مفہوم

آپکی مجلس میں بعض ایسے جاہل صوفیوں کا تذکرہ آیا جو عورتوں اور لڑکوں کے عشق میں مبتلا ہو کر خود کو واصل باللہ سمجھتے ہیں اور عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی کی سیڑھی قرار دیتے ہیں - اس موقعہ پر آپنے ارشاد فرمایا کہ ایسا عشق وصل الی اللہ کی راہ میں الٹا حجاب ہے، نفس کا سرمایہ پیشاب گاہ ہے اور وہ وہیں تک پہنچاتی ہیں، جہاں تک عشقِ مجاز کو عشقِ حقیقت کا ذریعہ بتایا گیا ہے اس سے مراد اپنے مرشدِ کامل کا عشق ہے جو یقیناً موجب حصول عرفانِ ذاتِ الٰہی ہے [2]

تصورِ شیخ

ایک مرتبہ آپ حیدرآباد شہر سے میاں گوٹھ تشریف لائے تو تصورِ شیخ پر بات چلی، اس موقعہ پر عوام کی بڑی تعداد کے علاوہ علماء اور سادات بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے تصورِ شیخ کا ماحصل مختصراً یوں فرمایا کہ! بھائی! ہم نے تو اپنے رب کو اسی راہ یعنی تصورِ شیخ سے پایا ہے، باقی ہر شخص کی اپنی مرضی ہے جو چاہے کرے [3]

---

1. تذکرہ اولیاءِ سندھ ص 157
2. عبادالرحمٰن ص 62
3. ملفوظات ص 81

فصل سوئم

اقوال و فرمودات

- جب تک بندہ اپنی ہستی کو مٹا نہیں دیتا کامل مسلمان نہیں بن سکتا ۔[1]

- تین اشخاص کو بے حد و حساب اجر و ثواب ملے گا،
اول وہ جس کے مکان کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہو، دوئم وہ شخص جو کپڑا پھٹ جانے کے باوجود اس میں ٹانکے لگا لگا کر پہنتا رہے اور عار کا باعث نہ سمجھے، سوئم وہ جو خود کھانا کھانے سے پہلے بھوکے کو کھلائے ۔[2]

- ایک شخص نے نفسانی خیالات اور وساوس کی کثرت کا علاج دریافت کیا تو آپ نے فرمایا!
نمازِ تہجد کے بعد سو مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو، انشاءاللہ تمام وساوس اور نفسانی خیالات دور ہو جائیں گے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، رب اغفرلی وتب علی انک انت العفو الغفور ۔[3]

- اگر کسی فقیر کو کوئی عقدہ یا مشکل امر پیش آئے تو اسے چاہیئے کہ اگر اسکا شیخ زندہ ہو تو اسکی خدمت میں عرض کرے، اگر شیخ زندہ نہ ہو تو اسے اپنے کسی خفتہ صاحبِ مقام پیر بھائی کے پاس جائے، اگر ایسا نہ ہو تو وہ

---

1 ملفوظات ص 172
2 - ایضاً — ص 160
3 - ایضاً —

اپنے باطنی اسباق طریقت میں سخت محنت شروع کر دے، انشاء اللہ اسکا عقدہ کھل جائے گا۔ اس لئے کہ عقدہ (مشکل یا رکاوٹ) ایک باریک ابر کی طرح ہے، جس طرح باریک بادلوں کو ہوا اڑا کر لیجاتی ہے اسی طرح عقدے کو بھی اشغال و عبادات فوراً راستے سے ہٹا دیتے ہیں[1]

- دنیا میں عارف کی توجہ تین طرف ہوتی ہے ایک شریعت کی طرف دوسری وحدت کی طرف، تیسری طالب کی طرف، تینوں جب شیخ اس دنیا سے نقل مکانی کرتا ہے تو شریعت کی پابندی کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور بقیہ دو امور یعنی وحدت و طالب والی حالت پر اسکی نگاہ باقی رہتی ہے، اس لئے شیخ کا فیض طالب کے حق میں پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ طالب کی نسبت اپنے شیخ سے پختہ اور مضبوط ہو[2]

- ایک درویش نے آپ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ نماز کے بعد امام، جماعت کی طرف تو منہ کرتا ہے مگر خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا! "کعبہ ظاہری حضرت ابراھیمؑ کا بنایا ہوا ہے، جبکہ مومن کے قلب کا عرش الٰہی ہونا ثابت شدہ امر ہے، پس کعبہ کی نسبت کعبہ حقیقی کی طرف رخ کرنا کہیں اعلیٰ و ارفع ہے"[3]

1۔ ملفوظات ص 162
2۔ ایضاً ۔ ص 177
3۔ ایضاً ۔

- فقر و درویشی اور محبتِ الٰہی کسی خاص شکل و صورت اور لباس کی محتاج نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے"۔ [1]

- "ہر طالب کو چاہئے کہ شغلِ حق میں اپنے وجود اور اپنی ذات کو کسی شمار میں نہ لائے صرف اور صرف ذاتِ حق کی طرف متوجہ رہے"۔ [2]

- آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ!

"کلامِ الٰہی تین مرتبہ نازل ہوا ہے، ایک دفعہ عربی میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر عربی میں جاری ہوا، دوئم فارسی زبان میں مثنوی مولانا روم کی شکل میں موجود ہے، اور تیسری مرتبہ سندھی میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے رسالے کی صورت میں"۔ [3]

- "سرورِ کائنات حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اس میں قطعًا کوئی شک و شبہ نہیں"۔ [4]

- ایک مرتبہ آپ نے جلال میں آکر ارشاد فرمایا کہ!

"میرا دل چاہتا ہے کہ تین قسم کے اشخاص کی داڑھی نوچ لوں، ایک وہ جو دوسر

---

1. ملفوظات ص 178
2. ایضًا ۔ ص 182
3. ایضًا ۔ ص 182
4. ایضًا ۔ 183

لوگوں کی عورتوں کو اپنی دینی بہنیں بنا لیتے ہیں ، دوئم وہ جو قیمتی زندگی کیمیاگری جیسی لغو چیز کے پیچھے برباد کر دیتے ہیں ، تیسرے وہ جو حصولِ دولت و دنیا کی خاطر وظائف میں سر مارتے رہتے ہیں ''[1]

- قصے کہانیاں پڑھنے کے بجائے باطنی اشغال میں اپنی ہمت صرف کرنی چاہئیے[2]

- شریعت ، طریقت اور حقیقت میں فرق یہ ہے کہ شریعت آں حضرت ﷺ کے عمل کا نام ہے ۔ طریقت آپکے فرمودات کو کہتے ہیں ، اور حقیقت وہ ہے جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چشمِ مبارک سے ملاحظہ فرمایا ، معرفت اور حقیقت مترادف المعنیٰ ہیں[3]

- ساری دنیا میں غوث ایک ، قطب چار ، اوتاد چھ ، اور ابدال چالیس ہوا کرتے ہیں جبکہ اولیاء اللہ کی تعداد تین سو رہتی ہے ، یہ تعداد خلفاء راشدین سے لیکر قیامت تک ہر زمانے میں موجود رہی ہے ، اور رہے گی ، دنیا کا سارا انتظام و انصرام انھیں کے حوالے سے ہے[4]

- دل کے حضور کامل کے بغیر عبادت کرنا کولہو کے بیل کی طرح اپنے پاؤں پر

---

1 ملفوظات ص 183
2 - الیضاً - 186
3 - الیضاً - 83
4 - الیضاً - 105

محض گھومنے والی بات ہے، ایسی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں"۔ [1]

• آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میری جماعت کے فقراء (زہد و تقویٰ) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر اور انہیں کی مانند ہیں"۔ [2]

ظرافت میں بھی حکمت (ظریفانہ ارشادات)

• ایک مرتبہ ایک سفید ریش آدمی بیعت کے لئے حاضر ہوا، بیعت ہونے کے بعد عرض کرنے لگا کہ "قبلہ! اب یہ میری سفید داڑھی آپ کے حوالے ہے" (یعنی قیامت کے روز میری بخشش آپکے ذمہ ہے)

آپ نے فرمایا! "بھائی! تجھے بھی اپنی داڑھی کا پاس کرنا چاہئے" (یعنی اعمالِ صالحہ اختیار کرنے چاہئیں) [3]

• ایک مولوی صاحب آپکی خدمت میں آیا، اور بستیوں میں نمازِ جمعہ کے جواز سے متعلق طویل بحث چھیڑ دی اور کہنے لگا کہ آپکے ہاں جمعہ کے جائز ہونے کی شرائط موجود نہیں ہیں، لہٰذا آپکا جمعہ درست نہیں ہے،

آپ نے فرمایا مولوی صاحب گاؤں تو آپکا بھی جمعہ کی شرائط میں نہیں آتا اس طرح ہمارا اور آپکا جمعہ تو ہوتا نہیں، لہٰذا یوں کرتے ہیں کہ آپ جمعہ

1۔ ملفوظات ص 120
2۔ ایضاً ص 170
3۔ ایضاً ص 172

اباؤڈرو شہر میں ادا کریں اور ہم خیرپور رڈ ہرکی میں، مولوی صاحب لاجواب ہوگیا
اُسے نماز جمعہ کے لئے اباؤڈرو جانا شکل لگ رہا تھا، پھر آپ نے ازراہِ مزاح فرمایا!
"مولوی صاحب آپکے نزدیک گویا بڑا شہر وہ ہے جہاں ھندو بنئے بہت رہتے
ہوں (خرید وفروخت کا بڑا مرکز ہو) [1]

- ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی کہ حضور بیٹے کا سوالی ہوں، میرے لڑکا نہیں تو:
آپ نے ازراہِ مزاق فرمایا "میرے بھائی یہ سوال تو اُسی سے کرو جس کے
سات بیٹے ہوں ۔ میرا تو اپنا بیٹا نہیں [2] (واضح ہوکہ آپ نے نکاح نہیں کیا تھا)

- ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے گیارہوں کے بارے میں دریافت کیا کہ اُس
لوگ عام خیرات کیا کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا، "بھائی میں تو گیارہوں
بارہویں نہیں کرتا، کیونکہ میرے پاس تو دودھ دینے والی گائے بھی
نہیں ہے ۔ البتہ ہر رات گیارہ قل شریف پڑھ کر اپنے مرشد کی روح
کو ختم بخشتا ہوں" [3]

- ایک دفعہ آپ سفر پر نکلے ہوئے تھے، فقیر یار محمد آپکی تلاش میں پھرتا رہا
حتیٰ کہ رات ہوگئی، اُسے ویرانے میں ایک مکان نظر آیا، وہ پہنچا تاکہ رات
بسر کرکے صبح کو پھر حضرت والا کو تلاش کرسکے ۔ وہ مکان ایک اکیلی عورت کا

---

1. ملفوظات ص 209
2. - ایضاً - ص 160
3. - ایضاً -

کا تھا۔ جبکہ اس وقت کوئی مرد وغیرہ موجود نہیں تھا۔ اُس نے جب ایک اجنبی مرد کو اپنے مکان کے قریب بیٹھے دیکھا تو اُسے گالیاں دینے لگی۔ اور کہنے لگی کہ فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا، نہ جانے تم فقیر درویش ہو یا چور اچکے!

فقیر چپ رہا، وہ پھر کرخت لہجے میں بولی! او بھیڑیے کی طرح داڑھی منڈے یہاں سے جاتے ہو یا آکر بے عزت کروں! فقیر گھبرا گیا، کہنے لگا جاتا ہوں مگر یہ تو بتاؤ کہ پھر چونڈی شریف والے بزرگ اس علاقے میں تشریف لائے ہوئے ہیں کیا تجھے اُن کے بارے میں کوئی علم ہے؟

وہ عورت آپکی معتقد تھی فوراً فقیر کی طرف بڑھی اور پوچھا کیسے تلاش کر رہے ہو؟ فقیر نے پورا احوال سنایا اور اُسے بتایا کہ حضرت والا کا غلام ہوں اور انھیں تلاش کر رہا ہوں، عورت اُسے عزت سے گھر لے گئی اور کھانا کھلایا۔

صبح کو جب فقیر یار محمد حضرت حافظ الملت[2] کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس سے خود سارا احوال پوچھا۔ فقیر نے سارا حال بیان کیا مگر عورت نے بے خبری میں جو اُسے برا بھلا کہا تھا اُسے چھپا گیا، آپ نے فرمایا! یار محمد تم نے ہمیں پورا حال نہیں سنایا! اُس نے عرض کی حضور میں نے تو پورا احوال سنایا ہے، آپ نے پھر فرمایا مگر مائی نے جو کچھ تجھے کہا وہ تو تم نے بتایا ہی نہیں؟ اس کے بعد فقیر نے پوری روداد سنائی تو آپ مسکرانے لگے"[1]

---

1 ملفوظات ص ۱۵۱-152

باب پنجم

اتباعِ شریعت

باب پنجم

اتباعِ شریعت

فصل اوّل : امورِ غیر شرعی سے نفرت

تصوف و ولایت کی بنیاد چونکہ شریعت و سنت پر قائم ہے، یہی وجہ تھی کہ حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت اسکی سختی سے پابندی کرتے تھے اور ایسے تمام امور و رسوم سے نفرت کرتے تھے جن کا شریعتِ ظاہری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ اور ایسے تمام غیر شرعی امور سے منع فرماتے تھے۔

شادی بیاہ کی رسومات

آپ شادی بیاہ کی کسی ایسی تقریب میں ہرگز شرکت نہ فرماتے جس میں ڈھول باجے گانے بجانے یا موسیقی کے دیگر آلات کا استعمال ہوتا۔ اور جماعت کے فقراء کو بھی ایسا ہی حکم تھا۔ لہٰذا ایسا بھی ہوتا کہ جماعت کے فقراء اپنے شیخِ کامل کے فرمان کے موجب اپنے قریبی رشتہ داروں کی شادیوں میں محض اس لیے شرکت نہ کرتے کہ وہاں ڈھول باجے وغیرہ ہوتے [1]

حامی عبیدی لکھتے ہیں :

" حضرت سید العارفین اپنے مرشد جیلانی سائیں اور دادا پیر حضرت سید راشد شاہ جیلانی کی طرح شرک و بدعت، رسم و رواج اور خلافِ شرع باتوں سے سخت متنفر اور مخالف تھے، جماعتِ متعلقین میں کوئی خلافِ شرع امر برداشت نہیں کرتے تھے اور اس امر میں

---

1 تذکرہ اولیاءِ سندھ ص 165

اس قدر متشدد تھے کہ اپنے مرشد کے مسند نشین حضرت سانول سائیں (جن کی آپ ہمیشہ جوتیاں سیدھی کرتے اور پنکھا جھلتے تھے) کے صاحبزادے میاں عبدالحمید کی شادی پر محض اس لیئے ناراض ہو کر اٹھ کر چلے آئے کہ اندرون حویلی میں سے آپکے کانوں تک عورتوں کے سہرے گانے کی آواز پڑ گئی تھی، سانول سائیں اور قدیم فقراء کی منت سماجت پر راستے سے واپس آگئے۔ سہرے گانے بند کرائے گئے، میاں عبدالحمید کا زری سے کڑھا ہوا کرتہ پھاڑ کر اپنا درویشانہ جبہ پہنایا، شادی کے اونٹ کو جھیروں اور گھنگھروں سے سنوارا گیا تھا، اس کے گھنگرو اتار کر توڑ دیئے" [1]

لنگر خانہ کے اونٹ کا پالان ایک دفعہ ایک فقیر نے کسی شخص کو عاریتاً دے دیا جسے وہ اپنے اونٹ پر رکھ کر ایک ایسی شادی میں شریک ہوا جس میں غیر شرعی امور بجا لائے گئے، حضرت حافظ الله رح کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے وہ پالان منگوا کر جلا دیا [2]

آپکا یہ عمل حضرت عمر فاروق رضی کی عین اسی اقتداء میں تھا جب آپ نے شاہان ایران کا وہ بیش قیمت قالین جلا دیا تھا جس پر بیٹھ کر وہ شراب نوشی کرتے تھے اور لہو و لعب کا ارتکاب کرتے تھے۔

شرادات کی بری رسومات

مولانا محمد مراد ہالیجوی، پیر حماد الله ہالیجی والے سے روایت کرتے ہیں کہ اندھڑ

---

1. یدبیضا ص ۶۵۴
2. تذکرہ اولیاء سندھ ص ۱۶۰

(تھیہ جام والے) حضرت موسیٰ نواب (سنجرپور) کی مزار پر جاتے آتے تھے جو اُن کے دادا پیر تھے، وہاں مزار پر وہ غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتے تھے۔

ایک مرتبہ وہاں جاتے ہوئے اُن کا گذر بھرچونڈی شریف سے ہوا تو انھیں مزار پر کھانا پکانے کے لئے دیگ کی ضرورت پڑی۔ جو انھوں نے خانقاہ بھرچونڈی شریف کے لنگر سے منگوالی، اتفاق سے اُس وقت حضرت حافظ الملت خانقاہ میں موجود نہیں تھے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دیگ بھی اسوقت واپس کی گئی۔ آپ نے دیگ کے بارے میں استفسار کیا۔ آپکو بتایا گیا کہ اندھڑ فقیر طعام پکوانے کے لئے موسیٰ نواب کی مزار پر لیگئے تھے۔ یہ سُن کر آپ نے اظہار برہمی فرمایا اور پوچھا کہ بدعات پھیلانے والوں کو دیگ کیوں دی گئی۔ پھر حکم دیا کہ کھڈا کھود کر اس دیگ کو دفن کردو تاکہ دوبارہ لنگر خانہ کے لئے استعمال نہ ہو۔[1]

منشیات سے نفرت

آپ نشہ آور اشیاء سے شدید نفرت کرتے تھے اور اپنی جماعت کے فقراء کو سختی سے ایسی اشیاء کے استعمال سے روکتے تھے۔ نسوار اور تمباکو کو خاص طور پر آپ نہایت ہی بُرا جانتے تھے۔ نسوار استعمال کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیتے تھے، حتیٰ کہ جس کنویں کے پانی سے تمباکو کی کاشت کی جاتی اُس کنویں کے پانی سے وضو تک نہ کرتے اور جماعت کے فقراء کو بھی ایسی ہی تاکید فرماتے۔[2]

---

1. بروایت مولانا محمد مراد ہالیجوی مہتمم دارالعلوم منزل گاہ سکھر مورخہ 19/4/99 زبانی
2. عباد الرحمٰن ص 62

سونے چاندی کے زیورات سے نفرت

ایک مرتبہ آپکی جماعت کا ایک عالم دین آپکو دعوت کرکے اپنے گاؤں لے گیا، آپکے ہمراہ فقراء کی جماعت بھی تھی۔ گاؤں کے لوگ آپ سے ملنے کے لیئے آنے لگے۔ ان میں ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا جس کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ لڑکا کس کا ہے، آپکو بتایا گیا کہ یہ اُسی مولوی صاحب کا بیٹا ہے جو حضرت والا کو دعوت کرکے لایا ہے۔ آپ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولوی صاحب سونے چاندی کے زیورات تو مردوں کو پہننا حرام ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا: قبلہ اس کے نانا نے اسکو مجبور کرکے پہنائے ہیں یہ سُن کر آپ ناراض ہوگئے اور اپنی جماعت سے فرمایا کہ یہاں سے روانگی اختیار کرو۔ یہاں اللہ کا دین نہیں بلکہ نانا کا دین ہے، اور دعوت لئے بغیر پوری جماعت کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوگئے [1]

---

[1] الشریعت سوانح نمبر ص 7

فصل دوئم

روابط مشائخ ہم عصر

حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی ؒ (1255ھ/1837 - 1308ھ/1890ء)

حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے ہم عصر مشائخ میں ایک اہم نام حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی ؒ کا ہے، جو سلسلہ روحانی کے اعتبار سے آپکے مرشد سید حسن جیلانی ؒ کے مرشد سید راشد جیلانی ؒ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ چوتھے سجادہ نشین پیر پاگارہ بنتے ہیں [1]

آپکو شعر و شاعری سے خاص شغف تھا اور "مسکین" تخلص کرتے تھے [2]
حضرت حافظ الملت ؒ کو اپنے دادا پیر کی اس خانقاہ سے خاص محبت و عقیدت تھی آپ اکثر و بیشتر وہاں تشریف لیجاتے تھے.

خانقاہ پیر گوٹھ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ درگاہ شریف کی چوکھٹ پر پیر جوتوں کے ہمراہ پاؤں نہیں رکھا، اور اسکی اس قدر پابندی کرتے تھے کہ دوسروں کو بھی چوکھٹ کے قریب جوتے لیجانے کی جرأت نہ ہوتی تھی، اور یہ رسم ادب خانقاہ کے مریدین و معتقدین میں ایسی مروج ہوئی کہ آجتک اسکی پابندی کی جاتی ہے، اور آپکی سنت میں تمام لوگ درگاہ شریف کی چوکھٹ سے دور ہٹ کر جوتے اتارتے ہیں، اور چوکھٹ پر پاؤں رکھنے کے بجائے اسے پھلانگ کر گزرتے ہیں [3].

خانقاہ پیر گوٹھ میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تزک و احتشام سے منائی جاتی ہیں، یہ تقریبات چھبیس رجب المرجب سے شروع ہو کر پانچ روز یعنی اختتام

---

1. الشریعت سوانح نمبر ص 401
2. پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص 112
3. بروایت مفتی محمد رحیم سکندری زبانی خانقاہ شریف پیر گوٹھ مورخہ 18/4/94

چاند تک جاری رہتی تھیں۔ اور اس میں حضرت حافظ الملت بطور خاص شرکت کے لئے خانقاہ پیر گوٹھ تشریف لے جاتے تھے۔ اور پانچوں روز وہیں قیام کرتے، جب تک سجادہ نشین حضرت حزب اللہ شاہ راشدی اجازت نہ دیتے خانقاہ سے روانہ نہ ہوتے تھے[1]

حزب اللہ شاہ حضرت حافظ الملت کی قرأت سے بے حد متاثر تھے۔ اور اکثر آپ سے قرأت سنتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپکی فرمائش پر جب حضرت حافظ الملت نے قرأت کی تو آپ جھوم اٹھے اور بے اختیار فرمایا!

"حافظ صاحب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا قرآن مجید ابھی ابھی لوح محفوظ سے اتر رہا ہے"[2]

حضرت خواجہ غلام فرید (۱۲۶۱ھ/1843ء - ۱۳۱۹ھ/1901ء)

حضرت خواجہ غلام فرید کا تاریخی نام خورشید عالم جبکہ والد محترم کا نام خواجہ خدا بخش ہے، آپکا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق سے ملتا ہے اس لئے آپ فاروقی کہلاتے ہیں[3]

آپکی تعلیم و تربیت آپکے بڑے بھائی خواجہ فخر الدین کے ہاں ہوئی جو خود بھی بلند پایہ عالم اور درویش تھے۔ حضرت خواجہ غلام فرید نے قرآن مجید حفظ کیا اور دیگر علوم دینی و روحانی حاصل کئے، اور پھر رشد و ہدایت کے کام میں مشغول ہو گئے

---

1. بروایت مفتی محمد رحیم سکندری
2. روزنامہ پبلک کراچی مورخہ 23، نومبر 1994ء
3. فردوس اعجاز الحق تذکرہ صوفیاء پنجاب ص ۵۱۱

آپ ایک متبحر عالم دین اور عارف باللہ تھے۔ روحانی طور پر آپ کا تعلق سلسلہ چشتیہ کی نظامی شاخ سے تھا، اور شجرہ طریقت اٹھارہ واسطوں سے جا کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء تک پہنچتا ہے۔

صوفیانہ شاعری میں آپکا مقام بہت بلند ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو "رئیس شعراء متصوفین" کہا جاتا ہے۔ [1]

حضرت حافظ الملتؒ سے آپکی ملاقاتوں کے متعدد تذکرے ملتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ سے آپکی پہلی ملاقات غالباً اسوقت ہوئی جب آپ کٹھرا شریف کے مشہور عالم دین، مولانا دین محمد کے اصرار اُن کے ہمراہ چاچڑاں شریف تشریف لے گئے، اسوقت خواجہ غلام فریدؒ اپنے برادرِ معظم حضرت خواجہ فخر جہاں کے ہمراہ رہ کر اُن سے علوم دینی و روحانی حاصل کر رہے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب نے آپکی بہت شہرت سُن رکھی تھی، نہایت ہی ادب و احترام سے پیش آئے، اور خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور خدمتگاروں کو خاص ھدایت کی آپ سے زیادہ سوال جواب نہ کریں۔ اِس ملاقات سے حضرت خواجہ غلام فریدؒ آپکی ھستی اور عظمت سے بے حد متاثر ہوئے، اور آپکی روانگی کے بعد اپنے مریدین و معتقدین سے فرمایا کہ یہ بزرگ (حضرت حافظ الملتؒ) دریائے توحید کے شناور اور بحرِ حقیقت کے غواص ہیں، دل چاھتا ہے کہ ان کے محمل کا پاؤں پکڑ کر چلوں۔ [2]

روایت ہے کہ حضرت حافظ الملتؒ سے خواجہ صاحبؒ کی ایک ملاقات ڈھکی قبیلہ

---

1. حضرت خواجہ غلام فرید حیات و تعلیمات ص 7 شائع کردہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور
2. عباد الرحمٰن ص 60

کے سردار شالی خان کے ہاں دعوت پر ہوئی۔ جہاں اُس نے اسوقت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کرام کو عقیدت کے طور پر بلا لیا تھا۔ چنانچہ حضرت حافظ بھی اُس کے اصرار پر اپنی جماعت کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے، وہیں حضرت خواجہ غلام فرید بھی مدعو تھے۔

حضرت خواجہ صاحب کا تعلق چونکہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے تھا، اِس لئے اُن کے ہاں سماع جائز تھا اور قوالوں کی ٹولی اُن کے ہمراہ تھی۔ قادریہ سلسلہ میں چونکہ یہ چیز ناپسندیدہ تھی، اِس لئے حضرت حافظ الملتؒ کے فقراء کو یہ چیز ناگوار گزری کہ یہاں ڈھول باجے اور مزامیر وغیرہ ہوں، لہٰذا انھوں نے رات کو آلات موسیقی کو توڑنے پھوڑنے کا منصوبہ بنایا۔ رات کو جب یہ فقراء اُس جگہ پہنچے۔ جہاں یہ آلات رکھے ہوئے تھے تو اندر سے انھیں گانے بجانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں حالانکہ دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ مجبوراً واپس چلے گئے۔ دوبارہ آئے تو پھر وہی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ غرض ہر بار یہی ہوتا۔ انھیں تعجب ہوتا کہ اُن کے واپس جانے پر آوازیں بند ہو جائیں۔ آخر اپنے ارادے سے باز آئے اور صبح کو اِس واقعہ کا ذکر حضرت حافظ الملتؒ سے کیا۔ آپ یہ سن کر اُن پر بہت خفا ہوئے۔ اور فرمایا کہ خواجہ صاحب کا اپنا سلسلہ ہے اور اُن کے ہاں یہ چیز مروج ہے، اگر تم اُن کے یہ آلات توڑ دیتے تو قیامت کے روز مجھے حضرت خواجہ صاحب کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا۔

اِس واقعہ کی اطلاع جب خواجہ صاحب کو ہوئی تو انھوں نے حضرت حافظ الملتؒ کو کہلا بھیجا کہ میں نے آپکے فقراء کو معاف کر دیا ہے، آپ بھی انھیں معاف کر دیں، کیونکہ وہ سب اپنے مرشد کی اعتقاد اور محبت میں کر رہے تھے۔

پھر آپ نے اپنی جماعت کے فقراء سے فرمایا کہ سازوں کا خود بخود بجنا خواجہ صاحب کی کرامت تھی [1]

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی، آپ نے اُس سے رہائش سکونت دریافت کی، وہ خانقاہ پیر جونڈی شریف کے قرب و جوار کا رہنے والا تھا۔ اُس نے جب اپنا مسکن بتایا تو حضرت خواجہ صاحب نے اُس سے کہا کہ تم تو اولیاؤں کے شاہین کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو، تمہارے علاقے میں ایک عارفِ کامل حافظ محمد صدیق علیہ رحمت، رہتا ہے۔ چونکہ تم اتنی بڑی ہستی کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو اس لئے میں بھی تمہارے لئے دُعا نہیں کروں گا۔
اُس شخص نے بڑی التجا کی، آخر جب پاؤں پکڑ لیئے تو حضرت خواجہ صاحب نے اُس سے فرمایا کہ اب میں صرف ایک شرط پر تمہارے لیئے دُعا کروں گا اور وہ یہ کہ جب یہاں سے جاؤ تو پہلے سیدھے حضرت حافظ محمد صدیقؒ کے پاس جانا اور اُن سے نہ صرف اپنے لئے بلکہ میرے لئے بھی دُعا کی درخواست کرنا۔ جب اُس شخص نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا تب آپ نے اُس کے حق میں دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے [2]

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب سفر پر نکلے ہوئے تھے اور یہ سفر خانقاہ پیر جونڈی شریف کے حدود میں تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خادم

1۔ یہ واقعہ پیرزادہ غلام حسن خطیب مسجد خانقاہ حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن نے زبانی مورخہ 23 جنوری 1995ء کو خانقاہ میں سنایا۔

2 - ایضاً —

کو ایک مختصر تحریر دیکر حضرت حافظ الملت کے پاس بھجوایا۔ تحریر کی عبارت یہ تھی: "لقاء الخلیل، شفاء العلیل" (یعنی دوست کا دیدار مریض کے لئے باعثِ شفاء ہے۔)

کہتے ہیں کہ آپ نے جوں ہی یہ تحریر پڑھی فوراً گھوڑا منگوایا اور حضرت خواجہ صاحب کی ملاقات کے لئے روانہ ہو گئے [1]

مخدوم محمد اشرف کاماروشریف

آپکا شجرہ نسب حضرت خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے ملتا ہے۔ آپکی وفات 1277ھ میں ہوئی [2]

آپ نہایت باکمال بزرگ، متشرع، متوکل اور صاحبِ نظر ولی اللہ تھے آپکا مسکن کاماروشریف ضلع حیدرآباد ہے۔ حیدرآباد کے علاوہ سندھ کے دیگر علاقوں میں بھی آپکے مریدوں کی کافی تعداد آباد ہے۔

آپ نے بے شمار سفر کیئے، ٹنڈری، گھوٹکی، بہاولپور اور ملتان کے سفر پر اکثر جاتے رہتے تھے۔ بھر چونڈی شریف چونکہ راستے میں پڑتا تھا، اس لئے یہاں بھی تشریف لایا کرتے تھے [3]، حضرت حافظ الملت آپکو خلوت کرتے اور اپنے ہاں ٹھہراتے تھے۔

---

1. راوی عبدالحمید عرف میاں اچھل مورخہ 19/11/94ء۔ اور وہ تحریر بھی دکھائی جو انہیں کسی ذریعے سے ملی تھی۔
2. وفائی دین محمد تذکرہ مشاہیرِ سندھ جلد اول ص 11
3. — ایضاً —

دعوت کے سلسلے کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ مخدوم صاحب اپنے سات سو ہمراہیوں کے ساتھ ملتان تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے ساتھ ایک سو بیس گھوڑے بھی تھے۔ حضرت حافظ الملتؒ نے ان کی اپنے ہاں دعوت کرنا چاہی، والدہ ماجدہ سے لنگر و اسباب کی موجودگی کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ محض سولہ سیر اناج، چھ سیر چاول اور ایک عدد مرغ موجود ہے۔ چنانچہ اسی سامان سے طعام تیار کروایا اور اپنی چادر ڈال کر خود ہی اسے تقسیم فرمانا شروع کر دیا، تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔[1]

(تفصیل واقعہ کرامت کی فصل میں دیکھئے)

دعوت کے بعد جب گفتگو کا آغاز ہوا تو ایک دوسرے کو باطنی احوال اور واردات سے آگاہ کیا، پھر مخدوم صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب آپ نے تو نکاح نہیں کیا مگر ہم نے کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، مخدوم صاحب آپ نکاح کیوں نہ کرتے مرد جو ٹھہرے، اس پر مخدوم صاحب فوراً بول اٹھے حضرت ہم تو مردِ زنان ہیں، مردِ راہ تو آپ ہیں[2]

حضرت مفتی عبدالغفور ہمایونیؒ (1261ھ/1843ء — 1336ھ/1918ء)

حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونیؒ کے والد کا نام خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی تھا۔[3] آپ ایک متبحر عالم، فاضل، مفتی اعظم، عارف، سچے عاشقِ رسول ﷺ اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ پوری زندگی درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں گزاری

---

1. عباد الرحمٰن ص 42
2. ایضاً
3. ہمایون شریف ضلع شکارپور میں ہے۔

اپنے معاصرین علماء سے بڑے بڑے تحریری مناظرے کئے۔ آپکے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ ھمایونی" کے نام سے مشہور ہے جو اہل علم و فقہ کے لئے بڑا سرمایہ ہے[1]
آپ گوشہ نشینی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ دروازے پر دربان کھڑا رہتا، جو باری باری لوگوں کو آپ سے ملاقات کراتا۔ لیکن آپ کسی سے ہاتھ نہیں ملاتے تھے، جسکی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے خواب میں ہاتھ ملایا ہے۔[2]

بہت سے اکابر سجادہ آپ سے فیض لیتے تھے۔ حضرت پیر سید ابو صالح شاذلی دلور والے آپکے مرید تھے، پیران پاگارہ میں سے حضرت سید مرداں شاہ اول آپکے بہت معتقد تھے اور ہر سال آپکی دعوت کرتے تھے۔ آپ دن میں صرف ایک ہی مرتبہ معمولی کھانا تناول کرتے تھے[3]
آپ نے سماعِ موتیٰ اور استمداد عن القبور کے جواز پر ایک مشہور کتاب "الدر المنثور فی استمداد من القبور" تصنیف فرمائی ہے[3]
آپ نے 77 برس کی عمر میں۔ 11 رمضان المبارک 1336ھ/ 1918ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرمایا[4]

حضرت حافظ الملت سے آپکی ملاقاتوں کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت حافظ الملت تبلیغی دوروں پر ہمایوں شریف بھی تشریف لیجاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ہمایوں شریف گئے تو اتفاق سے مولانا صاحب ہمایوں سے باہر گئے ہوئے تھے

---

1. تذکرہ مشاہیرِ سندھ جلد اول ص 229
2. - ایضاً -
3. - ایضاً - ص 230
4. - ایضاً -

ہمایوں شہر کے بہت سے لوگ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے، آپ نے انھیں حسبِ دستور دورانِ بیعت تصورِ شیخ بتلایا۔

جب مفتی ہمایونی صاحب واپس تشریف لائے تو لوگوں نے انھیں حضرت حافظ الملت کے تشریف لانے اور دورانِ بیعت تصورِ شیخ کی تلقین کے بارے میں بتایا۔ یہ سُن کر مفتی صاحب نے فرمایا کہ، التحیات میں السلام علیک ایھا النبی کے "ک" خطاب میں تصور مراد نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بات جب حضرت حافظ الملت تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز تھا، اور وہ ان سے اسوقت پاک ہوا جب آپ حضرت کی صورتِ مبارکہ جلوہ گر ہوئی [1]

---

[1] عباد الرحمٰن ص 45

فصل سوئم

کشف و کرامات

اِس سے پہلے کہ ہم حضرت حافظ الملت رح کی کچھ کشف و کرامات کا ذکر کریں لازمی سمجھتے ہیں کہ کشف و کرامات کے بارے میں موجود بعض حضرات کی اِس غلط فہمی کا ازالہ کریں کہ کرامات کا تعلق محض انفرادیت سے ہے اور اسکا اجتماعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا کرامات کا بیان کرنا غیر ضروری ہے۔

بغور جائزہ لیا جائے تو اِس خیال کی نفی ہوتی ہے۔ کشف و کرامات بھی بعض پہلوؤں کے اعتبار سے اجتماعیت کی شان رکھتے ہیں۔

کیا انسانوں کے مصائب دور کرنے کی کوشش کرنا، مریدین و معتقدین کی مشکلات کو حل کرنا، اُن کو بیماریوں سے شفاء دِلانا، قسم قسم کے مشکل حالات میں اُنکی دستگیری کرنا اور اِس سلسلے میں کرامات و دُعاؤں سے مدد لینا، کیا یہ سب اجتماعی زندگی سے متعلق امور نہیں ہیں۔؟ کیا ہمارے معاشرے میں لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا نہیں ہیں؟ خانقاہوں میں اور مزارات پر آنے والے لاکھوں افراد کیا اپنی حاجات، پریشانیاں اور مشکلات لیکر نہیں آتے؟

کرامات کے ذریعے اُنکی مدد، اعانت اور داد رسی کیا سب اجتماعی بھلائی کے کام نہیں ہیں۔؟ یقیناً ہیں۔

کسی اھل اللہ کی سیرت، کارنامے، معاشرے کے لئے اسکی خدمات کے تذکرے کے ساتھ اسکی کشف و کرامات کا ذکر بھی لازمی اور لابدی ہے۔ اِس سے نہ صرف اسکی ولایت کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی کسی بندے پر عنایتوں فیاضیوں اور عطاء کا پتہ چلتا ہے۔

جس طرح معجزہ نبوت کی دلیل ہے اسی طرح کرامت ولایت کی دلیل ہے [1]
اس لئے ان کا انکار یا اسکو غیر ضروری سمجھنا کسی طور درست نہیں، بقول
ابنِ خلدون کرامت کا انکار دھاندلی ہے [2]

یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے سیرت نگاروں، مورخوں، تذکرہ نگاروں نے بزرگانِ دین کے تذکرے اُن کی کرامات کے بیان کے بغیر نہیں کئے۔ اس سے بڑھکر اُس هستی سے ناانصافی اور کیا ہوگی کہ اسکی سیرت، شخصیت خدمات پر تو پوری کتاب لکھی جائے مگر اسکی کسی کرامت کا ذکر تک نہ کیا جائے اور اُسے غیر ضروری سمجھکر نظر انداز کیا جائے۔

زمانہ قدیم یا جدید کی تصوف کی کسی بھی کتاب کو اُٹھاکر دیکھو ہیں وہ آپکو صوفیاء اور اولیاء کی کرامات کے ذکر کے بغیر نظر نہیں آئے گی۔ ان کتابوں میں شیخ ابو طالب مکیؒ کی "قوت القلوب"، ہو، یا امام ابو القاسم قشیریؒ کی "الرسالہ" حضرت داتا گنج بخشؒ کی "کشف المحجوب"، ہو یا شہزادہ دارا شکوہ کی "سفینۃ الاولیاء" سب کے اندر بزرگانِ دین کے تذکرے کے ساتھ ساتھ کرامات کا لازمی ذکر ملے گا۔ بلکہ اکثر کتب میں تو کرامات کے عنوان سے الگ اور مستقل ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ بزرگانِ دین کی کرامات کا بیان غیر ضروری نہیں ہے اور نہ ہی انھیں نظر انداز کرنا درست ہے۔

اس تمھید کے بعد اب ہم حضرت حافظ الملتؒ کی چند منتخب کرامات بیان کرتے ہیں

---

1 قشیری ابو القاسم امام رسالہ قشیریہ ص 548

2 عبدالرحمٰن ابنِ خلدون مقدمہ ابنِ خلدون ص 239، ترجمہ راغب احسان دھلوی

مُرید کی اعانت

فقیر خیر محمد جت آدیلی جماعت کا ایک ذاکر اور درویش فقیر تھا۔ اسکا تعلق سابق ریاست قلات سے تھا، اکیلا اندھیری رات میں پیش کاٹنے پہاڑ کے درے میں گیا، تاکہ بوریا بنا کر حضرت والا کی خدمت میں نذر کر سکے۔ جب پیش کاٹنے تھوڑی ہی ایک پتھر زور سے کسی نے اسکو مارا، جو کچھ فاصلہ پر گرا، اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا پتھر آیا مگر یہ فقیر بال بال بچ گیا۔ رات کی تاریکی میں انجانی آواز آئی، کامل مرشد کی امان میں ہو ورنہ میرے پتھر سے کوئی نہیں بچا"

فقیر پیش کاٹ کر اور بوریا تیار کر کے حضرت حافظ الملت کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اُسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "خیر محمد ایسے خطرناک مقامات پر مت جایا کرو، اُن سارے پتھروں کو ہم نے تم سے ہٹایا تھا[1]

طعام میں برکت

مخدوم محمد اشرف کامارو ی خواجہ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے ملتان جاتے ہوئے جب بھر چونڈی شریف سے گزرے تو حضرت حافظ الملت رح نے اپنے ہاں دعوت کرنا چاہی، والدہ سے سامانِ طعام کے بارے میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک عدد مرغا، سولہ سیر اناج اور چھ سیر چاول موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت ہے، طعام تیار کیا جائے تقسیم ہم خود کریں گے۔

---

1 عبادالرحمٰن ص ۱۴۱

مخدوم صاحب کے ہمراہ سات سو فقراء کی جماعت کے علاوہ ایک سو بیس گھوڑے بھی تھے۔ طعام تیار ہوا آپ نے اپنی چادر اُس کے اوپر ڈال دی اور اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرنا شروع کیا۔ طعام کی برکت کا یہ عالم تھا کہ تمام افراد نے سیر ہو کر کھایا اور گھوڑوں کو بھی دانہ چارہ مِلا [1]

مدینہ منورہ سے آواز سُنا

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ فقراء کے ہمراہ پیدل جا رہے تھے، راستے میں کچھ دیر کے لئے رُک گئے، پھر کلمہ طیبہ پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ فقراء میں سے کسی نے اُس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ مسجدِ نبوی میں آذان ہو رہی تھی، لہٰذا پاسِ ادب میں رُکنا پڑا [2]

عطائے سمندر

روضہ مبارک کے معمار نتھو فقیر کے بیان کے مطابق ایک روز میرے دل میں خیال گزرا کہ ان فقراء کی مزدوری کا کرنے سے ہمیں آخر کیا اجرت مِلے گی، خود ان کے پاس تو کچھ ہے نہیں۔ رات گزری تو صبح کے وقت حضرتِ والا نے مجھے قبہ میں بلا کر شروع دن سے لیکر اخیر دن تک کی مزدوری گن گن کر دی اور مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ یہ رقم کہاں سے آئی، کیونکہ نہ تو آپ نے یہ رقم جیب سے نکالی اور نہ ہی کوئی گٹھڑی کھولی صرف یہ محسوس ہوا کہ عطاء کے ہاتھوں روپے گر رہے ہیں، ساتھ ہی آپ نے فرمایا! وَاللّٰهُ غَنِيٌّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ٥ [3]

---

1. عباد الرحمٰن ص 42
2. راوی عبدالحمید عرف میاں اچھل مورخہ 18/11/94 محراب کی ریلوے اسٹیشن
3. جامِ عرفان ص 172

شیطان سے حفاظت

ریاستِ جموں و کشمیر سے تعلق رکھنے والے دو اشخاص آپکی خدمت میں حاضر ہوئے، اُن میں ایک تو ظاہر بین عالم تھا جبکہ دوسرا علم باطن کا شناور، رازِ حقیقت کا شناسا عالم آپکے دستِ مبارک پر بیعت ہوا، جبکہ دوسرے نے بیعت نہ کی اور آپکی ارادت سے محروم رہا۔

کچھ دنوں کے بعد جب آپ وضو کر رہے تھے، تین مرتبہ کوزہ سے پانی لیکر ایک طرف پھینکا، خادم گھبرا گیا کہ شاید اُس سے پانی لانے میں کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ اُس کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جموں کے مُلا (جس نے بیعت نہیں کی تھی) کو شیطان پانی میں اپنا لعابِ دھن مِلا کر پلانا چاہتا تھا مگر ہم نے چھینٹے مار کر اُسے دور ہٹا دیا[1]

چوروں کا تائب ہونا

ایک مرتبہ دو چور چوری کی نیت سے نکلے، پہلے خانقاہ میں آکر لنگر کھایا اور پھر اپنے مقصد کی خاطر نکل کھڑے ہوئے، ساری رات سفر کرتے رہے، مگر چکناری نامی جھیل جو خانقاہ پیر چونڈی شریف کے بالکل قریب واقع ہے، تک جاتے اور واپس آ جاتے، حتٰی کہ صبح ہو گئی۔ حضرت حافظ الملت رح کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، ہماری خانقاہ کا لنگر کھا کر تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ وہ دونوں چور توبہ کر کے آپکے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے[2]

---

1 عباد الرحمٰن ص 66

2 معارفِ حافظ الملت ص 73، از مقالہ ڈاکٹر محمد یعقوب مغل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ

سندھ کے مشہور بزرگ مخدوم اشرف شاہ جیلانی آپکی ملاقات کی غرض سے اکثر پیرجو گوٹھ تشریف آتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپکے پاس تشریف لائے تو خلاف معمول آپنے اُن سے دائیں ہاتھ کے بجائے بائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔ بعد میں جب مخدوم صاحب کے خلیفہ نے اس کا سبب معلوم کیا تو انھوں نے کہا کہ حضرت حافظ صاحب کا ہاتھ اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں تھا، اس لیے انھوں نے ہم سے دوسرا ہاتھ ملایا بلکہ انھوں نے ہمیں آں حضرت کی زیارت بھی کروائی [1]

پوشیدہ باتوں کا علم

ایک مرتبہ آپکا خادم معمول کے مطابق کھانا لیکر آپکے پاس آیا۔ آپنے کھانے کی طرف نظر کرکے فرمایا کہ کھانا لیجاؤ، یہ غیر شرعی طور پر پکایا گیا ہے، اس لیے ہم نہیں کھائیں گے۔ خادم نے عرض کی کہ اُسی عورت نے پکایا ہے جو روز پکاتی ہے۔ آپنے فرمایا آج اُس نے یہ کھانا ننگے سر پکایا ہے۔ جب اُس عورت سے دریافت کیا گیا تو اُس نے تصدیق کی کہ آج کھانا پکاتے وقت اُس کے سر سے دوپٹہ اتر گیا تھا [2]

دعا کی برکت

بہادر خان کھوسہ ضلع جیکب آباد سندھ کا بڑا رئیس گزرا ہے۔ ترود میں نہایت تنگدست اور پریشان حال تھا۔ حضرت حافظ الملت کا اس علاقے سے گزر

---

1. بروایت میاں اچھل ڈہر کی
2. بروایت عبدالحئی عرف میاں شمن ڈہرکی 18/11/94

ہوا تو حصولِ برکت کی خاطر آپکو اپنے گھر لے گیا۔ اور اپنے چھوٹے بچوں کو پہلے سے سکھا دیا کہ حضور کے قدموں سے لپٹ کر عرض کرنا کہ ہماری تنگدستی اور ناداری دور فرما دیں چنانچہ جب آپ اس کے گھر تشریف لائے تو بچوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے بچوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ بہادر خان تھوسہ ضلع جیکب آباد کا سب سے بڑا زمیندار اور رئیس کہلایا[1]

مرشدِ کامل حدبندی سے بے نیاز ہے

آپکی مجلس میں ایک شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "مرشد وہ ہے جو سو کوس پر بھی مرید کی خبر لے"۔

آپنے فرمایا میرے بھائی تم نے تو حد مقرر کر دی، سو کوس سے زائد فاصلے والا مرید بے چارہ کہاں جائے؟ گویا مرشدِ کامل کی دستگیری فاصلوں سے بے نیاز ہے[2]

عورت کی بخشش

ایک عورت بدکار مشہور تھی، جب فوت ہوگئی تو اسکی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا۔ آپکو اسکی اطلاع ہوئی تو فرمایا، اسکو غسل دیکر یہاں لے آؤ اسکی نمازِ جنازہ ہم خود پڑھائیں گے۔ اس کے بعد آپنے اسکی نمازِ جنازہ پڑھائی، اسی دوران بارش کے قطرے پڑنا شروع ہوگئے، آپ نے فرمایا یہ عورت بخشی گئی ہے اور ساتھ ہی اسکی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والے بھی بخشے گئے ہیں[3]

---

1. عباد الرحمٰن ص 65
2. ایضاً ———
3. عبدالحمید عرف میاں اچھل برادرِ محمد یعقوب کانجو عرف ٹینجر

فوت شدہ فقیر کی حاضری

روایت ہے کہ حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک جٹ فقیر فوت ہو گیا، جسے بھوچوڑوں شریف کے بڑے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس قبرستان میں ببول کے بڑے بڑے درخت تھے

ایک مرتبہ کھوسہ قوم سے تعلق رکھنے والے ایک فقیر نے کیکر کے بڑے درخت کی شاخ کلہاڑی سے کاٹ لی۔ فوت شدہ جٹ فقیر نے آکر درخت کاٹنے والے فقیر سے نہ صرف کلہاڑی چھین لی بلکہ اسے تھپڑ بھی رسید کر دیا۔ فقیر فریاد کرنے حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ گوش گزار کیا، آپ نے فرمایا وہ جٹ فقیر تو عرصہ ہوا فوت ہو چکا ہے۔ اس نے عرض کی کہ قبلہ! میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے، میرا فیصلہ بھی کرائیں اور میری چھینی ہوئی کلہاڑی بھی واپس دلائیں آپ نے فرمایا اچھا نماز فجر کے بعد آنا میں فیصلہ کروں گا۔

وقت مقررہ پر فریاد کرنے والا اور فوت شدہ جٹ فقیر بمعہ کلہاڑی حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اس فقیر کی کلہاڑی تم نے کیوں چھینی ہے۔ اس نے عرض کی حضور اس نے قبرستان کی بے ادبی کی ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اسکی کلہاڑی واپس کرو۔ اس نے عرض کی کہ کلہاڑی میں ابھی واپس کرتا ہوں مگر ایک وعدہ میرے ساتھ کریں کہ عاشورہ محرم کے روز مجھے زیارت کرانے قبرستان آیا کریں گے آپ نے اس سے اسکا وعدہ کیا، اب یہ روایت ہے کہ آپکی اقتدا میں آپکے سجادہ نشین ہر سال محرم کی دس تاریخ کو قبرستان میں اس جٹ فقیر کی قبر پر جاتے ہیں اور اسے فاتحہ وختم بخشواتے ہیں [1]

---

1 معارف حافظ الملت ص 97-99 از مقالہ مولانا عبد اللطیف سکندری

خدمتِ خلق ہی اصل کرامت ہے

کامارو شریف کے مخدوم محمد اشرف کی دعوت پر خانقاہ شریف لائے بعد از طعام گفتگو شروع ہوئی اور آپس میں راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنے احوال سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ "یا حضرت! جب میری ولادت ہوئی تو ناف کاٹنے کے لئے کوئی چھری یا چاقو وغیرہ نہیں مل رہا تھا، میں نے چاہا کہ بتادوں کہ کہاں رکھا ہوا ہے۔ مگر اس خوف کے پیشِ نظر کہ سب ڈر جائیں گے کہ نوزائیدہ بچہ کیسے باتیں کر رہا ہے باز رہا۔

پھر فرمایا دوسری مرتبہ جب میرے والد عشاء کی نماز پڑھنے مسجد جا رہے تھے تو میری والدہ نے ان سے کہا کہ میں زچہ ہوں اور اکیلی ہونے کے باعث ڈر لگ رہا ہے۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ بول دوں کہ میں جو موجود ہوں ڈر کیسا! مگر خیال آیا کہ اس طرح تو اور ڈر جائیں گے اور چپ ہو رہا۔

اس کے بعد مخدوم صاحب آپکو مخاطب کرکے کہنے لگے کہ حضرت اب آپ بھی اپنے مقام و مرتبہ کے بارے میں کچھ فرمائیں!

حضرت حافظ الملت نے فرمایا! مخدوم صاحب میں تو اتنا جانتا ہوں کہ مجھے اللہ والوں اور فقیروں کی خدمت کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اور ایک واقعہ سنایا کہ ایک رات سخت سردی تھی، شدید طوفان آیا ہوا تھا اور غضب اندھیرا چھایا تھا۔ کوئی چیز نظر تک نہ آتی تھی۔ جامعہ الاشرفیہ نئی نئی بھوجپوری کے قریب آباد ہوئی تھی اور نوی پانی سے خشک تھی، کہیں اور جگہ بھی قریب پانی دستیاب نہیں تھا۔ یہاں سے ڈیڑھ میل دور ڈہری کے تالاب سے پانی لانا پڑتا تھا، میں نے سوچا کہ پانی کی عدم موجودگی کے باعث جماعتی کہیں تہجد کی نماز نہ چلے جائے۔ لہٰذا میں نے

ڈیڑھ من کے وزن برابر پانی والا مٹکا سر پر اٹھایا اور تالاب کی جانب روانہ ہوا۔ تالاب سے مٹکا بھرا اور کاندھے پر رکھ کر واپس اپنی جگہ پر اُسے رکھا۔ جماعت کے فقراء جب تہجد کے لئے اُٹھے تو پانی موجود تھا اور وضو کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے [1]۔

---

[1] عباد الرحمٰن ص 43

باب ششم
جانشینان حضرت حافظ الملت رح

باب ششم

جانشینانِ حضرت حافظ الملت رح

فصلِ اول: حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ معروف بہ ہادی سائیں

نام

آپکا نامِ نامی حافظ محمد عبداللہ تھا جبکہ والد محترم کا نام قاضی اللہ بخش تھا۔ جو حضرت حافظ الملت رح کے چھوٹے بھائی تھے۔[1]

ولادت

آپکی ولادت 1283ھ / 1867ء میں ہوئی[2]

آپکی پیدائش و پرورش نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی، اس لیئے بچپن ہی سے عشقِ الہٰی کی سرمستیاں، ذکر و فکر کی پر کیف فضا سے آشنا تھے۔ حضرت حافظ الملت رح کی چونکہ اپنی کوئی نسبی اولاد نہ تھی لہٰذا انھوں نے اپنے اسی بھتیجے کو اپنا نورِ نظر بنالیا۔ اور اپنی ہی اولاد کی طرح انکی تعلیم و تربیت و پرورش کا فریضہ انجام دیا۔

آپ نے حصول تعلیم کی ابتداء قرآن مجید کے حفظ سے کی، اس کے بعد درس نظامی کا آغاز کیا۔ اور اسکی تکمیل محض بیس برس کی عمر میں کی[3]

تحصیل علم کی خاطر آپکو کوٹ سبزل میں مولوی محمد اسحاق کے پاس بھیجا گیا۔ یہ قصبہ کوٹ چھوٹڑی شریف سے تقریباً چالیس کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جو سابقہ ریاست بہاولپور کا حصہ رہا ہے۔

---

1. معارف حافظ الملت ص 92 از مقالہ ڈاکٹر محمد یعقوب مغل
2. ۔ الیضاً ۔ ص 124 " " سید قوی احمد
3. تذکرہ اولیاء سندھ ص 165

آپ یہ فاصلہ پیدل ہی طے کرکے آتے جاتے تھے۔ آپکی اس تکلیف کے پیش نظر لوگوں نے آپکو ایک گھوڑی خرید کر دی۔ جب اس بات کا علم حضرت حافظ الملت کو ہوا تو آپ پر ناراض ہوئے اور گھوڑی فوراً فروخت کرکے اسکی رقم فقراء میں تقسیم کردی اور فرمایا کہ تم ابھی سے صاحبزادہ بننے کے خواب دیکھ رہے ہو[1]۔ حضرت حافظ الملت نے آپکی نہ صرف دینی و علمی تربیت پر خصوصی توجہ دی بلکہ آپکو باطنی علوم سے بھی آراستہ کیا اور ہردم اپنی صحبت میں رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ذرے سے آفتاب بن گئے۔[2]

منصب سجادگی

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے حضرت حافظ الملت ساری عمر ازدواجی زندگی کے بکھیڑوں سے آزاد رہے اور شادی نہیں کی اس لئے آپکے جانشین حضرت حافظ محمد علیہ الرحمہ ہی بنے۔ آپ حضرت حافظ الملت کے وصال کے بعد 1308ھ/1891ء میں آپکے عظیم منصب سجادگی پر فائز ہوئے۔ اس وقت آپکی عمر چھبیس برس تھی۔[3]

کارہائے نمایاں

مسند سجادگی سنبھالنے کے بعد آپنے بے شمار خدمات اور نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپکی ملی، دینی، روحانی، اصلاحی خدمات کی نظیر نہیں ملتی۔ سید محمد فاروق القادری تحریر کرتے ہیں کہ!

"حضرت شیخ ثانی (حافظ محمد علیہ الرحمہ) نے بھرچونڈی کی خانقاہ کو جیسے ایک تحریک میں تبدیل کردیا، اپنے مشن کو آپنے جس خوبصورتی

---

1. الشریف سوانح حیات نمبر ص 476
2. جام عرفان ص 44
3. معارف حافظ الملت ص 124 از مقالہ سید قوی احمد

سے پھیلایا، جس سلامت روی اور اعتدال کے ساتھ آپ نے چالیس برس کے قریب حضرت حافظ الملت کی جانشینی اور خلافت کے فرائض انجام دئیے اسکی مثال کم ہی ملتی ہے۔ مسجد کی تزئین و آرائش، روضہ عالیہ کی تعمیر، زائرین اور مہمانوں کے لئے مکانات کی تعمیر، تعلیم القرآن اور دیگر اسلامی علوم کی ترویج کے لئے مدرسہ کا قیام، ہمہ وقت لنگر کا معقول انتظام، نماز پنجوقتہ اور حلقۂ ذکر کا باقاعدہ اہتمام، پوری جماعت میں اسلامی احکام کی پابندی کے لئے بھرپور مساعی، خلافِ شرع امور پر برملا زجر تو بیخ، کئی کئی ماہ تک تبلیغی دورے، ادب و احترام کا خصوصی ماحول، علماء و سادات کی شایانِ شان تکریم، انگریز حکومت سے قطع تعلق، خطابات اور جاگیروں کی پیشکش کو ٹھکرا دینا، درگاہ میں ہر وقت علمی چرچے کا احیاء، معمول سے معمولی مسئلے کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا، اور اپنے آپ کو شریعت و سنت کے قالب میں ڈھال لینا، آپکے وہ بے مثال کارنامے ہیں۔ جنکی بدولت آپکا نام نامی بھرچونڈی شریف کی تاریخ میں ہمیشہ آبِ زر سے لکھا جائے گا۔" [1]

اتباع شریعت

آپ کمال درجے کے متبع شریعت تھے، سماع کے خلاف تھے، حتیٰ کہ لنگر خانے کی دیگ میں کفگیر کو طعام پکاتے وقت زور سے مارنے کو بھی ناپسند فرماتے اور منع کرتے تھے [2]

---

1. جام عرفان ص 45
2. تذکرہ اولیاء سندھ ص 166

فجر کی سنتوں اور فرض نماز کے درمیان گفتگو کرنے سے چونکہ سنتِ فجر کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے اس لئے آپ اس دوران کلام کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے صاحب زادے خواجہ عبدالرحمٰن سے آپ نے نمازِ فجر کے فرض سے قبل کلام کیا تو اُن سے دریافت کیا کہ کیا تم نے سنتیں پڑھ لی ہیں، ؟ انھوں نے اقرار کیا تو آپنے فرمایا کہ دوبارہ پڑھ لو۔ کیوں کہ اب اُن کا ثواب باقی نہیں رہا[1]

مخلوق کو ایذاء پہنچانے والے سے نفرت

آپکو ایسے لوگوں سے نفرت تھی جو خلقِ خدا کو ناجائز تکلیف اور ایذاء پہنچاتے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک بڑے زمیندار نور خان گکوسہ نے آپکی خدمت میں سو روپے نذرانہ پیش کیا اور دُعا کی درخواست کی، آپنے نہ تو رقم کی طرف آنکھ اٹھاکر دیکھا اور نہ ہی دُعا کی درخواست قبول فرمائی۔ اتنی دیر میں ایک غریب شخص فقیر حافظ کہاڑو ذات گنگل حاضر ہوا اور آپکی خدمت میں دو آنے پیش کئے جسے آپنے قبول فرمالیا اور اُس کے حق میں دُعاءِ خیر فرمائی۔ اس پر اُس زمیندار نے اسکی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: نور خان تم لوگ ہاریوں پر ظلم کرتے ہو اور اُن سے جبری کام لیتے ہو، بے گار کرواتے ہوں اور اُن کی دلوں کو رنجیدہ کرتے ہو۔ اس کے برعکس حافظ کہاڑو لکڑیاں بیچ کر اپنی محنت اور خون پسینہ کی حلال کمائی سے ہمیں دو آنے پیش کئے، لہٰذا ہم نے اُسے قبول کر لیا[2]

---

1 عبادالرحمٰن ص 106

2 تحریری ملفوظ حضرت حافظ محمد عبداللہؒ، از عبدالحمید عرف میاں اچل

حرام غذاء کا اثر

آپکی تعلیمات میں رزقِ حلال پر بہت زور دیا گیا ہے۔

ایک روز کامل نامی فقیر نے عرض کی کہ حضور کیا وجہ ہے کہ ہمارے مرغ بے وقت اذان دیتے ہیں؟ آپنے فرمایا ہمارے مالِ حرام میں سے جو دانہ کھاتے ہیں اُس کے باعث اُن پر وقت خلط ملط ہو جاتا ہے اور اُن سے صحیح وقت کا عرفان چھین لیا جاتا ہے [1]

دینی و علمی خدمات

آپ نے اپنے دور میں علم اور دین کے فروغ میں بے مثال خدمات انجام دیں مدرسہ میں سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ قرآن اور دینی علوم کی تحصیل میں مصروف رہتے، آپنے ایک وسیع کتب خانہ قائم کرایا جہاں دو کاتب ہر وقت قلمی کتب کی نقلیں تیار کرنے میں مشغول رہتے، ایک جلد ساز انکی جلد بندی کرتا۔ علماء کرام، مفتی حضرات اور حفاظِ کرام کا ہر وقت جمگھٹا رہتا۔ ان میں استاذ العلماء مفتی عبد الکریم ہزاروی، سراج الفقہاء مفتی سراج احمد مکھن بیلوی، سید سردار احمد قادری جیسے مشاہیر علماء ہروقت خانقاہ شریف میں قیام پذیر رہتے، ان کی جملہ ضروریات خانقاہ کے لنگر سے پوری کی جاتی تھیں [2]

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حافظ الملت رح نے اپنے سلسلے کی بنیاد جس طرح عشقِ رسول ﷺ پر

---

[1] معارفِ حافظ الملت ص 120 از مقالہ ڈاکٹر فدا حسین انصاری

[2] عباد الرحمٰن دیباچہ ص (م) از سید محمد فاروق القادری

رکھی تھی لیکن وہی جذبہ آپکے جانشین حضرت حافظ عبد اللہ قدس سرہ میں بھی موجود تھا۔
ایک مرتبہ آپ تانگے پر سوار کہیں جا رہے تھے، اچانک اُس کے تختے پر نظر پڑی
جس پر اسم "محمد" لکھا ہوا تھا۔ آپ کمالِ ادب سے فوراً تانگے سے اتر پڑے
اور کوچوان ابراہیم مارواڑی کو حکم دیا کہ اِس تحریر کو کھرچو، چنانچہ وہ
کھرچن اپنی ہتھیلی پر جمع کی اور اُسے اپنے فرزند حضرت خواجہ عبد الرحمٰن
کو عطا فرمائی، انھوں نے فوراً اُسے منہ میں ڈال کر نگل لیا کہ اسمِ محمدؐ کے لئے
عاشق کے سینے سے بڑھکر کوئی ٹھکانہ نہیں [1]

آں حضرتؐ سے عشق اور وفورِ محبت کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی دیارِ رسولؐ
سے واپس آتا تو آپ بے قرار ہو جاتے اور اُس سے والہانہ عقیدت و محبت سے
دریافت فرماتے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اہلِ مدینہ منورہ کیسے
تھے؟ اور خوش و خرم تو تھے، عشق میں ڈوبے ہوئے ایسے الفاظ ادا کرتے
کہ اہلِ محفل پر رقت طاری ہو جاتی [2]

سادات کرام کا نسبتِ نبیؐ کے باعث بے حد احترام کرتے، کوئی سید آجاتا
تو کھڑے ہو جاتے اور اسکا نہایت ادب سے استقبال کرتے، ہاتھ پکڑ کر اُسے
اپنی چارپائی پر بٹھاتے اور خود نیچے بیٹھ جاتے [3]

ذکرِ الٰہی

ذکر کی محفل آپ اور آپکی جماعت کا شعار اور معمول تھا، اسکا خاص اہتمام

---

1 ذکرِ میلاد کی مقدس محفلیں ص 19
2 معارف حافظ الملت ص 118 از مقالہ ڈاکٹر فدا حسین انصاری
3 عباد الرحمٰن ص 98

فرماتے اور خود بھی شغل میں کثرت سے شرکت کرتے۔ جب آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے جلوہ حسن کا ایک ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں روحانی کیف و سرور کی منزلیں طے کی جارہی ہیں۔[1]

سوز و گداز

آپ نے اپنی جماعت کے اندر سوز و گداز کی وہ فضا پیدا کی جو اپنی مثال آپ ہے، آپ جب مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے جاتے تو آپکو دیکھ کر کئی افراد بے ہوش ہو جاتے، زبان بے اختیار ذکر الٰہی کے ورد پر مجبور ہو جاتی۔ سوز و عشق سے پوری جماعت بہرہ ور تھی، مسجد کے گوشے گوشے سے آہوں اور سسکیوں کی صدائیں بلند ہوتی رہتی تھیں، رات کی تنہائیوں اور خلوتوں میں ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن پاک کی یا پھر "حق ھو" کی آوازیں ہر دم گونجتی رہتی تھیں۔[2]

جماعت سے محبت

آپکو اپنی جماعت کے فقراء سے بے حد محبت تھی، یہ جماعت حضرت حافظ الملت رح کے عرس یا دیگر مواقع پر آتی اور پھر واپس جانے لگتی تو آپکو ان کی جدائی نہایت گراں گزرتی، حتی کہ آپ بیمار پڑ جاتے، کئی بار ایسا ہوا کہ ریلوے اسٹیشن ڈہرکی سے جماعت کو واپس کرایا جاتا کہ حضرت والا علیل ہو گئے ہیں۔[3]

ایک مرتبہ ایک خلیفہ نے آکر عرض کی کہ حضور میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں ہم غریب میں اتنی استطاعت نہیں کہ آپ اور آپکی جماعت کی خاطر طعام تیار کر سکوں، البتہ میرے

---

1. معارفِ حافظ الملت ص 119
2. تذکرہ اولیاءِ سندھ ص 166
3. عباد الرحمٰن ص 103

ہاں بہیر بہت ہیں، چنانچہ آپ نے کمالِ محبت سے اُس ضعیفہ کے گھر تشریف لے گئے اور رات کو محفل بہیر کہا کر آپ اور آپکی جماعت نے نفس کشی کا عمدہ نمونہ پیش کیا [1]

بدعات اور خلافِ شرع امور سے نفرت

آپ کامل متبع شریعت تھے، قبروں اور مزارات پر جو جہلاء خلافِ شرع امور بجالاتے ہیں آپ ان سے سخت نفرت کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ عورتوں کو قبروں پر لیجا کر اجتماع کرنا اور وہاں گانا بجانا حرام ہے، تاہم آپکے نزدیک باہر کھانا وغیرہ پکوا کر غریبوں اور مساکین میں تقسیم کرنا درست ہے [2]

نیا کپڑا ہمیشہ دھلوا کر پہنتے اور اُسے دھوئے بغیر پہن کر نماز پڑھنے کو بُرا جانتے تھے۔ بغیر اجازت کسی کی چیز استعمال کرنے کو بھی حرام بتاتے، سماع اور مزامیر کی سختی سے مخالفت کرتے اور دین میں اُسے ایک رخنہ تصور کرتے [3]

شریفِ مکہ کے خلاف فتویٰ میں کردار

آپکے زمانے میں لوگ شریف مکہ کے خلاف ایک فتویٰ تیار کر رہے تھے کہ اُس نے حرمین شریفین میں حکومتِ برطانیہ کو پٹرول کا ٹھیکہ دیکر غیر مسلموں کو ان مقدس مقامات کے اندر عمل دخل کا موقع فراہم کیا ہے، جس کے باعث اب اُسے اس بات کا حق باقی نہیں رہا کہ وہ حرمین شریفین پر حکمرانی کر سکے۔

اس فتویٰ پر اکثر علماء و مشائخ نے دستخط کئے اور اپنی مہریں ثبت کیں۔ آپکے پاس بھی اسے لے دیا گیا کہ آپ بھی اسکی توثیق کریں اور اس پر اپنے دستخط کریں۔ آپنے اُس فتویٰ نامے کے ایک کونے میں لکھا کہ "حرمین شریفین سے جس کسی کی

---

1. عباد الرحمٰن ص ۱۰۱
2. الشریعت سوانح نمبر ص 476
3. عباد الرحمٰن ص 99

ذراسی بھی نسبت حاصل ہے، ہم اسکے خلاف کچھ بھی نہیں سکو سکتے۔ ہمیں اُن سے غلامی اور خادمیت کی نسبت حاصل ہے، خادم اپنے مخدوم اور غلام اپنے آقا کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا، اگر کچھ کہے گا تو یہ منسوب الیہ کی بے ادبی تصور ہوگی۔ 1

تحریکِ ہجرت میں فراست

1920ء میں جب ترکی کے ساتھ معاہدہ سیورے کی تنیز شرائط منظرِ عام پر آئیں تو برصغیر کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، بہت سے علماء جن میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل تھے کہنا شروع کیا کہ برطانیہ نے چونکہ برصغیر کے مسلمانوں سے کئے گئے وعدے پورے نہیں کئے اور وہ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنے میں ناکام رہی ہے لہٰذا اب برصغیر میں فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے ہیں اور اب یہ خطہ دارالحرب بن چکا ہے جس میں مسلمانوں کا دین محفوظ نہیں رہا۔ اور اب مسلمانوں کے لئے دارالسلام کی طرف ہجرت کرنا لازمی ہوگیا ہے۔ خلافت کمیٹی نے جولائی 1921ء میں اپنے ناگپور کے اجلاس میں تحریکِ ہجرت کی بھرپور حمایت کی 2

اسکا مسلمانوں میں بڑا ردِ عمل ہوا، انھوں نے کوڑیوں کے مول اپنی جائیدادیں بیچ کر افغانستان کا رخ کیا، سندھ میں بھی اسکا خاطرخواہ ردِ عمل ہوا، سندھ میں تحریکِ ہجرت کے سرخیل مولانا تاج محمود امروٹی، سید تراب علی شاہ اور رئیس جان محمد جونیجو تھے۔ سندھ سے پہلا قافلہ جولائی 1920ء میں سات سو مہاجرین کو لیکر رئیس جان محمد جونیجو کی قیادت میں افغانستان روانہ ہوا 3

---

1 ذکر میلاد کی تقدیس سنجلیں ص 20
2 محمد عبداللہ ملک تحریک و تاریخ پاکستان ص 213
3 فردوس اعجاز الحق تاریخ سندھ جلد سوئم ص 184

اس ہجرت سے مسلمانوں کو جن سنگین حالات، مشکلات و تکالیف سے پالا پڑ سکتا تھا حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ نے اپنی دور بین نگاہوں سے بھانپ لیا، آپکو پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کی عبادت گاہوں، مزارات کے تحفظ اور بوڑھے اور بچے جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے کے مصائب کا کا حقیقی ادراک تھا۔ لہٰذا آپنے ہجرت کی بھرپور مخالفت کی اور فیصلہ کیا کہ ہجرت کے بجائے آپ خانقاہوں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کریں گے اور اپنے ہم وطنوں کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

درحقیقت سندھ کو جن نا عاقبت اندیشوں نے دارالحرب قرار دیا تھا وہ ہندؤں کے دھوکے کا شکار ہو گئے تھے۔ آپ نے جان لیا تھا کہ یہ ہندؤں کی ایک گہری سازش ہے کہ تاکہ مسلمانوں کی بڑی اکثریت یہاں سے نکل جائے اور جو باقی بچیں وہ اقلیت بن کر ہندؤں کے دست نگر بن جائیں، آپ نے اپنی فراست کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اسکی ڈٹ کر مخالفت کی اور مسلمانوں کو دشمنوں کے مذموم عزائم کا شکار ہونے سے بچا لیا[1]

آپ نے اپنے اس فیصلے کی تائید و توثیق کی خاطر ایک استفتاء امام احمد رضا فاضل بریلوی کو روانہ کیا اور آپ سے رہنمائی چاہی۔ آپکے استفتاء کی نقل اس طرح ہے۔

"واقع دربار بھرچونڈی شریف اسٹیشن ڈہرکی سندھ

"کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اندریں اس مسئلہ کے کہ سندھ و پنجاب جو عملداری برطانیہ میں ہیں، دارالسلام ہیں یا دارالحرب؟ بصورت ہونے دارالحرب کے ان ملکوں سے ہجرت کرنا فرض ہے یا نہیں؟"

---

[1] مجلہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ص 78 1993ء

الجواب اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلویؒ !

" ہندوستان دار السلام ہے اور دار السلام سے ہجرت نہیں ——
جب طلبِ فرض کے لیئے مولیٰ عزوجل نے فرمایا کہ نہیں ہو سکتا تو
رزق مباح کے لیئے دار السلام کا سالبقہ ملک چھوڑ کر سب کا چلا جانا
کیوں کر ممکن ہے ۔ اور یہ تو شرعًا مباح بھی نہیں ہے ، وہ ملک جس
میں کثیر حصہ مسلمانوں کا ہے اگر ہجرت کر جائیں تو انکی مساجد
پامالِ کفار ہوں گی ، قبورِ مسلمین و مزاراتِ اولیاءِ کرام بول
و براز کے لیئے رہ جائیں گی ۔ عورتیں بچے ، ضعیف اور مریض جو
نہ جا سکیں گے ۔ دستبردِ کفار میں ہوں گے [1]
یوں حضرت حافظ محمد عبد اللہ قدس سرہ کے تدبر و فراست پر امام
احمد رضا خان بریلویؒ نے مہرِ تصدیق ثبت کر دی ۔

وصال

آپکا وصال ۲۵ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ/۱۹۳۰ء میں 63 برس کی عمر میں ہوا [2]
اور مسجد سے متصل حضرت حافظ الملتؒ کے روضہ اقدس میں دفن کیا گیا ۔
آپکی تاریخ وصال حضرت مولانا احمد خان گرمانیؒ نے اس طرح نکالی ہے ۔

ے در بغلِ معراج آمد شدہ وصال
۱۳۴۶ھ [3]

---

1 فتویٰ رضویہ جلد ۱۰ ، ص 579 - مجلہ ادارہ تحقیقات احمد رضا ص ۶۰ سن 1993ء

2 تجلیات الرحمٰن ص 30

3 - ایضاً -

شخصیت

آپ کی زندگی بھی حضرت حافظ الملت کی طرح نہایت سادہ تھی، کبھی کبھی خود لنگر خانہ میں تشریف لے جاتے اور عام فقراء کی طرح لنگر سے کوہل اور چنے وغیرہ تیار کر کھا لیتے۔ اور اظہارِ مسرت فرماتے۔ محفل میں ہوتے تو شخصیت نہایت پُروقار اور بارعب ہوتی۔ بڑے بڑے لوگ آپکے رعب و دبدبہ کے باعث آپکے سامنے زبان تک نہ کھول سکتے [1]

حلیہ مبارک

بلند و بالا قد، اعضاء گوشت سے بھرے ہوئے۔ ریش مبارک عریض و گھنی اور سینے پر گول دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی اور حنا سے سرخ، آنکھوں میں سُرخ ڈورے۔ نگاہیں جس پر پڑتیں اُسے اپنا بنا لیتیں، رنگ ملیح، جو آپکو دیکھتا اپنی نظریں ہٹانا بھول جاتا [2]

ازواج و اولاد

آپ نے تین نکاح کئے، پہلا نکاح خود حضرت حافظ الملت محمد صدیق ؒ نے ایک نیک گھرانے میں کرایا، جو پورے کا پورا حافظ قرآن تھا۔ اور آپکی زوجہ محترمہ بھی حافظِ قرآن تھیں۔ اور نہایت پرہیزگار خاتون تھیں۔ جن کے بطن سے شیخِ ثالث حضرت خواجہ عبدالرحمٰن عرف بھورل سائیں تولد ہوئے [3] نرینہ اولاد یہی ایک تھی، باقی ازواج سے بھی کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی جبکہ چھ دختر نیک اختر تولد ہوئیں [4]

---

1. عبادالرحمٰن ص 92
2. الشفاء ص 132
3. تذکرہ اولیاء سندھ ص 165
4. بروایتِ زبانی سجادہ نشین پیر جونوں شریف پیر عبدالخالق صاحب مورخہ 15/6/95 خانقاہ شریف

آل مصطفی اولاد مرتضی سیادت پناہ نجابت دستگاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ — خیریت اوہانجی ھمراہن گھرجی

جماعۃ فقراء بفضلہ تعالی خوش آھے — مطلب

فقیر جماعت جو رب جا صاحب ھن دعا گو سنان حاضر ایجی تو — براہ محبت و اتحاد

و اخلاص ہے ھن جو احوال سمورو توجہ سان ٹہندی مشورہ کری شامل تی

ہر طرح امداد کندا — ھن جا سمورو احوال اوہان کان مخفی نا ھے

۱۸ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ

والسلام

حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ کے ایک مکتوب کا عکس۔

فصلِ دوئم

حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحبِ شیخ ثالث

حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحبؒ خانقاہ بھرچونڈی شریف کے تیسرے سجادہ نشین ہیں۔ آپ اپنے والد محترم حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ کے وصال کے تیسرے روز مورخہ 28 رجب 1346ھ/1930ء میں مسندِ سجادگی پر بیٹھے [1]

ولادت

آپکی ولادت 1310ھ/1891ء میں ہوئی [2]

حصولِ تعلیم

چار برس کی عمر میں رسمِ بسم اللہ کی ادائگی کے بعد ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ مگر اس قدر یاد تھا کہ نمازِ تراویح کے دوران حافظ کی غلطی درست فرماتے تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم مکمل کرلینے کے بعد مروجہ طریقہ کے مطابق نحو، فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں، ابتدائی آپنے مشہور عالم دین علی مکیپوری سے حاصل کی [3]

اس کے بعد آپنے استاذ العلماء مولانا نور محمد چاچڑ کے پاس پڑھنا شروع کیا جنھیں حضرت حافظ محمد عبداللہؒ نے اپنے ہاں ٹھہرالیا تھا۔ اس کے علاوہ سید سردار شاہ بخاری اور حضرت مولانا عبدالکریم نے بھی آپکو پڑھایا، آخر میں آپ سراج الفقہا مولانا سراج احمد مکھن بیلوی سے تعلیم حاصل کرتے رہے جنھوں نے آپکو فقہ

---

1. عبادالرحمٰن ص 138
2. نفحات الرحمٰن ص 18
3. ۔ الیضاً ۔ ص 22

اور علم الفرائض کی آخری کتب پڑھائیں 1

دینی و رفاہی کام

اس سلسلے میں آپ نے بہت سے امور انجام دئے۔ تعلیم القرآن کے لئے مدارس کو توسیع دی، ہر چھوٹے بڑے شخص پر قرآن مجید کا پڑھنا لازمی قرار دیا، سینکڑوں کی تعداد میں طالب علم صبح و شام قرآن مجید کی تعلیم میں مصروف رہتے۔

ذکر کی مجلس

ذکر الٰہی کو چونکہ حضرت حافظ الملت نے اپنے سلسلے کے اندر ایک خاص مقام عطا کیا اور نمازِ فجر اور عشاء سے قبل ذکر کے حلقے کو لازم قرار دیا۔ لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن صاحب نے نہ صرف اس میں باقاعدگی پیدا کی بلکہ اسکی پابندی کا حکم دیا۔

لنگرِ عالیہ

آپ نے لنگر خانہ کو توسیع دیکر اسے جدید خطوط پر استوار کیا، اور اسے مرکزی حیثیت دیکر خانقاہ کی ہر چیز لنگر کی ملکیت قرار دی۔ اور باقاعدہ ایسے لوگ مقرر کئے جو خواہ جماعت کا فرد ہو یا باہر کا مہمان، انکے کھانے کا اہتمام کرتے۔ اور لنگر کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے اسے ایک مستقل رفاہی ادارے کی شکل دی۔ ان شعبوں میں جانوروں کے ریوڑ، گھوڑوں کا اصطبل، مطبخ، اور کاشتکاری بطور ایک ادارے کے قائم کئے، جن میں غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں کے خاص طور پر وظیفے مقرر کئے گئے، نادار اور غریب بچیوں کی شادی تک کے اخراجات لنگر سے برداشت کئے جاتے تھے

---

1 نفحات الرحمٰن ص 27

اور نو مسلم افراد کی امداد بھی کی جاتی تھی [1]

علم دین کی اشاعت

دینی علوم کی نشر و اشاعت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ چونکہ خود ایک فارغ التحصیل عالم دین تھے اس لئے علوم اور علماء کی قدر و منزلت سے پوری طرح آگاہ تھے، آپ علمائے کرام کا بے حد احترام و توقیر کرتے تھے [2]

منصب سجادگی پر فائز ہوتے ہی آپ نے دینی علوم کی ترویج کی طرف خاص دلچسپی لی، کتب خانے کو نئے سرے سے منظم کیا، اور اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے نامور اور جید علماء دین کی خدمات حاصل کیں، جن میں سراج الفقہاء حضرت سراج احمد مکھن بیلوی، حضرت سید منظور القادری گھوٹکا خیار خان، حضرت مولانا عبدالرحمٰن پتافی، حضرت مولانا شمس الضحیٰ صاحب، مولانا خدا بخش پتافی، سید ذاکر شاہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ اساتذہ، علماء کرام اور طالب علموں کی نہ صرف خود بلکہ اُن کے اہل و عیال تک کا خیال رکھتے تھے۔

علماء معاصر سے ملاقاتیں رہتیں، اور اکثر علمی مجالس کا اہتمام ہوتا۔ بڑی اور مشہور دینی کتب آپکے زیر مطالعہ رہتیں۔ قلمی نسخوں کو کتب خانوں سے نقل کروا کر انکی نقلیں تیار کرواتے۔ فتاویٰ رضویہ، مولانا احمد رضا خان بریلوی آپ ہی کے تعاون و مالی امداد سے پہلی مرتبہ لاہور کے ایک ادارے نے شائع کی [3]

حضرت سید محمد گھوٹوی ؒ، غزالیِ دوراں سید احمد سعید کاظمی صاحب سے آپکے گہرے مراسم تھے۔ جو اکثر بھرچونڈی شریف تشریف لایا کرتے تھے۔

---

1. نفحات الرحمٰن ص 51
2. ۔ ایضاً ۔ ص 52
3. ۔ ایضاً ۔ ص 53

اس کے علاوہ امام العلماء حضرت ابوالبرکات قادری صاحب، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی صاحب، مفسرِ قرآن حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب، محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری صاحب جیسے برگزیدہ علماء و فضلاء سے آپکے نہایت قریبی اور مخلصانہ تعلقات تھے[1]

تبلیغی دورے

مریدین کی تربیت و اصلاح اور عام لوگوں کو منکرات و بدعات سے روکنے، انہیں فسق و فجور سے بچانے اور غیر مسلموں کو دین اسلام کی طرف راغب کرنے کی غرض سے آپ اکثر تبلیغی دورے کرتے رہتے تھے۔ ان سفروں میں سینکڑوں افراد آپ کے ہم رکاب ہوتے۔ دورانِ سفر جماعت لا الٰہ الا اللہ کی فلک شگاف ضرب لگاتی ہوئی ساتھ چلتی[2]

غیر اسلامی رسومات و بدعات کے خلاف اقدامات

غیر اسلامی اور غیر شرعی رسومات و بدعات سے آپکو سخت نفرت تھی، ایسے امور دیکھتے تو سختی سے منع فرماتے۔ شادیوں میں ڈھول باجے، ناچ گانے، اور آتش بازی کی ممانعت کرتے۔ سگریٹ نوشی اور دیگر منکرات و منشیات سے سختی سے روکتے۔ اسی طرح مزارات پر عورتوں کا بے پردہ ہونا، مخلوط اجتماع اور دیگر اس طرح کے خرافات سے سختی کے ساتھ منع کرتے۔

اس سلسلے کا ایک واقعہ یوں مروی ہے کہ آپ سفر پر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، ریل میں سوار ہونے کے لئے ڈہرکی اسٹیشن پہنچے، جماعتِ فقراء کی کثیر تعداد آپکے ہمراہ تھی

1۔ نفحات الرحمٰن ص 63
2۔ ایضاً — ص 65

اسٹیشن کے قریب ہی آپنے مردوں اور عورتوں کا ایک اجتماع دیکھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں کسی پیر کی قبر دریافت ہوئی ہے۔ جیسے جہلاء نے دختہ کر کے، مردوں اور عورتوں نے چڑھاوے چڑھانا شروع کر دئیے ہیں۔ اس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور جماعت کے فقراء سے کہلوا کر اس قبر کو فوراً توڑ پھوڑ دیا اور انکی دیگوں کو الٹ کر انھیں زمین میں دفن کرا دیا اور لوگوں کو وہاں سے بھگا دیا [1]

نماز کی پابندی

نماز کی پابندی کا آپ اس قدر اہتمام کرتے کہ اسکی مثال ملنا مشکل ہے۔ باوجود اخیر عمر میں آپ ضعیفی کے باعث چل پھر نہ سکتے، چارپائی اٹھوا کر مسجد میں تشریف لاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ دوسروں کو نماز با جماعت کی اس قدر تاکید کرتے کہ جو تکبیر اولیٰ پر نہ پہنچتا اسے جوتے لگواتے [2]

یہی وجہ تھی کہ آپکی امامت میں اس مسجد میں نماز پڑھنے کا کچھ اور ہی سرور تھا۔ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ نواب زادہ یوسف عزیز مگسی جو کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ، بیدار مغز نوجوان اور دردِ دل رکھنے والا شاعر و سیاسی رہنما تھا، محمد امین کھوسہ کے ہمراہ خانقاہ بھرچونڈی تشریف آیا۔ اور آپکے پیچھے نماز ادا کی۔ انھیں نماز میں وہ لذت و سرور حاصل ہوا کہ بیان کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور محمد امین کھوسہ سے برملا اظہار کیا کہ "یہ تو مجاھد پیدا کرنے والی نماز ہے" واپسی پر بھی ان کا چہرہ متغیر تھا، لگتا تھا کہ وہ خانقاہ کی مقدس فضا سے بے حد متاثر ہو چکے ھیں۔ [3]

---

1. یہ واقعہ پروفیسر محمد فاضل قنبر نے زبانی اپنے والد سے روایت کیا بمقام سکھر مورخہ 13/6/95
2. نفحات الرحمٰن ص 62
3. کوثر انعام الحق ڈاکٹر نبی اکرم ؐ کا ذکر مبارک بلوچستان میں ص 354 ناشر مسلک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور 1983ء

بنارس سُنی کانفرنس میں شرکت

ھندوستان کے مشہور شہر بنارس میں ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء میں ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب اپنے سینکڑوں مریدوں کے ہمراہ شریک ہوئے اور اُسے کامیاب بنایا۔

اس کانفرنس میں متفقہ طور پر قرارداد منظور کی گئی کہ یہ کانفرنس مطالبہ پاکستان کی پرزور تائید کرتی ہے، مشائخ اور علماء اھلِ سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب کرنے اور اس سلسلے میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں، اور ایسی حکومت کے قیام کو فرض سمجھتے ہیں جو قرآن و سنت کے مطابق ہو[1]

اسلامی حکومت کا لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے جو تیرہ رکنی کمیٹی بنائی گئی اس میں آپکا نام بھی شامل تھا[2]

ریاکاری سے نفرت

آپکو ریاکاری اور نمود و نمائش ناپسند تھی، ہر کام محض رضاءِ الٰہی کی خاطر کرتے تھے اس سلسلے میں واقعہ مشہور ہے کہ ملتان کی ایک معروف دینی درسگاہ جامعہ عربیہ انوار العلوم کے پہلے تاریخی جلسہ کے موقعہ پر آپکو شرکت کی دعوت دی گئی اس میں بیسیوں نامور علماء اور مشائخ شریک تھے۔ جلسے میں چندہ کی اپیل کی گئی ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق سو روپے، دو سو روپے اور کسی نے پانچ سو روپے دیئے، اسکا باقاعدہ اعلان لاؤڈ اسپیکر پر کیا جاتا رہا۔ اس موقعہ پر آپنے اف ایک روپیہ چندہ عنایت کیا، جسکا باقاعدہ اعلان لاؤڈ اسپیکر پر کیا گیا۔

---

1. محمد مسعود احمد پروفیسر تحریکِ آزادی ھند اور السواد الاعظم ص 253، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۳ء
2. سید محمد محمود جیوی خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ ص 29 برقی پریس مراد آباد انڈیا ۱۹۴۶ء

لوگ حیران ہوئے مگر آپ نہایت سکون و اطمینان سے تشریف فرما رہے۔ جلسہ کے اختتام پر آپ نے اجازت چاہی اور تنہائی میں ایک ہزار روپیہ چندہ عنایت فرمایا[1]

محمد امین کھوسہ کی عقیدت

محمد امین کھوسہ (م 1973) آپ سے انتہائی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اور آپکو اپنے مرشد کے علاوہ بمنزلہ باپ کے سمجھتے تھے۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں جو انھوں نے ڈاکٹر انعام الحق کوثر کو تحریر کیا، آپ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"میرے خون کا ایک ایک قطرہ میرے حضرت کے نام پر وجد کرتا ہے اور میرے بدن کا ایک ایک بال اُن کے حضور میں سر بسجود رہتا ہے"[2]

تحریکِ پاکستان میں خدمات

مسلمانانِ برصغیر کی پستی، انحطاط، انگریزی سامراجی تسلط، ہندوؤں کا غلبہ یہ سب چیزیں آپکو بے چین رکھتی تھیں اور آپ ہمیشہ مسلمانوں کے عروج اور انکی آزادی کے خواہاں تھے۔ انہیں مقاصد کے حصول کی خاطر آپ نے اپنے رفقاء سے مل کر ایک جماعت "احیاء الاسلام" کی بنیاد رکھی، اور اسکا باقاعدہ قیام 1937ء میں عمل میں آیا[3]

اس جماعت کے قیام سے سندھ کے مسلمانوں کو ایک منظم پلیٹ فارم میسر آیا۔ اور آپکی اس مساعی سے اسلامی نشاۃِ ثانیہ کی سندھ میں داغ بیل پڑی۔

---

1. یہ جلسہ مورخہ ۹، ۱۰، ۱۱ دسمبر 1941ء کو باغ لانگے خان ملتان میں منعقد ہوا۔ بحوالہ ماہنامہ السعید ملتان اکتوبر 1996ء
2. کوثر، انعام الحق ڈاکٹر، تذکرہ صوفیاء بلوچستان ص ۶۷، اردو سائنس بورڈ لاہور 1986ء
3. نفحات الرحمٰن ص 157

اس جماعت کے جھنڈے تلے سندھ کے مختلف علاقوں میں بڑی بڑی اور کامیاب کانفرنسیں اور جلسے منعقد ہوئے، جنہوں نے مسلمانوں کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔[1]

اخبار الجماعت کا اجراء

جماعت کی طرف سے باقاعدہ ایک اخبار "الجماعت" کے نام سے جاری کیا گیا. جسکی ادارت سید صدرالدین شاہ کرتے تھے اور یہ شکارپور سے نکلتا تھا، اس کے لئے ڈالک سے ایک ذاتی پریس خریدا گیا، اس رسالے کا اجراء ۱۹۴۵ء میں ہوا۔[2]

سندھ میں ابھی تک کانگریس مضبوط تھی اور مسلم لیگ نے ابھی اپنے پاؤں نہیں جمائے تھے. لہٰذا سندھ میں مسلم لیگ کو پھیلانے کے لئے مولانا عبدالحامد بدایونی سیٹھ عبداللہ ہارون، اور خان بہادر کھوڑو نے ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا، اس میں خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحبؒ کو جماعت احیاءالاسلام کے صدر کی حیثیت سے بلایا گیا. اس جلسے میں مسلم لیگ کا باقاعدہ تعارف پیش کیا گیا. مقررین میں محمد علی جناح، نوابزادہ لیاقت علی خان، اور خان بہادر اسماعیل جیسی منفرد شخصیات شریک تھیں. اس کے بعد پاکستان کا چرچا زوروں پر ہونے لگا اور آپنے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا. اور اپنے آٹھ ممبران اسمبلی کو جو جماعت احیاءالاسلام کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے مسلم لیگ میں شامل کرایا. اس طرح احیاءالاسلام کو مسلم لیگ میں ضم کرکے سندھ میں ہندوؤں کے زور کو توڑنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔[3]

سندھ اسمبلی میں پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کرنے میں بھی آپنے مثالی

---

1. تذکرہ اولیاء سندھ ص ۱۵۱
2. بگھیو عزیزالرحمٰن ڈاکٹر سندھ جي صحافت جي تاريخ ۽ ارتقاءِ ص 231
3. عبادالرحمٰن ص ۱۷۱

کردار ادا کیا اور ارکانِ اسمبلی کو مجبور کیا کہ وہ پاکستان کے حق میں ووٹ استعمال کریں [1]

جمیعتہ المشائخ کا قیام

عام مسلمانوں کو بیدار کرنے کے علاوہ آپ نے سندھ کے تمام پیرانِ عظام اور مشائخ کرام کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لئے حیدرآباد کے سرھندی خاندان بالخصوص حضرت پیر غلام محمد سرھندی کے مشورہ پر 1945ء میں ایک تنظیم "تنظیم المشائخ" قائم کی۔ اور اس کا صدر دفتر بھی حیدرآباد ہی میں قائم کیا گیا [2]

تنظیم کا ایک اہم اجلاس 1946ء میں اخوند عطا محمد کے مکان واقع تلک چاڑی میں منعقد ہوا۔ اس میں تمام گدی نشینوں اور مشائخ کو شرکت کی دعوت دی گئی، اجلاس میں شرکاء کو مسلمانوں کے تحفظ، انکی آزادی اور نئی اسلامی مملکت کے قیام کی اہمیت سے آگاہ کیا گیا۔ اور انھیں آگے بڑھنے اور جدوجہد کو تیز کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ یہ کانفرنس نہایت کامیاب رہی اور بہت سے مشائخ جو ابھی مہر بہ لب تھے کشاں کشاں مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے [3]

مسجد منزل گاہ کا قضیہ

سکھر کے قریب دریائے سندھ کے کنارے ایک قدیم مسجد واقع ہے، اس کے قریب ایک باغ اور وسیع میدان کے آثار ملتے ہیں، اسی میدان کا نام ہی دراصل "منزل گاہ" ہے

---

1. الانہ غلام علی ڈاکٹر پاکستان کی تحریک میں سندھ کا حصہ ص 59
2. لطف الرحمٰن ص 170
3. - ایضاً -

دھلی کے پایہ تخت میں جب کوئی فوج آتی یا کوئی قافلہ وارد ہوتا تو اسی میدان میں پڑاؤ ڈالتا۔ اسی بنا پر اسے منزل گاہ بھی کہا گیا ہے۔ مغلیہ دور حکومت میں میر معصوم بکری اس علاقے کے گورنر تھے۔ اور اس کا قائم کردہ مینارہ آج بھی مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی داستانیں سنا رہا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی آبادی مسجد سے ھٹتی گئی، جسکا فائدہ ھندؤں نے اٹھایا اور اپنی ملکیت جتانے کی کوشش شروع کر دی[1]

سندھ میں اللہ بخش اور خان بہادر محمد ایوب کھوڑو سیاست کے پرانے کھلاڑی اور ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اسوقت مسٹر اللہ بخش وزارت عظمیٰ پر فائز تھے اور ایوب کھوڑو اسے گرانے کے درپے تھے۔ مسجد منزل گاہ کے قضیہ نے انھیں یہ موقعہ فراہم کر دیا۔ اللہ بخش کانگریسی تھے، اسمبلی میں چونکہ ھندؤں کی اکثریت تھی اس لئے اللہ بخش کی وزارت بھی انھیں کانگریسی ممبران کی بدولت قائم تھی۔

خان بہادر ایوب کھوڑو نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر مسجد پر ھندؤں کے قبضہ کے خلاف نعرہ بلند کر دیا، اس کے ردِ عمل میں پورے سندھ کے مسلمان مسجد پر قبضہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے یہ ایک دینی غیرت و حمیت کا مسئلہ تھا۔

حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحب نے بھی اس موقعہ پر اپنی جماعت کو اس احتجاجی مہم میں حصہ لینے کی ھدایت کی۔ اس اعلان کا بہت اثر ھوا

---

1 عبادالرحمٰن ص 182

آپ جب لاکھوں افراد کے ہمراہ سکھر میں داخل ہوئے تو یہ منظر دیکھنے کے لائق تھا [1]

27، اگست 1939ء کو سکھر میں ایک میٹنگ کے بعد کمیٹی بنائی گئی، جس میں حکومت کو خبردار کیا گیا کہ اس سلسلے میں اگر کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا تو پورے مسلمان احتجاج پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کمیٹی کے ارکان میں آپ بھی شامل تھے۔ عبداللہ ہارون کو اس تحریک کو آگے بڑھانے کا کام سونپا گیا [2]

گرفتاریاں وسیع پیمانے پر شروع کی گئیں، خان بہادر ایوب کھوڑو کو نظر بند کر دیا گیا۔ حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب کی جماعت کے ایک ہزار سے زائد افراد گرفتار ہوئے، یکم اکتوبر 1939ء کو رضاکاروں نے بھوک ہڑتال کر دی۔ اِدھر حکومت نے مسجد خالی کرنے کا حکم دے دیا، پولیس نے کاروائی کی، آنسو گیس کا استعمال ہوا مگر رضاکار بدستور گرفتاریاں پیش کرتے رہے، تین دنوں میں ایک ہزار سے زائد افراد گرفتار کر لیئے گئے۔ [3]

اس تحریک میں آپ اور آپکی جماعت نے جس جوش و خروش سے حصہ لیا اسکا ذکر جی ایم سید مرحوم اس طرح کرتے ہیں!

"پیر صاحب (حضرت عبدالرحمٰن صاحبؒ) اور اُن کے ہزاروں مریدوں نے مسجد منزل گاہ کی ستیہ گرہ اور ہلچل میں حصہ لیا، آپکا سلسلہ قادریہ تھا، آپکے مرید ھُو ھُو کا ذکر کرتے ہوئے

---

1 عباد الرحمٰن ص 182

2 زرداری لائق علی تحریکِ آزادی ۾ سنڌ جو حصو ص 160 - 161

3 جي ايم سيد نئین سنڌ لاءِ جدوجهد ص 57 - 58

وجد میں آجاتے تھے، تحریکِ منزل گاہ کے دوران یہ نظارے
اکثر دیکھنے میں آتے تھے"[1]

یہ حالات دیکھ کر حکومت کو آپ سے خطرہ محسوس ہوا، آپکے گرفتار کرکے کراچی میں نظر بند کر دیا گیا جہاں آپ سات ماہ تک قید میں رہے[2]

آپ جیل میں کیا گئے رشد و ھدایت کا ایک نیا باب کُھل گیا، روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں لوگ آتے، چور، اچکے، ڈاکو اور جرائم پیشہ لوگ آپکے دستِ مبارک پر توبہ کرتے اور بیعت ہو جاتے۔ اور عبادات، ذکر و فکر کی نئی لذت سے آشنا ہونے لگے[3]

آپکی جیل سے رہائی کے سلسلے میں یہ روایت مشہور ہے کہ میر جعفر خان جمالی کو خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اللہ بخش کو کہو کہ پیر صاحب کو فوراً رہا کر دے، چنانچہ وہ خود چل کر الہ بخش کے پاس گئے اور اُسے سرکارِ دوعالم کا پیغام سنایا۔ لہٰذا اپریل 1941ء کو آپ رہا کر دئے گئے۔ رہا ہوتے ہی آپ نے اگلا جمعہ منزل گاہ میں پڑھانے کا اعلان کر دیا۔ انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو امنڈ آیا۔ کہا جاتا ہے کہ کثرتِ افراد اور اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے محمد بن قاسم کے بعد یہ پہلا جمعہ تھا جو اس سرزمین پر ادا کیا گیا[4]

ھندؤں کی دشمنی

آپکی تبلیغی کوششوں کے علاوہ ذاتی صفات و کردار سے متاثر ہوکر بے شمار

---

1. جی ایم سید جنب گذاریم جن سین ص 23
2. نفحاتِ الرحمٰن ص ۱۹۰
3. حادی علیم شرف تذکرہ اکابر اھلِ سنت پاکستان ص 220
4. نفحات الرحمٰن ص 193

هندو آپکے ہاتھوں اسلام قبول کرنے لگے۔ یہ بات هندوؤں کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ خانقاہ بھرچونڈی شریف کے قریب ریلڑکی کے مقام پر مشہور لوک گلوکار "بھگت کنورام" کی بھتیجی مسلمان ہوگئی، اس پر هندو مزید چراغ پا ہوئے۔ اور آپکے خلاف مقدمہ قائم کیا، مگر بات نہ بنی، جس پر انھوں نے غنڈہ گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپکے فرزند حضرت پیر عبدالرحیم صاحب پر سکھر میں حملہ کرکے انھیں زخمی کردیا[1]

بھگت کنور رام اور ہاسارام پمنانی کا قتل

اس واقعے کے ردعمل کے طور پر 12، اکتوبر 1939ء کو هندوؤں کے اس پیشوا اور گلوکار بھگت کنور رام کو "رک" ریلوے اسٹیشن پر قتل کردیا گیا، اس کے نو ماہ بعد 17، جولائی 1940ء میں مشہور قومی کارکن اور روہڑی سے ایم، ایل، اے ہاسارام پمنانی کو بھی روہڑی اسٹیشن کے قریب قتل کردیا گیا۔ اُس نے قتل ہونے سے چند روز قبل اسمبلی میں اپنی سخت تقریر کے دوران حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا[2]

مسٹر کیول رام ملکانی نے اپنی کتاب میں اسکا سارا الزام مسلمانوں پر دھرا ہے، اُس کے بقول مسلمانوں کے نزدیک ایک هندو کا قتل سات حج کے برابر ثواب ہے[3]

حالانکہ یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے، بقول سید محمد فاروق القادری!

"تمام مسلمان زعماء اپنی قوم کو صبر و تحمل اور بردباری کی تلقین کررہے تھے، اگر مسلم زعماء خود اپنی قوم کو هندو کشی

---

1. عبادالرحمٰن ص 180
2. تعارف الرحمٰن ص 186
3. ملکانی کیول رام The Story of Sindh ص 121

کا اشارہ کر دیتے تو سندھ میں ایک ہندو بھی صحیح سالم نہ بچتا۔
کیونکہ یہاں ہندو واضح اقلیت میں تھے" ¹

مولانا عبید اللہ سندھی کی حاضری

مولانا عبید اللہ سندھی جو بیس سالہ جلاوطنی کی زندگی گزار کر ۱۹۳۹ء میں جب واپس وطن تشریف لائے تو چند روز کراچی میں قیام کرنے کے بعد سیدھے بھرچونڈی شریف پہنچے، اور اپنے مرشد حضرت حافظ الملت² کے مزار پر حاضری دی، جب روضہ مبارک سے باہر نکلے تو حضرت خواجہ عبد الرحمٰن صاحب پر جوں ہی نظر پڑی پاؤں میں گر گئے، پیروں کو چھونے کے بعد ہاتھوں کو عقیدت سے چہرے پر پھیر لیا۔ اس کے بعد حضرت والا نے مولانا سندھی کو گلے لگایا تو وہ ہچکیاں لیکر رونے لگے، بعد میں مولانا صاحب نے آپ سے دعا کی درخواست کی آپ نے دعا فرمائی، واپسی پر انھیں ذاتی سواری میں اسٹیشن ڈہرکی تک چھوڑ آئے اور زاد راہ کے علاوہ کپڑوں کے دو جوڑے بھی عنایت فرمائے ³

وصال

آپکا وصال ۹، جمادی الاول ۱۳۸۰ھ/ ۳۰، اکتوبر ۱۹۶۰ء میں ہوا، اور اپنے پیشرو مشائخ کرام کے پہلو میں دفن ہو گئے ³

خلفاءِ مجاز

آپکے خلفاء مجاز مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ نفحات الرحمٰن ص ۱۸۹
2۔ ایضاً ص ۱۲۵
3۔ قادری محمد دین کلیم تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۲۶۸

اطلاع

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جماعت لفاذ قانون شرعی اور حمایت غربار فقرار و مساکین کے لئے بنائی گئی ہے جس کی رو سے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جماعت احیار الاسلام کا ممبر بن کر مذکورہ بالا مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے دل و جان سے کوشش کرکے جماعت کا حامی اور مددگار ہو کر رہے۔ کیونکہ یہ وقت فتنہ و فساد کا ہے۔ جبکہ طرح طرح کے مذاہب باطلہ جیسے مرزائی، نیچری، چکڑالوی وغیرہ اور دوسرے گروہ بن رہے ہیں۔ مگر یہ جماعت صرف شریعت حقہ کی پابند ہے۔ جیسا کہ حضور سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی حدیث

من احیٰی سُنّتی عند فساد اُمتی فلہٗ اجر مائۃ شہید

کے موافق یعنی جس شخص نے فتنہ و فساد کے زمانے میں میری ایک سنت کو زندہ رکھا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ مگر موجودہ وقت میں سنت تو کجا فرض کو بھی پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ عوام کو چاہیے کہ جماعت میں داخل ہو کر اجر دارین حاصل کریں اور امیر جماعت کے ہر صلاح و مشورہ کے ساتھ اتفاق کریں۔

فقیر عبدالرحمٰن خادم و صدر جماعت احیار الاسلام بھرچونڈی شریف

جماعت احیاء الاسلام کے ایک پوسٹر کا عکس۔

حضرت پیر طریقت عبدالرحیم شہیدؒ

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کے سب سے بڑے فرزند ارجمند تھے، جنھوں نے آپ کے بعد مسندِ سجادگی سنبھالی (تفصیل حالات اگلی فصل میں ہیں)

حضرت سید مغفور القادریؒ، (ڈاہرمی رخیار خان ضلع رحیم یار خان پنجاب)

زبدۃ الصالحین شیخ غلام رسولؒ (روتی شریف پنجاب)

فخر العلماء حضرت مولانا عبدالرحیم بھٹگر (بلوچستان) 1

ازدواج و اولاد

آپ نے چار نکاح کئے اور ان میں نو بیٹے اور نو بیٹیاں تولد ہوئے 2

حلیہ مبارک

آپ قد و قامت میں بلند و بالا اور جسم مبارک گوشت سے بھرا ہوا تھا، کشادہ پیشانی اور بڑی بڑی آنکھیں تھیں، ریش مبارک لمبی تھی اور بال کولہوں تک تھے، ململ کی لمبی پیرھن پہنتے تھے اور دیکھنے میں بہت بارعب لگتے تھے 3

---

1 حضرت مولانا صاحب راقم کے نانا تھے، نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے، اپنے مرشد کے عشق میں وارفتہ رہتے، خاندانی تنازعہ کے باعث ۱۹۶۹ء میں شہید کردئے گئے۔

2 بروایت سجادہ نشین حضرت پیر عبدالخالق صاحب بلوچ جونڈی شریف مورخہ 15/6/95

3 جی ایم سید جنب گذاریم جن سیں ص 23

فصل سوئم

حضرت پیر عبدالرحیم صاحب شہیدؒ

ولادت

آپکی ولادت باسعادت 1330ھ/1910ء میں بھرچونڈی شریف کی روحانی فضا میں ہوئی[1]

اسمِ مبارک

آپکا نام آپکے جدِ امجد حضرت حافظ محمد عبداللہؒ صاحب نے تجویز فرمایا[2]
روایت ہے کہ حافظ محمد عبداللہ صاحب بہاولپور کے سفر پر تھے کہ اپنے نومولود پوتے کی ولادت کی خبر ملی، آپکی خوشی کی انتہا نہ رہی، فوراً دورہ منسوخ کرکے واپس خانقاہ تشریف لائے اور آپکا نام تجویز کرکے فرمایا۔ آج ہم نے بسم اللہ مکمل کرلی ہے۔ یعنی ہمارا نام عبداللہ، میرے فرزند کا عبدالرحمٰن اور میرے نومولود پوتے کا نام عبدالرحیم ہے۔ اس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکمل ہوگئی ہے[3]

حصولِ تعلیم

آپ نہایت ذہین وفطین تھے، دوسرے طلباء کی نسبت اپنا سبق بہت جلدی یاد کرلیتے تھے۔ ابتداء قرآن مجید کے حفظ سے کی، مگر صرف پندرہ پارے حفظ کئے باقی ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ درسی کتب شروع میں مولانا عبدالکریم میاں والی سے اور پھر سراج الفقہا مولانا سراج احمد خانپوری سے پڑھتے رہے، آخر میں علامہ سید مغفور القادری سے بھی پڑھا۔ شرح جامی، شرح وقایہ، اور مشکوٰۃ شریف تک کتابیں خود ہی سمجھ کر پڑھیں، جس کے باعث منگس، شرمی، دینی اور فقہی

---

1 غفور محمد صادق، راہبر تحریک پاکستان، ص 115
2 قادری عبدالحکیم شرف، تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان، ص 222
3 نعمات الرحمٰن، ص 249

کتب کی فہم کا ادراک حاصل ہو گیا [1]

بیعت

آپ نے اپنے جدِ امجد حضرت حافظ محمد عبد اللہ شیخ ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی، جو آپ سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ اور آپ اکثر ان کے سینے پر کھیلتے رہتے تھے [2]

خدمات اور کارنامے

آپ نے اپنے والدِ محترم حضرت پیر عبد الرحمٰن صاحب کے ہمراہ بنارس کی آل انڈیا کانفرنس منعقدہ 1946ء میں بھرپور طریقے سے شرکت کی۔ اس میں آپکی جماعت کے سینکڑوں افراد آپکے ہمراہ تھے۔ یہ کانفرنس تحریکِ پاکستان کے حق میں ایک سنگِ میل ثابت ہوئی۔ اور اسکی کامیابی میں آپکا کردار نمایاں ہے [3]

تحریکِ پاکستان میں حصہ

تحریکِ پاکستان میں آپکی خدمات مثالی ہیں۔ جگہ جگہ آپ نے اس سلسلے میں دورے کیئے اور لوگوں کو نہ صرف نظریہ پاکستان کے مفہوم سے آگاہ کیا بلکہ انھیں تحریکِ پاکستان کی حمایت پر مجبور کیا۔ تحریکِ پاکستان کے دوران جب انگریزوں نے قائد اعظم محمد علی جناح سے مطالبہ کیا کہ آپ کسی جگہ اپنی اکثریت ثابت کریں تو اس سلسلے میں بھی آپ اور آپکے والدِ محترم خواجہ عبد الرحمٰن نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اور سندھ اسمبلی کے تمام ارکان سے ملاقات کی

1۔ اکابر اہلِ سنت پاکستان ص 222

2۔ عباد الرحمٰن ص 203

3۔ اکابر تحریکِ پاکستان حصہ اول ص 116

اُن کی اکثریت اگرچہ کانگریس سے تعلق رکھتی تھی مگر اس کے باوجود آپ نے اُن سے فرداً فرداً ملاقات کر کے تحریکِ پاکستان کی تائید میں ووٹ دینے پر انھیں آمادہ کیا[1]

چنانچہ انھوں نے آپکی بات کو قبول کرتے ہوئے اسمبلی کے اندر تائیدِ پاکستان کی قرارداد کے حق میں ووٹ دئے۔ یہ ایک عظیم الشان کارنامہ تھا۔ ہندوؤں اور انگریزوں کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے[2]

احیاء الاسلام

آپکے والدِ محترم نے جب جماعت احیاء الاسلام قائم کی تو اُس میں آپنے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، اور بے مثال کام کیا، اس کے علاوہ تنظیم المشائخ کے پلیٹ فارم سے بھی دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے اہم کردار ادا کیا[3]

دینی غیرت و حمیت

آپ میں دینی غیرت و حمیت کا بہت زیادہ مادہ تھا۔ دینِ اسلام پر کہیں آنچ آتی محسوس کی تو فوراً سینہ سپر ہو گئے، اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی و حفاظت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لئے آپ تیار رہتے۔ ایسے کئی واقعات پیش آئے کہ نو مسلم عورتیں جو اپنی مرضی و منشاء سے اسلام قبول کر چکی تھیں انھیں دوبارہ مرتد بنانے کی ہر کوشش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں اُن کے غیر مسلم خاندان کی قید سے رہائی دلا دی۔ اس سلسلے میں بڑی سے بڑی مخالفت و دباؤ کی قطعی پرواہ نہ کی[4]

---

1. پاکستان کی تحریک میں سندھ کا حصہ ص 59
2. اکابر تحریکِ پاکستان ص 111
3. تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان ص 223
4. —ایضاً—

شجاعت و بہادری

آپ جرأت، شجاعت و بہادری کے پیکر تھے۔ منزل گاہ کے واقعہ میں آپکی بہادری و جرأت مثال کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ واقعہ سکھر میں پیش آیا بہت سے مفسد و غنڈوں نے مل کر آپ پر اچانک حملہ کر دیا[1]

آپ نے تن تنہا اور نہتے ان بے شمار مفسد غنڈوں کا بامردی سے مقابلہ کیا اور انھیں مار بھگایا۔ اس دوران آپکے والد محترم خواجہ عبدالرحمٰن کو نظربند کر دیا گیا۔ جب ان سے پوچھ گچھ سے کچھ حاصل نہ ہوا تو حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ آپکے فرزند (عبدالرحیم صاحب) کے ذریعے شاید آپکے منصوبوں کے بارے میں کچھ علم ہو جائے، چنانچہ ایک کمیٹی بنائی گئی جسکا صدر ایک جج کو بنایا گیا اور آپکو بلا کر اس سلسلے میں پوچھ گچھ کی گئی، اس موقعہ پر آپنے نہایت جرأت، بہادری اور وقار سے ایسے جوابات دئے کہ سب لاجواب ہو گئے اور انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا[2]

جنگ 1965ء میں حصہ

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ نے اپنے فقراء کے دستے راجستھان سیکٹر میں بھیج کر عملی طور پر جہاد میں حصہ لیا، مجاہدین کو ہتھیار پہنچانے کا فریضہ انجام دیا اور خود بھی دو مرتبہ محاذِ جنگ پر تشریف لے گئے[3]

الحاد اور لسانیت کے خلاف جدوجہد

1970ء کی دہائی کے دوران اٹھنے والے لادینی نظریات جن میں سوشلزم، علاقائیت

---

1. لنگاری عبدالجبار عابد تحریکِ پاکستان میں سندھ کا کردار ص 112
2. عباد الرحمٰن ص 208
3. تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان ص 220

اور لسانیت کے زہریلے پروپیگنڈے اور تعرے شامل تھے کے خلاف آپنے جدوجہد کا عملی آغاز کیا اور اس فتنہ کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی [1]

1969ء میں آپنے یومِ محمد بن قاسم کے سلسلے کے ایک اہم جلسہ منعقدہ لاہور کی صدارت کی۔ اس جلسہ کو پریس نے شاندار انداز میں شائع کیا [2]

خاندانی اختلافات

آپ اپنے والد حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحب کے وصال کے تیسرے روز 2، اکتوبر 1960ء مطابق 12، جمادی الاول 1380ھ کو منصب سجادگی پر بیٹھے [3] آپکے مخالف کچھ خاندانی افراد آپکے منصب سجادگی پر بیٹھنا ناپسند کرتے تھے، اس لئے وہ شروع ہی سے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، اور آپکو تکالیف پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اس سلسلے میں کئی ناخوشگوار واقعات بھی پیش آتے رہے۔ جن میں آپکے ایک فرزند میاں عبدالجبار کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن بعد ازاں بات تصفیہ پر ختم ہو گئی [4] آپ نے ہر موقعہ پر نہایت صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا۔

شہادت

ضروری ہے کہ آپکی شہادت کے واقعہ کا پسِ منظر بیان کیا جائے۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، آپ اسلام کے عظیم داعی تھے۔ 1970ء کے الیکشن میں علی الاعلان اسلامی قوتوں کا ساتھ دیا، اسوقت آپ جمعیتِ علماء پاکستان

---

[1] نغمات الرحمٰن ص 251
[2] ہفت روزہ زندگی 15، اکتوبر 1971ء ص 19
[3] حضرت خواجہ عبدالرحمٰن کے وصال 30، اکتوبر 1960 کے تیسرے روز کے حساب سے
[4] ہفت روزہ زندگی ص 20

صوبہ سندھ کے نائب صدر تھے[1]

آپکے مجاہدانہ کردار، جرأت، حق گوئی، اور بے باکی سے آپکے مخالفین سخت نالاں تھے۔ اور آپکو اپنے رستہ کی دیوار سمجھتے تھے۔ خاص کر علاقے کے جاگیردار اور زمیندار جو اپنا ایک مخصوص سامراجی ذہن رکھتے ہیں کہ ایک دینی روحانی غیرت و حمیت رکھنے والی یہ ہستی کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ کوشش کی گئی کہ آپکی جنرل ایوب خان سے ملاقات کروا کر آپکو اپنا ہم نوا بنایا جائے۔ ایک مرتبہ جب جنرل ایوب خان اس علاقے میں ایک یہاں کے بڑے جاگیردار کی دعوت پر شکار کھیلنے آئے تو آپکو ملاقات کے لیے پیغام بھجوایا گیا۔ مگر آپنے اس دعوت کو سختی سے رد کردیا[2]

اسکی پاداش میں آپکو پابند سلاسل بھی کیا گیا۔ مگر آپکے پایہ استقلال میں ذرہ بھی لغزش نہ آئی۔

چنانچہ انھیں حالات میں جاگیرداروں، وڈیروں اور اسلام دشمن قوتوں نے مل کر آپکو اپنے راستے سے ہٹانے کی گھناؤنی سازش تیار کی۔ اور اس مقصد کے لئے انھوں نے آپکے اپنے ہی خاندانی مخالفین کو استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ اسے ایک خاندانی تنازعے کا رنگ دیکر اپنا مقصد حاصل کیا جائے۔ انھیں قوتوں اور خاندانی مخالفین نے مل کر مورخہ 21، ستمبر 1971ء کو شام کے وقت شہر ڈہرکی کے سرے پر اس عظیم ہستی کو جن کی ذات بابرکات سے لاکھوں افراد فیض یاب رہے تھے قریب سے فائرنگ کی گئی، پہلی گولی لگتے ہی آپکے منہ سے اللہ اکبر

1۔ راہبر تحریک پاکستان ص 117
2۔ ایضاً

کا نعرہ بلند ہوا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی گولیاں آپکے جسم میں پیوستہ ہو گئیں۔
آپکے دشمنوں نے اس پر بس نہ کی بلکہ آپکی نعش کو جیپ میں ڈال کر
وقوعہ سے دس میل دور گوٹکی فیڈر میں ڈال دیا۔ نعش وہاں سے سات میل
دور تیسرے روز جا کر برآمد ہوئی [1]
اس واقعے نے آپکے لاکھوں مریدین و عقیدت مندوں کو سراپا احتجاج بنا دیا
وہ حکومت وقت اور آپکے دشمنوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ جس کے باعث
امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ آپکی نعش کی تلاش کے سلسلے میں
دریا سے نکلنے والی تمام نہروں کو بند کروا دیا گیا۔ انتظامیہ نے قاتلوں کی
گرفتاری میں بہت کمزوری اور جانبداری کا مظاہرہ کیا اور مایوس کن
کارکردگی دکھائی۔

نمازِ جنازہ

تیسرے روز جب آپکی نعش بھرچونڈی شریف لائی گئی تو لاکھوں افراد کا
ایک سیلاب تھا جو خانقاہ بھرچونڈی شریف میں امنڈ آیا تھا۔ اور تل دھرنے
کو جگہ نہ تھی۔ [2] بعد ازاں آپکو حضرت حافظ الملت کے روضہ میں اُن
کے پہلو میں دفن کیا گیا [3]

رفاہی کام

آپ ایک اچھے منتظم تھے اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں بے حد دلچسپی لیتے تھے
باغبانی کے دلدادہ تھے، اور خانقاہ میں کئی باغوں کی بنیاد رکھی جن میں ہر قسم

---

[1] ہفت روزہ زندگی ص 21
[2] ایضاً
[3] تذکرہ مشائخ قادریہ ص 282

کے میوہ جات اور سبزیاں کثرت سے ہوتی تھیں اور ان سے ہر خاص و عام استفادہ کرتے تھے۔ خانقاہ میں بجلی لانا بھی آپکے سر ہے۔ اسی طرح ٹیلی فون اور خانقاہ تک دختہ سڑک لانا بھی آپکی کوششوں کا نتیجہ تھا۔[1]

اس کے علاوہ انجنیرنگ کے شعبہ میں آپکی مساعی قابلِ قدر ہے، ہر قسم کے پرزہ جات کی لیتھو مشینوں پر تیاری، ٹریکٹر ٹرالیوں کی ساخت و بناوٹ سے آپکو خاص دلچسپی تھی اور اس قسم کی کئی چیزیں آپکے ذاتی کارخانے میں تیار کی گئیں۔ اس کے علاوہ لنگر خانہ سے ہر غریب و مسکین اور فقیروں و مسافروں کی آپ دستگیری فرماتے تھے۔

حلیہ اور شخصیت

آپ نہایت بارعب، سنجیدہ اور جاہ و جلال کے مالک تھے، شکل و صورت اور علم و عمل میں اپنے والدِ محترم حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحبؒ کی مکمل تصویر تھے۔[2] جسم میں مضبوط اور بڑے بڑے چہرے کے مالک تھے، ریش گھنی اور سفید تھی۔ بڑی سے بڑی مشکل اور تکلیف میں چہرے پر شکن تک نہ آتی تھی، علم و کتابوں سے بے حد محبت رکھتے تھے، بہت سے دینی کتب و رسائل آپکے زیرِ مطالعہ رہتے تھے۔

عمر

آپ نے اکسٹھ ۶۱ برس عمر پائی[3]

---

1 نفحات الرحمٰن ص 251

2 - ایضاً - ص 249

3 (تاریخ پیدائش ۱۹۱۰ء اور تاریخ شہادت 1971ء کے اعتبار سے)

ازدواج و اولاد

آپ نے چار نکاح کئے اور تیرہ بیٹے اور نو دختر تھیں ، بیٹوں کے نام اس طرح ہیں۔

(1) میاں عبدالجبار (2) میاں عبدالفتاح (3) میاں عبدالہادی (4) میاں عبدالمنان (5) میاں عبدالعلیم (6) میاں عبدالغنی (7) میاں عبدالحنان (8) میاں عبدالحلیم (9) میاں عبدالسمیع (10) میاں عبدالواحد (11) میاں حبیب اللہ (12) میاں عبدالنبی (13) میاں عبدالرسول

قطعہ تاریخ وصال

حضرت پیر سید شرافت نوشاہی نے آپ کی قطعہ تاریخ وصال اس طرح کہی ہے۔

در سالِ رحلتش چوں شرافت کرد
آمد ندائے ہاتف پیر خجستہ فال [1]
1391ھ

مدائح شعراء

آپکی مدح میں کئی شعراء نے اشعار کہے ہیں۔ میر حسان الحیدری نے آپکو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

آن قلندر شیر حق عبدالرحیم	ملتِ اسلامیہ را بُو زعیم
آن شہیدِ اولیں اہلِ وفا	با توکل ، پیکر صبر و رضا
مسلکِ او جہد و استقلال و عزم	نازشِ اسلامیان در بزم و رزم [2]

---

1 اکابرِ تحریکِ پاکستان ص 118
2 نفحات الرحمٰن ص 252

حضرت پیر عبدالحلیم صاحب[71]

حضرت پیر عبدالحلیم صاحب اپنے والد حضرت پیر عبدالرحیم صاحب کے بڑے فرزند تھے
آپ اپنے والد کی شہادت کے تقریباً چھ ماہ بعد 1972ء کے اوائل میں مسندِ سجادگی پر بیٹھے
یہ وہ وقت تھا جب خانقاہ لعل چوہدری شریف اندرونی طور پر خاندانی دشمنیوں
اور رقابتوں میں گھیر چکی تھی، آپکے والد اس سانحہ میں شہید کردیئے گئے تھے
ماحول میں ایک انتقامی فضا موجود تھی۔ اس ہیجان انگیز فضا میں آپنے
مسندِ سجادگی سنبھالی۔

نمایاں کام

آپکو بہت تھوڑا وقت ملا تاہم آپ نے درسِ قرآن مجید کا نئے سرے سے انتظام کیا
اور مدرسہ کی عمارت میں توسیع کرائی، اس کے علاوہ مشائخ کے تبرک کو محفوظ
کرنے کے لئے تبرک منزل تیار کرائی[1]

علمی ذوق

آپ علمی ذوق بھی رکھتے تھے، اور دینی کتب کا مطالعہ اکثر رہتا تھا سیرت کی
مشہور کتاب رحمت العالمین خاص کر زیرِ مطالعہ رہتی تھی، اس کے علاوہ علماء کے ساتھ
علمی مجالس رکھتے تھے، دینی و علمی موضوعات پر ان کے ساتھ بحث مباحثے
ہوتے رہتے تھے۔[2]

---

1. عبادالرحمٰن از دیباچہ سید محمد فاروق القادری ص (ق)
2. بروایت سجادہ نشین پیر عبدالخالق زبانی مورخہ 15/6/85 خانقاہ شریف

مذھبی اجتماعات میں شرکت

آپکا عرصہ سجادگی اگرچہ بہت کم ہے تاہم اس دوران آپنے کئی دینی جلسوں اور اجتماعات میں شرکت کی اور انکی صدارت کی۔ اپنے خطبات کے ذریعے امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کرنے پر زور دیتے رہے۔ ان کا ایک خطبہ صدارت کتابچہ کی صورت میں موجود ہے، جو انھوں نے لائل پور موجودہ فیصل آباد میں مورخہ ۵، ۶، ۷ اگست 1973ء میں ایک سیرت النبی کانفرنس میں پڑھا۔ یہ جلسہ مرکزی جمعیت اتحاد العلماء پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اس جلسے میں آپنے خطبہ کے ذریعے علماء، مشائخ اور عوام الناس کو بیدار کرنے اور انکی حقیقی منزل کی طرف رہنمائی کرنے کی بھرپور سعی کی[1]

شخصیت

آپ سادہ، خوش اخلاق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ نماز باجماعت کی خاص پابندی کرواتے، ذکر کے حلقے میں کثرت سے شرکت کرتے اور اس میں غیر حاضر ہونے والے فقراء کی سرزنش کرتے، اور بذات خود روزانہ مشاہدہ کرتے کہ آج کون حاضر نہیں ہوا

شہادت

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے خاندانی رنجشوں اور دشمنیوں نے خانقاہ بوبڑ شریف کی فضا کو مسموم کر دیا تھا۔ اور انتقامی فضا اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی

---

1 خطبہ صدارت ترتیب سعید سیرت النبی لائل پور ص ۶-۸ 1973

اور آپ بھی انھیں رنجشوں کا شکار ہو گئے۔

حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحب کے عرس کے تیسرے روز غالباً 12، 13 جمادی الاول 1393ھ / 22، آگست 1973ء کو خانقاہ کی مسجد میں فجر کی نماز کے وقت دوران فائرنگ شہید کر دئے گئے۔ آپکے ہمراہ مزید آٹھ افراد بھی بھی لقمہ اجل کا شکار ہو گئے[1]

اولاد

آپ نے تین نکاح کئے اور ان میں آپکے پانچ بیٹے اور دس بیٹیاں تھیں۔ آپکے سب سے بڑے صاحب زادے میاں عبدالخالق صاحب ہیں جو اب خانقاہ بھر چونڈی شریف کے سجادہ نشین ہیں۔

حضرت پیر عبدالخالق صاحب (موجودہ سجادہ نشین)

موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر عبدالخالق صاحب اپنے والد حضرت پیر عبدالحلیم صاحب کی شہادت کے تیسرے روز، ماہ آگست کے اواخر 1973ء میں مسندِ سجادگی پر بیٹھے، اس وقت آپکی عمر پندرہ برس تھی[2]

یہ دور نہایت مشکل حالات کا تھا۔ آپکے اکلوتے سگے بھائی میاں عبدالمالک جلد ہی موٹر کار کے ایک المناک حادثے میں ہلاک ہو گئے، تاہم آپ نے تنِ تنہا اپنے حسنِ تدبیر سے حالات کا مقابلہ کیا اور معاملات کو نبھایا اور ابھی تک

---

1 راقم کا یہ واقعہ چشم دید ہے

2 عبادالرحمٰن ایڈیشن دوئم دیباچہ (ص)

نبھا رہے ہیں۔ آپ خوش اخلاق، ملنسار، نرم طبیعت کے مالک ہیں اور فطرتاً سخاوت پسند ہیں۔ آپکے اندر گولڑہ شریف کے خاص کر اپنے پیر و مشائخ بوڑہ جنڈی شریف کے کارناموں اور انکی خدمات کی اشاعتِ عام کا جذبہ بہت حد تک موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں بہت سے کام کیے ہیں۔

مدرسہ کی توسیع

ایک بڑے اور وسیع مدرسہ کا قیام تقریباً عمل میں آچکا ہے، اور عمارت کی تعمیر کا کام تکمیل پذیر ہے۔

اکیڈمی کا قیام

کتب و رسائل کی اشاعت کے سلسلے میں "حافظ الملت اکیڈمی" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جس کے زیرِ اہتمام کئی چھوٹی بڑی کتب اور کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کتب میں عبادالرحمٰن کا دوسرا ایڈیشن جامِ عرفان کے نام سے حضرت حافظ الملتؒ کے ملفوظات کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ ثالث تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنما حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحب عرف بھورل سائیں کے حالات اور خدمات پر مشتمل کتاب "نفحات الرحمٰن" شائع کی گئی ہے۔ جسے معروف مصنف جناب سید محمد فاروق القادری نے تصنیف کیا ہے۔

کانفرنسوں کا انعقاد

موجودہ سجادہ نشین کا ایک اہم کام ہر سال حضرت حافظ الملتؒ کے عرس کے موقع پر (نو (۹) جمادی الثانی) کے دن خانقاہ میں عظیم الشان

"حافظ الملت کانفرنس" کا انعقاد ہے۔ جس میں سندھ اور ملک کے بڑے
بڑے علماء اور مشائخ، دانشور شرکت کرتے ہیں۔ اپنی تقاریر اور مقالات کے
ذریعے حضرت حافظ الملت اور مشائخ بھرچونڈی شریف کی تعلیمات و خدمات
کا شاندار الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔ اِن تحریروں، تقریروں اور مقالات
کو بعد میں اکیڈمی کی طرف سے کتابی شکل میں شائع کیا جاتا ہے، اس
سلسلے میں اب تین تالیفات بعنوان "معارف حافظ الملت" شائع
ہو چکی ہیں۔

اِس ضمن میں سجادہ نشین کو جن اہل علم و قلم حضرات کا تعاون
حاصل ہے اُن میں سید محمد فاروق القادری، علامہ میر حسان الحیدری
پروفیسر ڈاکٹر محمد یعقوب مغل، پروفیسر غلام رسول اکرم سومرو، ڈاکٹر
میمن عبدالمجید سندھی (مرحوم) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، مولانا محمد اصغر
درس وغیرہ شامل ہیں۔[1]

اِن کانفرنسوں میں ہر سال خانقاہ کی جماعت کی بھاری تعداد کے علاوہ
بے شمار دیگر لوگ بھی شرکت کرنے کے لیے دور دراز سے چل کر آتے ہیں۔
حضرت حافظ الملت رح کی زندگی ایک حقیقی صوفی اور عارف باللہ کی زندگی
تھی۔ انھوں نے دنیاداروں، امراء، حاکموں کی صحبت سے ہمیشہ پرہیز کیا،
ضرورت اِس امر کی ہے کہ اِن کانفرنسوں میں وزراء، امراء، افسران اور اِس طرح کے
دنیادار افراد کی شرکت کو باعث افتخار نہ سمجھا جائے بلکہ اخلاصِ نیت سے محض خوشنودیِ
ذاتِ الٰہی کو مقصدِ حیات بنایا جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ریاکاری سے بچائے آمین۔

1۔ یہ تمام معلومات راقم کے کئی بار کے دوروں اور ذاتی مشاہدے پر مبنی ہیں

باب ہفتم

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی

امام انقلاب
مولانا عبیداللہ سندی رح

باب ہفتم

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

فصلِ اول؛ احوالِ زندگی

برصغیر کی تاریخ اور جدوجہدِ آزادی کا ایک نمایاں نام مولانا عبید اللہ سندھی کا ہے، جسے امام انقلاب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپکی پوری زندگی مختلف تحریکوں اور آزادی کے لئے جدوجہد میں گزری، جیل و جلاوطنی میں ایک طویل عرصہ رہے۔ آپکی یہ ساری جدوجہد برصغیر کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپکو یہ سارا جوش اور ولولہ، جذبہ حریت، انگریز دشمنی، اپنے مرشد حضرت حافظ الملت محمد صدیق بھرچونڈی شریف سے ورثہ میں ملے تھے، جسکا آپنے برملا اظہار اپنی تصانیف میں بار بار کیا ہے۔ ہم نے لازمی سمجھا کہ آپکے حالات، افکار و تعلیمات اور اپنے مرشد سے تعلق و عقیدت کے حوالے سے ایک الگ باب مختص کیا جائے۔

خاندان

آغازِ اٹھارہویں صدی میں پنجاب میں سکھوں کا اثر و رسوخ اور انتظامی معاملات میں عمل دخل بڑھ گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس دور میں سکھ ایک خوشحال زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ انہیں خوشحال لوگوں میں ایک سکھ منشی انسر گلاب راۓ بھی تھا۔ جس نے اپنے بیٹے جسپت راۓ کو بھی ایک اچھا عہدہ دلوایا۔ سکھوں کے زوال کے بعد جسپت راۓ کا بیٹا رام سنگھ سیالکوٹ آکر آباد ہو گیا جہاں اس نے ایک سکھ لڑکی سے شادی

کرلی، جس سے اول ایک لڑکی تولد ہوئی، اس کے بعد ایک لڑکا ہوا، یہی لڑکا بعد میں مسلمان ہونے کے بعد عبید اللہ سندھی کے نام سے مشہور ہوا [1]

پیدائش

مولانا عبیداللہ سندھی کی پیدائش سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی میں ۱۲، محرم الحرام 1289ھ / ۱۰ مارچ 1872ء میں ہوئی [2]

آپکے والد مولانا کی پیدائش سے چار ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔ مولانا کے دو ماموں ضلع ڈیرہ غازی خان میں پٹواری تھے جس کے باعث یہ خاندان انہیں کے پاس آکر رہنے لگا [3]

طالب علمی

مولانا سندھی کی ابتدائی تعلیم جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک مڈل اسکول سے شروع ہوئی، اس تعلیم کا آغاز 1878ء کو ہوا، آپ ایک ذہین و فطین طالب علم مانے جاتے تھے [4]

اسلام کی رغبت

دورانِ طالب علمی آپکو سکول کے ایک دوست "تحفۃ الھند" نامی کتاب مطالعہ کے لیئے دی، جو ایک نو مسلم عالم پنڈت عبیداللہ کی لکھی ہوئی تھی۔ جس کے مطالعے نے مولانا سندھی کے اندر دینِ اسلام کی رغبت بڑھائی، اس کے بعد مولانا اسماعیل دھلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" ان کے ہاتھ لگی جس

---

1 چراغ محمد علی راہبرینِ تحریک پاکستان ص ۴۰۰

2 الولی شمارہ خصوصی مولانا عبیداللہ سندھی نمبر ص 31، اگست ستمبر 1994ء

3 فردوس اعجاز الحق تاریخ سندھ جلد سوئم ص 198

4 محمد سرور خطبات و مقالات مولانا عبیداللہ سندھی ص ۱۴

جس نے انہیں مذہب اسلام کے قریب آنے میں مزید مدد دی، مولانا محمد لکھوی کی پنجابی تصنیف "احوال الآخرۃ" کے ذریعے مولانا سندھی نے نماز کا طریقہ سیکھا اور اپنا نام عبید اللہ رکھا۔[1]

حضورِ مرشد و قبول اسلام

مولانا سندھی ۱۵ اگست ۱۸۸۷ء کو گھر سے نکل کھڑے ہوئے، ان کے ہمراہ کوٹلہ مغلاں کا رہنے والا ایک اور لڑکا بھی تھا، یہ دونوں کوٹلہ رحم شاہ مظفر گڑھ پہنچے۔[2]
جب اعزہ نے مولانا سندھی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تو وہ وہاں سے فرار ہو کر سندھ میں حضرت سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ رحمت کی خدمت میں بھرچونڈی شریف تحصیل ڈہرکی پہنچے اور آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر لیا۔ اور آپکی سنتِ ختنہ بھی بھرچونڈی شریف ہی میں ادا ہوئی۔[3]

سلسلہ قادریہ میں بیعت

مولانا سندھی حضرت حافظ الملت رح سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اسباقِ سلوک کا آغاز کیا۔[4]

دین پور روانگی

مولانا سندھی نے اپنے مرشد کی صحبت میں خانقاہ بھرچونڈی شریف میں چار ماہ تک مقیم رہے۔ آپ نے ان سے کمالِ شفقت و محبت کا سلوک کیا اور انہیں والدین کی کمی نہ ہونے دی۔ آپ نے فرمایا! "عبید اللہ نے دینِ اسلام کے لیے گھر بار چھوڑا ہے، لہٰذا اب ہم ہی اسکے ماں اور باپ ہیں۔"[5]

---

1. قدوسی تاریخ سندھ جلد سوئم ص ۱۹۲
2. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص ۲۶
3. عبدالحمید خان مردِ مومن ص ۱۲
4. ایضاً
5. اکابرین تحریک پاکستان ص 401

بھرچونڈی شریف سے روانہ ہو کر مولانا سندھی حضرت حافظ الملت کے خلیفہ اول ابو سراج غلام محمد دین پوری کی خدمت میں دین پور (خانپور) پہنچے 1

مرشد کی دعا

بوقت روانگی حضرت حافظ الملت نے آپکے لیئے یہ دعا فرمائی کہ: "خدا کرے تمہارا پالا کسی راسخ العقیدہ مسلمان عالم سے پڑے" مولانا سندھی کے بقول میرے مرشد کی دعا اللہ تعالی نے قبول فرمائی اور میں شیخ الهند مولانا محمود الحسن کی خدمت میں دیوبند پہنچا 2

دیوبند میں آمد

بھرچونڈی شریف سے روانگی کے بعد مولانا پہلے بہاولپور کی ایک مسجد میں ابتدائی کتب پڑھیں، جہاں سے وہ دین پور آتے جاتے تھے جو حضرت غلام محمد صاحب کا مسکن تھا۔ ہدایت النحو تک مولانا صاحب نے تعلیم یہیں سے حاصل کی، اس کے بعد آپ کوٹلہ رحم شاہ متصل خانپور میں مولوی خدابخش سے "کافیہ" پڑھا۔ یہیں پر انھیں ایک نووارد طالب علم ملا جس نے انھیں ھندوستان کے عربی مدارس کا احوال سنایا جس سے آپکو دیوبند جانے کا شوق پیدا ہوا، آپ اسٹیشن مظفر گڑھ سے ریل کے ذریعے دیوبند پہنچے۔ 3

شیخ الھند کی شاگردی میں

مولانا عبیداللہ سندھی 1306ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں انھیں شیخ الھند مولانا محمود الحسن جیسے راسخ العلم عالم دین کی شاگردی میسر آئی۔

---

1 خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 67
2 فردوسی تاریخ سندھ حصہ سوئم ص 199
3 خطبات و مقالات ص 67

مولانا سندھی نے اُن کے درس اور صحبت سے بھرپور فائدہ اُٹھایا، حتیٰ کہ آپ مولانا شیخ الھند کے خاص شاگردوں میں شمار ہونے لگے [1]

حصولِ تعلیم

دیوبند میں مولانا سندھی نے پانچ ماہ کے اندر قطبی تک اور منطق کے رسائل مختلف اساتذہ سے پڑھے، شرح جامی حکیم احسن سے پڑھی۔ حکمت و منطق کی کتابوں کی تکمیل کے بعد آپ مولانا محمد احسن کانپوری کے مدرسہ چلے گئے۔ پھر چند ماہ مولوی فریدالدین کے مدرسہ رام پور میں رہ کر ان سے کچھ کتب پڑھیں، ماہ صفر 1307ھ میں آپ واپس دیوبند آئے [2]

یہاں آپنے سنن ابی داؤد مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھی تھی آپکے دیگر اساتذہ میں شیخ ابوالطیب حافظ محمد احمد (ف 1929) ابن شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ شامل ھیں۔ جبکہ شیخ الھند سے آپنے فقہ میں ھدایہ مطول اور تفسیر بیضاوی پڑھی تھی [3]

ولی اللہی تعلیم کے اثرات

دیوبند میں شیخ الھند کی شاگردی میں مولانا سندھی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتابوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، جس کے باعث مولانا کے قلب و نظر میں ولی اللہی فکر کے اثرات جاگزین ہوئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ھیں کہ یہ نظریات آگے چل کر پوری زندگی میں اُن پر چھائے رہے۔ آپ نے دین افکار کی پھیلانے میں بھرپور کردار ادا کیا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شاہ ولی اللہ کی تعلیمات

---

1. محمد فیوض الرحمٰن حافظ مشاہیر علماء دیوبند ص 343
2. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 12
3. الولی مولانا سندھی نمبر ص 5

پر عمل کیا جاتا تو پاک و ھند میں ایسی فلاحی حکومت وجود میں آجاتی جو ساری دنیا کی قیادت کرتی، نہ کارل مارکس اور اُن کے نظریات کو کوئی جانتا اور نہ ہی سوشلزم و کمیونزم کا کوئی وجود ہوتا۔[1]

سندھ واپسی

مولانا سندھی جب سے اپنے مرشد سید العارفین حافظ محمد صدیقؒ سے بچھڑے تھے ہر وقت اُنکی یاد انھیں ستاتی رہتی تھی۔ کیوں کہ وہ انھیں نہ صرف اپنا مربی و مرشد سمجھتے تھے بلکہ انھیں بمنزلہ اپنے شفیق باپ کے سمجھتے تھے، یہی محبت و عقیدت انھیں سندھ واپس لائی، آپ ۲۰ جمادی الثانی 1308ھ/1890ء کو سید صحیح بھر چونڈی شریف پہنچے۔ مگر آپکے مرشدِ کامل سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیقؒ ان کی آمد سے دس روز قبل (۱۰ جمادی الثانی 1308) کو وصال فرما چکے تھے۔[2]

یہ آپ کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا، عبد الحمید خان لکھتے ہیں۔

"اسی اثناء میں مولانا سندھی کو بہت بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا، حضرت حافظ محمد صدیق رحمتہ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہو گئے، اور مولانا سندھی کے لئے شب و روز دُعائیں کرنے والا عظیم سہارا دُنیا سے اُٹھ گیا۔[3]

---

1. اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 402
2. فردوس امجاذ الحق تاریخ سندھ حصہ سوئم ص ۱۹۹
3. مردِ مومن ص 22 فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

امروٹ شریف میں رہائش

حضرت حافظ الملت رح کے وصال کے بعد مولانا سندھی امروٹ شریف چلے گئے۔ جہاں حضرت حافظ الملت کے دوسرے خلیفہ سید تاج محمود امروٹی رح رہتے تھے۔ جنہوں نے آپکے ساتھ اپنے بچوں جیسا برتاؤ کیا۔ [1]

نکاح

حضرت مولانا امروٹی نے آپکی شادی اسلامیہ اسکول سکھر کے ایک استاد محمد عظیم یوسفزئی کی صاحب زادی سے کرائی۔ جن میں سے آپکی دو صاحب زادیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے ایک شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے نکاح میں آئیں جبکہ بعد میں دوسری کا عقد حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری سے ہوا [2]
مولانا امروٹی رح نے بعد میں مولانا سندھی کی والدہ کو بھی امروٹ بلالیا۔ جو آخر دم تک اپنے مذہب پر رہیں، انھوں نے مولانا صاحب کے مطالعہ کے لئے ایک وسیع کتب خانہ جمع کیا جہاں آپ 1901ء تک سات برس اطمینان سے مطالعہ اور تکمیل علم کرتے رہے [3]

پیر جھنڈا سے تعلق

حیدرآباد کے قریب گوٹھ پیر جھنڈا میں راشدی طریقہ کے پیر صاحب العلم جھنڈے والے کے پاس علمی اور دینی کتب کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا، مولانا سندھی مطالعہ کے لئے وہاں جاتے رہتے تھے اور کتابیں مستعار لاتے رہتے اور ان سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ اور ساتھ ہی رشید الدین صاحب صاحب العلم اور مولانا رشداللہ

---

1 فردوسی تاریخ سندھ جلد سوئم ص 199
2 عبیدی حامی یدبیضا ص 90
3 الوی مولانا سندھی نمبر ص 56

ابوتراب کی حیثیت سے بھی مستفید ہوتے رہے [1]

سیاسی میلان

سیاسی طور پر آپ مولانا اسماعیل شہید کی تحریک سے بے حد متاثر تھے۔ جن کی سوانح عمری آپ نے بچپن میں دیکھی تھی۔ دھلی کے زوال کا آنکھوں دیکھا احوال بھی آپ مولانا عبدالکریم دیوبندی سے سُن چکے تھے۔ انقلاب پنجاب کے حالات سے اپنے خاندان کے افراد کے ذریعے واقف ہو چکے تھے۔ دیوبند کے مدرسہ میں رہ کر اُس کے مقاصد سے بخوبی آگاھی حاصل کرنے کے بعد خود کو انھوں نے اس تحریک سے وابسط کر لیا [2]

آپکی تربیت جس انداز سے ہوئی اُس نے آپکو ایک انقلابی شخص بنا دیا، اور آپ اپنے دیس کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کے منصوبے بنانے لگے اپنے شاگردوں جو خاص کر شاہ ولی اللہ کی کتاب "حجتہ البالغہ" کا مطالعہ کر چکے تھے پر مشتمل ایک جماعت بنا کر جدوجہد شروع کر دی [3]

دیوبند واپسی

مولانا سندھی ۱۳۱۸ھ میں واپس دیوبند پہنچے اور اپنے تحریر کردہ دو رسائل کے نمونے شیخ الھند کو دکھائے جنھیں انھوں نے پسند کیا۔ شیخ الھند نے نہ صرف انھیں مفید مشورے دیئے بلکہ جماعت سے متعلق اس کام کو جاری رکھنے کی بھی تلقین کی [4]

---

1 تاریخ سندھ جلد سوئم ص ۲۰۰

2 الولی ص 67

3 تاریخ سندھ ص ۲۰۱

4 خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 72

دارالرشاد پیر جھنڈا

1319ھ میں مولانا سندھی نے اپنے ہاتھوں سے پیر جھنڈا میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "دارالرشاد" تھا۔ اس مدرسہ کے قیام میں پیر صاحب جھنڈا رشداللہ نے انکی بے حد مدد و اعانت کی۔ پیر صاحب اپنے مریدوں سے چندہ لیکر طلباء کی ضروریات کی کفالت کرتے تھے اور اساتذہ کو تنخواہیں دیتے تھے۔ مولانا سندھی سات برس تک اس مدرسہ میں معلمی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ انھوں نے مولانا احمد علی کو بھی یہیں بلا لیا جنھوں نے اس مدرسہ سے چھ برس کے اندر درس نظامی کی سند حاصل کی[1]

جمعیت الانصار

پیر جھنڈا سے حضرت شیخ الہند نے مولانا سندھی کو دوبارہ دیوبند بلا لیا اور انہیں وہیں رہ کر کام کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ آپ 1327ھ/1909ء میں دیوبند چلے گئے جہاں شیخ الہند نے انہیں "جمعیت الانصار" کا کام سونپ دیا جو پہلے ہی قائم ہو چکی تھی[2]

نظارۃ المعارف

جمعیت الانصار کے بعد شیخ الہند نے مولانا سندھی کو دہلی میں تعینات کیا، جہاں اوجاہ میں "نظارۃ المعارف" قائم کی گئی تھی۔ اس تنظیم کا اصل مقصد بقول مولانا سندھی مجھے نوجوان قوت سے ملانا تھا[3]

دہلی میں ان مصروفیتوں کے علاوہ مولانا سندھی کی برصغیر کے بڑے بڑے مسلم زعماء

---

1. مرد مومن ص 26
2. تاریخ سندھ جلد سوئم ص 201
3. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 73

سے ملاقاتیں بھی ہونے لگیں۔ اِس دوران آپنے مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد ڈاکٹر انصاری، اور نواب وقار الملک جیسے رھنماؤں سے آپنے ملاقاتیں کیں [1]

ھجرتِ کابل

۱۹۱۶ء میں شیخ الھند نے مولانا سندھی کو ایک منصوبے کے تحت کابل روانہ کیا، جسکا اصل مقصد امیر افغانستان کو انگریزوں کے خلاف اکساکر ھندوستان پر حملہ کرنا اور ھندوستان کو انگریزوں کے تسلط سے آزادی دلانا تھا [2]

مولانا سندھی ۱۵، اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کابل پہنچے [3] افغانستان کا امیر حبیب اللہ انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ لہٰذا اُس سے یہ توقع غلط تھی کہ وہ انگریزوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوگا۔

مولانا سندھی نے سات برس تک کابل میں قیام کیا اور اپنا ھندوستانی مشن انجام دیتے رہے، آخر میں امیر حبیب اللہ نے مولانا کو ھندوؤں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا مشورہ دیا، مولانا کے بقول "میرے لئے اسکی تعمیل صرف اِسی صورت میں ممکن تھی کہ میں انڈین نیشنل کانگریس کا ممبر بن جاؤں، لہٰذا اُس وقت سے میں انڈین نیشنل کانگریس کا داعی بن گیا [4]

کابل میں کانگریس کمیٹی بنائی گئی جسکا الحاق ڈاکٹر انصاری کی کوششوں سے کانگریس سے ہوگیا، اور مولانا سندھی اِسکے صدر قرار پائے [5]

---

1. اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص ۱۰۵
2. رئیس احمد جعفری؟ خاطرات (آپ بیتی) ص 96 سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۰ء
3. ۔ ایضاً ۔
4. لغاری عبداللہ مولانا مولانا سندھی کی سرگزشتِ کابل ص 12
5. ۔ ایضاً ۔

سفرِ روس

کابل میں کانگریس کی برانچ قائم کرنے کے ایک برس بعد مولانا سندھی سات ماہ کے لیے ماسکو چلے گئے۔ مولانا کے خیالات سابق چونکہ اچھے خاصے ترقی پسندانہ اور سامراجیت کے خلاف تھے اس لیے روس میں انکی خاص پزیرائی ہوئی، روس نے انھیں سوشلزم کا مطالعہ کرنے کے لیے تمام سہولتیں بہم پہنچائیں۔ مولانا سندھی اگرچہ سوشلزم سے خاصے متاثر ہوئے لیکن اس کے باوجود وہ شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں اپنے نظریات و خیالات پر تادمِ آخر قائم رہے[1]۔

ترکی میں

دورانِ قیامِ ماسکو مولانا سندھی نے ترکی کے سفیر کے ساتھ راہ و رسم بڑھائی دونوں کی ملاقاتیں ہونے لگیں، دونوں ایک دوسرے سے بہت متاثر ہوئے، جس کے نتیجے میں ترکی کے سفیر نے مولانا سندھی کو ترکی بھجوانے کا بندوبست کیا۔ یہ انتظام اس قدر پوشیدگی میں ہوا کہ خفیہ پولیس تک کو بھی اسکی اطلاع نہ ہو سکی۔ اس طرح مولانا سندھی ماسکو سے ترکی پہنچ گئے۔ ترکی میں خفیہ کاروائیوں اور مخالف قوتوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود مولانا صاحب تین برس تک مقیم رہ کر ھندوستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے رہے[2]

حجاز کا سفر

1926ء میں مولانا سندھی کو برصغیر کے اخبارات کے ذریعے اطلاع ملی کہ اس سال حج کے موقع پر موتمر اسلامی خلافت کانفرنس مکہ مکرمہ میں منعقد ہو رہی اور اس

---

1. اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 406
2. ۔ ایضاً ۔

میں ہندوستانی زعماء کی شرکت متوقع ہے۔ مولانا سندھی نے ان زعماء سے ملاقات کر کے انھیں اپنے پروگرام سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ حجاز کے لئے اٹلی کے راستے استنبول سے روانہ ہوئے۔ مگر راستے میں اطالوی نوآبادی اری ٹیریا کی بندرگاہ مساوہ (Massawa) میں دوسرے جہاز کے انتظار میں پندرہ روز قیام کرنا پڑا جس کے باعث انھیں دیر ہوگئی اور وہ حج پر نہ پہنچ سکے۔ تاخیر سے جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو ہندوستانی حاجی وطن واپس لوٹ چکے تھے، جس کے باعث انھیں یہ موقع نہ مل سکا کہ اپنا پیغام ہندوستان بھیج سکیں ۱

وطن واپسی

1936ء میں آل انڈیا کانگریس نے مولانا سندھی پر سے پابندیاں ہٹانے اور انھیں ہندوستان واپس لانے کی تجاویز پیش کیں جنکی تمام پارٹیوں نے تائید کی یکم نومبر 1937ء میں مولانا صاحب کو بتایا گیا کہ وہ اپنے وطن ہندوستان واپس آسکتے ہیں۔ یکم جنوری 1938ء میں انھیں ہندوستانی پاسپورٹ جاری کیا گیا۔ ۲

آخر کار 7 مارچ 1939ء کو مولانا سندھی تقریباً چوبیس برس کی جلاوطنی کے بعد کراچی کی بندرگاہ پر اترے۔ جہاں آپکا شاندار استقبال ہوا، وطن سے روانگی کے وقت آپ تینتالیس برس کے تھے مگر جب وطن واپس پہنچے تو سرسٹھ (67) برس کی عمر کو پہنچ چکے تھے ۳

---

۱ ایبک ظفر الحسن خاطرات ص 314

۲ راشدی علی محمد پیر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ص 96

۳ محمد سرور افادات وملفوظات مولانا سندھی ص 103

سیاسی پارٹی کا قیام

اگرچہ مولانا سندھی کا تعلق کانگریس تھا مگر ھندوستان آکر حالات کا جائزہ لینے کے بعد ڈینگے گاندھی کی سیاست سے اختلاف کیا اور مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں ایک نئی پارٹی "جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی" قائم کی، جس کے دفاتر کراچی، لاہور اور دھلی میں قائم کئے گئے [1]

پارٹی کا نظریہ یہ تھا کہ ھندوستان کو نہ تو ایک ملک بنایا جائے اور نہ ایک ملک سمجھا جائے بلکہ یورپ کی طرح اسے مختلف زبانوں کے حوالے سے تقسیم کیا جائے۔ اور اسکی یہ تقسیم ثقافتی لحاظ سے بھی ہو [2]

وفات

مولانا صاحب کی عمر اگرچہ بہتر (72) برس کی ہو چکی تھی مگر اس کے باوجود، آپکے عزم حوصلے اور ولولے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، آخری ایام میں باوجود بیماری کے سندھ کے دورے پر نکلے، جولائی کی شدید گرمی کے باعث آپ شدید علیل ہو گئے۔ ڈاکٹر علاج کرتے رہے، مگر اب آپکو یقین ہو چلا تھا کہ انکی شاید اب اس جہان فانی سے روانگی کا وقت آچکا ہے۔ چنانچہ آپنے اس موقعہ پر ارادہ ظاہر کیا کہ انھیں گوٹھ پیر جھنڈا لے جایا جائے مگر آپکی بیٹی اور نواسی کے مجبور کرنے پر آپ دین پور تشریف لے گئے [3]

دین پور ہی میں آپ نے بہتر (72) برس کی عمر میں 2، رمضان المبارک مطابق 22، اگست 1944ء کو وفات پائی اور حضرت حافظ الملت کے خلیفہ اول حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کے پہلو میں دفن ہوئے [4]

---

1. مہران تحریک آزادی نمبر (سندھی) ص 27
2. ۔ ایضاً ۔
3. امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ص 151 از مقالہ ڈاکٹر جی الانہ
4. فردوس ابن ظالحق تاریخ سندھ حصہ سوئم ص 204

فصل دوئم

مولانا سندھی، افکار و تعلیمات

مکتبہ فکر

مولانا سندھی اگرچہ اپنے مرشد سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے مگر عملی زندگی میں وہ ایک خالص دیو بندی مکتبہ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اُن کے اس مکتبہ فکر کا سلسلہ مولانا محمد قاسم نانوتوی سے شروع ہو کر شاہ ولی اللہ محدث دھلوی تک پہنچتا ہے۔ خود انہیں کے بقول "میرے علمی اور سیاسی ارتقاء میں انہیں بزرگوں کا حصہ ہے" [1]

مولانا سندھی ولی الٰہی فکر سے از حد متاثر تھے، آپ حجتہ البالغہ کا بچپن سے لیکر گہرا مطالعہ کرتے رہے تھے، اس کے علاوہ انھوں نے شاہ صاحب کی دیگر کتب بدور بازغہ، خیر کثیر، تفہیمات الٰہیہ، سطعات، لمعات، الطاف القدس وغیرہ کا بھرپور مطالعہ کیا۔ آپ شاہ ولی اللہ کو حکیم و مجتہد تسلیم کرتے ہیں [2]

ذوقِ تصوف

مولانا کی تحریروں اور خطبات سے آپکے ذوقِ تصوف کا پتہ چلتا ہے۔ یہ ذوق بھی آپکو اپنے مرشد سید العارفین کے ہاتھوں بیعت ہونے کے بعد پیدا ہوا، پروفیسر محمد سرور رقم طراز ہیں!

"(اپنے مرشد کے ہاتھوں) اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس ذوق کی نشوونما اور تکمیل کے لئے بہترین مواقع میسر آئے، آپ اپنے خدا رسیدہ

---

[1] قدوسی تاریخ سندھ حصہ سوئم ص 200

[2] خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 78

مرشدوں اور صاحب کمال عارفوں کی صحبت میں رہے اور اسلامی تصوف کی روایات میں تصوف کا جو اصل مدعا ہے اُسے آپ نے منتہائے کمال پر جلوہ گر پایا" [1]

وہابیت سے بیزاری

توحید کے بارے میں اگرچہ مولانا اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویتہ الایمان نے مولانا سندھی کی رہنمائی کی تھی، مگر اُن کا جب اس سلسلے میں مطالعہ بڑھا تو انھیں احساس ہوا کہ یہ مسئلہ مسلمانوں میں باعثِ نزاع بنا ہوا ہے، وہابی اور غیر وہابی کا جھگڑا اسی وجہ سے ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں مولانا صاحب نے اپنے خطبہ منعقدہ حیدر آباد، 17، اپریل 1944ء کو یوں بیان کیا ہے:

"مجھے مسلمانوں کا یہ اختلاف پسند نہیں آیا، اور اس کا حل آخر میں نے یہ ڈھونڈا کہ میں قادری طریقہ کا ایک فقیر ہوں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فتوح الغیب" کو مانتا ہوں اس میں توحید کا مفصل بیان ہے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اس کتاب کو وہابیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اب اگر میں توحید کو سمجھانے کے لئے فتوح الغیب کو اپنے لئے مرکزی اور اساسی کتاب بناتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سندھ سے مسئلہ توحید کے ضمن میں وہابیت کا سوال گم ہو جائے گا" [2]

---

[1] محمد سرور پروفیسر تعلیمات مولانا عبیداللہ سندھی ص 64 سندھ ساگر اکیڈمی لاہور 1953ء

[2] خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 145

ترقی پسندانہ خیالات

مولانا سندھی کی فکر میں ترقی پسندانہ خیالات کے اثرات ملتے ہیں، یہ خیالات اُن کے اندر قیامِ روس کے دوران سوشلزم اور کمیونزم کو قریب سے دیکھنے کے باعث پیدا ہوئے۔ لیکن لگتا ہے کہ اس فلسفہ کی گہرائیوں سے مولانا کے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اُن کا نقطۂ نظر رومانوی اور غیر سائنسی تھا۔ اور وہ اس سلسلے میں مذہب اور اشتراکیت کو باہم ایک دوسرے کا مخالف نہیں سمجھتے تھے[1]۔

مولانا سندھی کے اشتراکی خیالات کے بارے میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی تحریر کرتے ہیں:

"مولانا کے نزدیک اشتراکیت کا اچھا پہلو یہ ہے کہ یہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی تحریک ہے جو کسی خاص قوم یا ملک کے فائدے کے لئے شروع نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کی بنیاد عام انسانی ہمدردی اور مساوات و برابری ہے۔ اس بناء پر اگر اس تحریک میں کوئی افادیت ہے تو وہ کسی ایک ملک یا قوم تک محدود نہیں رہے گی بلکہ جہاں جہاں یہ تحریک پہنچے گی اس کو کامیابی حاصل ہوگی اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں گے۔"[2]

لیکن وقت نے ثابت کیا کہ یہ نظام بھی غیر فطری تھا جس کا انجام سب کے سامنے ہے اشتراکیت کا پول جلد ہی کھل گیا اور اس کی حقیقت و بین الاقوامیت جلد ہی دنیا پر آشکارا ہو گئی اور ترقی پسندوں کی خوش فہمیاں بھی جلد ہی دور ہو گئیں

---

1. قاضی جاوید سرسید سے اقبال تک ص 195 بک ٹریڈرز لاہور س ن
2. اکبر آبادی سعید احمد مولانا مولانا سندھی اور اُن کے ناقد ص 250

دارالعلوم دیوبند میں اصلاح کی کوشش

مولانا سندھی انگریز استعمار کے سخت خلاف تھے، آپکی انگریز دشمنی کوئی پوشیدہ امر نہیں، دارالعلوم دیوبند اگرچہ انگریزوں کے خلاف ایک منظم ادارہ تھا مگر اس کے اکثر احباب بست وکشاد اس حق میں نہ تھے کہ انگریزوں سے ٹکر لی جائے، مگر مولانا سندھی اس نقطہ نظر کے مخالف تھے، انھیں انگریزوں کی سرپرستی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ جیسا کہ مولانا سندھی خود فرماتے ہیں!

"دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ ہر دو میں انگریز دشمنی کے باغیانہ جذبات ابھر رہے تھے لیکن دونوں درسگاہوں کے ارباب اہتمام اور اصحاب اختیار سرکار پرست تھے، اب کتنا بڑا المیہ تھا کہ مولانا قاسم جو کہ انگریزوں کے خلاف 1857ء میں لڑے تھے۔ اُن کے بیٹے حافظ محمد احمد جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے شمس العلماء کا خطاب قبول کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے ڈھائی سو روپے وظیفہ قبول کرتے ہیں" [1]

مولانا سندھی دارالعلوم دیوبند کی فرسودہ تعلیم کے خلاف اصلاحات کے حامی تھے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں!

"اب میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ بدل رہا ہے اور دیوبند کا نظام تعلیم اُسی فرسودہ ڈگر پر چل رہا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ موجودہ دیوبندی بعض لغویات میں مبتلا ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر

---

1 افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی ص 378

یہی حالت رہی اور دیوبند میں ضروری اصلاح نہ ہوئی تو اس دار العلوم کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچے گا"۔ 1

سندھ کے بارے میں خیالات

مولانا سندھی سندھ کو تصوف کا مرکز قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان جو منافرت پائی جاتی ہے وہ باہر سے درآمد شدہ اثرات کے باعث ہے۔ مولانا سندھی خود کو فخریہ "سندھی" کہتے ہیں، ان کے نزدیک اگر سندھی غلطی کرے تو سندھی اسے راہِ راست پر لا سکتا ہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل 7 اپریل 1944ء کو حیدرآباد میں جمیعۃ طلباء کے اجلاس میں اس مسئلہ پر تفصیل سے خطاب کیا اور کہا کہ:

"ہم سندھ میں سندھیوں کی مستقل طور پر حکومت چاہتے ہیں ہم اس سلسلے میں کوئی مذہبی سوال پیدا نہیں ہونے دیں گے ہم سندھ کی سرزمین کو ایک مستقل ملک مانتے ہیں اور ہم اس برِاعظم کے بقیہ ملکوں کے ساتھ فیڈریشن کے ذریعے شریک ہوں گے"۔ 2

جدوجہدِ آزادی

جدوجہدِ آزادی میں مولانا سندھی کا کردار نمایاں ہے، آپ کانگریس سے اگرچہ وابستہ تھے لیکن اس کے باوجود وہ برصغیر میں گاندھی ازم کے غلبہ کی مخالفت کرتے رہے۔ بقولِ محمد سرور:

---

1 افادات و ملفوظات مولانا سندھی ص 126

2 ۔ ایضاً ۔ ص 147

"مولانا سندھی ان سب باتوں کے باوجود گاندھی ازم کے سخت مخالف ہیں اور اسے صرف مسلمانوں کے لئے نقصان رساں نہیں بلکہ عام ھندوستانیوں کے حق میں بھی برا سمجھتے ہیں، اور انکی انتہائی کوشش یہ ہے کہ کانگریس گاندھی ازم کے پھندے سے جلد نکل کر صحیح معنوں میں سیاسی جماعت بن جائے، مولانا کے نزدیک گاندھی ازم ھندوستان کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے۔" 1

ھندوستان کے مسلمان

مولانا سندھی کو ہندوستان کے مسلمانوں کی انگریز غلامی بُری طرح کھٹکتی تھی، وہ برصغیر کے مسلمانوں کو ملتِ اسلامیہ میں مستقل قومی وجود قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک انگریزوں کے آنے سے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسا خلفشار پیدا ہوا کہ ہماری قومی تاریخ کا تسلسل باقی نہیں رہا اور ہماری ہمتوں میں پستی اور ہمارے ذہنوں میں انتشار اور ارادوں میں ضعف پیدا ہوگیا اور ہم اپنے قومی وجود، اپنے فکری اور ذہنی سرمائے سے محروم ہوگئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے کے پیچھے چلنا ہم نے فرض سمجھا۔ 2

مولانا کے نزدیک اپنے آپ کو بھول جانا قوموں کی موت ہے، اُن کے نزدیک غلامی کی سب سے بڑی لعنت یہ ہے کہ قوم اپنے آپ کو بھول جاتی ہے اور دوسروں کی نقالی کرنے لگتی ہے۔ اور نقالی سے کوئی قوم زندگی نہیں پا سکتی۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہم نے انگریزوں کا سہارا لیا، انگریزوں کا تسلط ختم ہونے لگا تو ہم نے ھندوؤں

---

1 تعلیمات مولانا عبیداللہ سندھی ص 136

2 - ایضاً - ص 146

سے ٹیک لگائی، مگر اُن کی قیادت سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تھی، چنانچہ ہم ادھر سے بھی گئے اور ادھر سے بھی [1]

انقلابی تعلیمات

مولانا سندھی کو امامِ انقلاب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے وہ اپنی فکر کے باب میں قرآنِ حکیم کو انقلابی تعلیمات کا منبع قرار دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک قرآنی انقلاب کا مطمعِ نظر انسانوں پر خدائی حکومت قائم کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اُن کے ہاں اسلام جاگیرداری اور سرمایہ داری نظاموں کو منسوخ کرکے اسکی جگہ ایسا نظام تعمیر کرنا چاہتا ہے جسکا محور قرآن ہو، مولانا کے خیال میں قرآنی انقلاب لانے میں اگر تشدد بھی کرنا پڑے تو یہ ناپسندیدہ نہیں ہے [2]

اس سلسلے میں قافی جاوید لکھتے ہیں!

"انقلاب اور تشدد میں قریبی تعلق ہے، تشدد کے بغیر انقلاب ادھورا رہتا ہے، انقلاب پر زور دینے کے حوالے سے مولانا سندھی تشدد کو ناگزیر نہیں سمجھتے، لیکن وہ اُسے ناپسندیدہ بھی قرار نہیں دیتے" [3]

وطن پرستی

مولانا سندھی کے اندر جذبہ حریت کے ساتھ ساتھ جذبہ حب الوطنی اور وطن پرستی کے جذبات بھی موجزن نظر آتے ہیں، وہ ہندوستانی مسلمانوں پر زور دیتے ہیں کہ وہ بجا طور پر خود کو اپنے وطن کا مالک سمجھیں۔ اُن کے نزدیک جب مسلمان

---

1. تعلیماتِ مولانا عبیداللہ سندھی ص 146
2. عبیداللہ سندھی مولانا قرآنی دستورِ انقلاب ص 100 ادارہ نشریاتِ اسلام) اردو بازار لاہور
3. سرسید سے اقبال تک ص 193

"ہندوستان ہمارا ہے" کا نعرہ لگاتے ہیں تو اس میں ایک عظیم الشان حقیقت مضمر ہے۔ پروفیسر محمد سرور لکھتے ہیں ؛

"مولانا سندھی کو اپنی اس ہندوستانیت اور وطنیت پر اتنا ہی فخر ہے جتنا اسلام پر" 1

نوجوانوں میں بیداری

مولانا سندھی کی انقلابی روح نے برصغیر کے مسلم نوجوانوں کو بیدار کرنے اور انہیں فعال بنا کر حصولِ آزادی کی جدوجہد میں آگے لانے اور اُن کے حوصلوں کو بلند کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ نوجوانوں کو قوم کا سرمایہ سمجھتے تھے، وہ انہیں جدید علوم سے بہرہ ور ہونے، انقلاب کے لئے تیاری کرنے پر بہت زور دیتے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر جی الانہ فرماتے ہیں :

"مولانا سندھی نے سندھ کے دورے کے دوران سندھ مسلم شاگردوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ انگریزی پڑھیں، مغربی سائنس کا مطالعہ کریں اور آگاہی حاصل کریں اور انقلاب کو اچھی طرح سمجھیں جو یورپ میں آرہا ہے، آپ لوگ ہندوستان کے اس انقلاب کے لئے تیار رہیں" 2

مولانا صاحب کو اپنی قوم کے نوجوانوں سے جو توقعات وابستہ تھیں اُن کا تذکرہ پروفیسر محمد سرور نے ان الفاظ میں کیا ہے :

"مولانا کی توقعات اپنی قوم کے نوجوانوں ہی سے وابستہ تھیں۔ وہ اکثر

---

1 خطبات و مقالات مولانا عبید اللہ سندھی ص 71

2 پیامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی از مقالہ ڈاکٹر جی الانہ ص 155

فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا اصل مخاطب نوجوان ہے، اور یہی نوجوان آگے چل کر اپنے ملک میں حکومت بنائے گا"۔[1]

---

1 خطبات و مقالات مولانا عبیداللہ سندھی ص 59

فصل سوئم

٭٭ مولانا سندھی اپنے شیخ کامل سے تعلق کے آئینے میں ٭٭

مولانا عبید اللہ سندھی کی اپنے مرشد حضرت حافظ الملت[1] کے ساتھ نسبت، تعلق کمال درجے کی محبت و عقیدت ان کی ساری زندگی میں ہمیں نمایاں نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنے مرشد سید العارفین کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور پھر قادری راشدی طریقہ پر اُن سے بیعت ہوئے۔ یوں مرشد سے قائم ہونے والا یہ عظیم تعلق انھوں نے پوری عمر کما حقہ نبھایا اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر اس تعلق کو کمزور نہیں ہونے دیا۔ اپنے مرشد حضرت حافظ الملت[1] کی فکر، یادوں اور دعاؤں کو ہمیشہ اپنا رھبر بنائے رکھا۔ مولانا سندھی کے اپنے شیخ کامل کے ساتھ اس گہرے تعلق، محبت و عقیدت کو ہم نے اس فصل میں بیان کیا ہے۔

سید العارفین کی خدمت میں

حضرت حافظ الملت[رح] اپنے دور کے عارف باللہ تھے، آپکا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ مولانا سندھی کو جب اسلام کی رغبت ہوئی تو آپکا چرچا سن کر بھرچونڈی میں آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، آپنے قادری راشدی طریقہ پر انھیں بیعت کیا، اور توحید کے ذکر و اذکار کی تلقین فرمائی[1]۔ اس کے بعد مولانا سندھی نے یہیں قیام کیا اور آپکی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے[2]۔

جنید وقت اور سید العارفین کے القاب

مولانا سندھی پر اپنے شیخ کامل کی محبت کا بے حد اثر ہوا۔ اور انھوں نے اپنے

---

1. مقدمہ التمھید لتعریف ائمۃ التجدید ص 9
2. اکابرین تحریک پاکستان ص 401

شیخ کی ہستی اور انکی عظمت کا یوں اظہار کیا ہے کہ وہ اپنے شیخ کے لئے "جنیدِ وقت" اور "سید العارفین" کے القاب اختیار کئے ہیں 1

شفقتِ پدرانہ

حضرت حافظ الملتؒ نے مولانا سندھی کے ساتھ جس طرح پدرانہ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے ۔ آپ نے ایک موقعہ پر یوں ارشاد فرمایا کہ (مولانا محمود امروٹی بھی موجود تھے) "عبیداللہ نے اپنے خاندان کو اسلام کے لئے چھوڑا ہے ، اب میں ہی اسکا باپ ہوں اور میں ہی اسکی ماں ہوں" 2

تاثیرِ نسبت

مولانا سندھی کی اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری اور ان سے صحبت کی تاثیر کے جو نتائج برآمد ہوئے انھیں مولانا سندھی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔

"اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہوگئی ، اسی طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیقؒ بھرچونڈی والے کی خدمت میں پہنچ گیا ۔ جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے ، چند ماہ انکی صحبت میں رہا ، اسکا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے طبیعتِ ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے" 3

---

1 الولی مولانا سندھی نمبر ص 32
2 اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 104
3 خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 66

جُرأت و بے باکی کا سبق

مولانا کے اندر جرأت جو بے باکی اور بے خوفی کوٹ کوٹ کر بھری تھی وہ انھیں اپنے مرشد سے ورثہ میں ملی تھیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"میں نے قادری راشدی طریقہ سے ان (حضرت حافظ الملتؒ) سے بیعت کرلی تو اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے بہت کم مرعوب ہوتا ہوں" 1

اپنے مرشد کی صحبت کے اثرات کو ایک اور جگہ مولانا صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

"میں نے انکی صحبت سے فائدہ اٹھایا، تقریباً دو سال انکی جماعت کے ساتھ رہا، اور انکے حلقۂ ذکر میں شریک رہا، مختلف مجالس میں اُن کے کلماتِ رشد و ہدایت سنے، وہ مجھے بہت محبت و شفقت سے دیکھتے تھے جیسا کہ والد اپنے بیٹوں کو، میں انکی خطابت و صحبت کی لذت کو کبھی نہیں بھول سکتا، جب میں ان سے جدا ہوا تو انکی صحبت کا اثر مجھ پر نمایاں تھا۔ اور مجھے ایسا لگتا تھا جیسے وہ میری آنکھوں کے سامنے ہوں اور انکی مہربانی کے باعث میرا ڈر اور خوف جاتا رہا۔" 2

سید العارفین کی دعا

مولانا سندھی چند سال اپنے مرشد کی صحبت میں گزار کر جب خانقاہ بھرچونڈی شریف سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حافظ الملتؒ نے اُن کے حق میں دُعا فرمائی

---

1 خطبات و مقالات مولانا عبیداللہ سندھی ص 66

2 التمھید ص 9

کہ خدا کرے عبیداللہ کا کسی راسخ العقیدہ عالم سے پالا پڑے، مولانا صاحب کے بقول خدا نے شاید میرے حق میں سید العارفین کی یہ دعا قبول فرمائی اور میں شیخ الھند مولانا محمود الحسن جیسے راسخ العقیدہ عالم دین کی خدمت میں حاضر ہوا [1]

مولانا سندھی اپنے مرشد کی دعاؤں کے بارے میں یوں اظہار کرتے ہیں:

"میرے لئے سید العارفین نے دعا فرمائی جسکی قبولیت میں نے آنکھوں سے دیکھی، جس کے باعث مجھے علماء دین اور علم میں اعتماد پیدا ہوا، میں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ انکی سب دعاؤں کو مستجاب فرمائے" [2]

17، اپریل 1944ء کو حیدر آباد کے ایک جلسہ میں آپ نے فرمایا:

"مجھے کلمہ تو حید حضرت حافظ محمد صدیق قدس سرہ بھرچونڈی شریف والوں نے پڑھایا، حضرت میرے لئے ماں باپ کی جا تھے اور ماں باپ کی طرح میرے مربی تھے، انکی دعا کی تاثیر سے میں اپنے اندر بڑی برکتیں محسوس کرتا ہوں، میں نے کتنی غلطیاں کی ہونگی لیکن حضرت حافظ الملت رح کی دعا کی برکت سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے شر سے بچا لیا" [3]

تیرے نام کی نسبت سے معتبر ٹھہرے

مولانا صاحب بنیادی طور پر ایک پنجابی سکھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، مگر سید العارفین حضرت محمد صدیق رح کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے اور بیعت ہونے کے بعد

---

1. لغاری عبیداللہ مولانا مولانا سندھی کی سرگزشت کابل ص 7
2. التمھید ص 9
3. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 139

خود کو "سندھی" محض اس لئے کہلاتے تھے کہ آپکے مرشد کا تعلق سندھ سے تھا۔ اسی تعلق ہی کی بناء پر سے حرف اپنے نام کے ساتھ "سندھی" لکھنے لگے بلکہ سندھ ہی کو جائے سکونت بنایا [1]

اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

"مجھے سندھ سے بے حد محبت ہے، کیونکہ سندھ میں میرے روحانی استاد موجود ہیں" [2]

عقیدت و محبت

آپکو اپنے شیخ کامل سے کمال درجے کی عقیدت و محبت تھی اور زندگی بھر یہ عقیدت و محبت وارفتگی کی حد تک قائم رہی، محمد سرور تحریر کرتے ہیں:

"اپنے بزرگوں اور استادوں کے ساتھ انکی محبت، عقیدت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ جس مرشد (حضرت سید العارفین) نے بچپن میں سب سے پہلے کلمہ توحید کی تلقین فرمائی تھی، زندگی کے آخری دنوں تک جب بھی اس مرشد کا نام انکی زبان پر آجاتا تو وہ فرطِ محبت میں مولانا پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھیں بے اختیار نم ہو جاتیں" [3]

فقیر ہونے پر فخر

مولانا عبید اللہ سندھی اپنے مرشد کے حضور نیازمندی اور عقیدت کا اظہار

---

1. محمد فیوض الرحمٰن مشاہیر علمائے دیوبند جلد اول ص 343
2. اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 407
3. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 139

کرتے ہوئے اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ وہ حضرت حافظ الملت کی جماعت کے ایک ادنیٰ فقیر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں اپنے آپ کو حضرت والا کی جماعت کا ایک فقیر سمجھتا ہوں"[1]

تصوف کی فہم

آپ تصوف کی بہت اچھی فہم رکھتے تھے۔ جو آپکو اپنے مرشد کی صحبت اور نسبت کے باعث حاصل ہوئی اور آپکا قلب مطمئن ہوا۔ بقول محمد سرور:

"مولانا کے دل میں اسلام، تصوف کے ذریعے آیا اور ان بزرگوں اور مرشدوں کے فیض صحبت سے انھیں ایسی طمانیت نصیب ہوئی کہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی آپکا دل کبھی ہراساں نہ ہوا"[2]

انگریز دشمنی

حضرت سید العارفین محمد صدیق کی انگریز دشمنی اظہر من الشمس ہے بعینہ یہی جذبات آپکے جانشینوں، خلفاء اور مریدین و متعلقین میں بھی ہمیں واضح نظر آتے ہیں۔ مولانا سندھی کے اندر بھی انگریز دشمنی اور جذبہ حریت کے اوصاف نمایاں ہیں۔ ابوالحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں:

"ان (مولانا سندھی) کے ابتدائی مرشد و مربی حافظ محمد صدیق صاحب اور انکے خلیفہ مولانا تاج محمود امروٹی اعلیٰ مجاہدانہ جذبات رکھتے تھے، اور بڑے درجے کے انگریز دشمن تھے، ان سے

---

1 خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 139

2 تعلیمات مولانا سندھی ص 14

اثرات نے مولانا عبید اللہ کو ایک شعلہ جوالہ میں تبدیل کر دیا، ان کے ذہن کو جہاد و حریت، خلافت و حکومتِ الٰہی، حصولِ آزادی اور انگریز دشمنی کی طرف موڑ دیا" 1

پھر چونڈی شریف واپسی

مولانا سندھی جب سے حضرت حافظ الملت رح کی صحبت سے فیض یاب ہو کر گئے تھے، ہمیشہ اپنے مرشد کی یادوں کو سینے سے لگائے رکھا، اور دوبارہ خدمت میں حاضری دینے کے لئے بے تاب رہے۔ آخر یہ شوق دیدار جب بڑھا تو دوبارہ خانقاہ بھر چونڈی شریف کا قصد کیا۔ وہ فرماتے ہیں:

"میرے دل میں حضرت سید العارفین کی صحبت میں جانے کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ دہلی سے نکل کر تین برس کے بعد بھر چونڈی شریف پہنچا، مگر میرے وہاں پہنچنے کے دس روز قبل سید العارفین کا وصال ہو چکا تھا، مجھے بہت غم ہوا" 2

مولانا کی بھر چونڈی شریف آمد 20، جمادی الثانی 1308ھ میں ہوئی، مرشد کی وفات کی خبر سن کر غم سے نڈھال ہوئے۔ ان کے لئے یہ عظیم سانحہ تھا، مصنف مردِ مومن لکھتے ہیں:

"مولانا سندھی کو اس دوران بہت بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا، حضرت حافظ الملت محمد صدیق رح اللہ کو پیارے ہو گئے اور مولانا سندھی کے لئے شب روز دعائیں کرنے والا ایک عظیم سہارا اٹھ گیا" 3

---

1 ندوی ابوالحسن علی مولانا پرانے چراغ ص 137 - 138 ادارہ نشریات اسلام کراچی
2 الشہید ص 8
3 مردِ مومن ص 22

حضرت حافظ الملت رحمہ اللہ کے وصال کی خبر مولانا صاحب نے خانقاہ بلوچونڈی شریف جاتے ہوئے راستے میں سنی، یہ المناک خبر سن کر مولانا سندھی پر صدمہ کی جو کیفیت طاری ہوئی اُسے انھوں نے شیخ ثالث حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہ سے خود ان الفاظ میں بیان کی:

"میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر 20، جمادی الثانی 1308ء کو رات کے وقت ڈہرکی ریلوے اسٹیشن اترا، اسٹیشن پر ایک آدمی نے کہا کہ جنگل میں چراغ جل رہا تھا افسوس کہ بجھ گیا، یعنی حضرت قطب العارفین (حضرت حافظ محمد صدیقؒ) وصال فرما گئے، پھر فرمایا سخت سردیوں کی یہ رات میں نے ایک پورٹر (ریلوے اہلکار) کی کوٹھڑی میں روتے گزاری، صبح ہوئی تو درگاہ پہنچا، مسجد سے ذرا فاصلے پر اُس درخت کے نیچے کھڑا ہو کر رونے لگا، جس کے سائے میں حضور مرشد نے مجھے طلبِ علم کے لئے رخصت فرمایا تھا، میری یہ حالت بے اختیاری تھی، دو راتیں اور دو دن میرا یہ رونا بند نہ ہوا، حضرت خلیفہ صاحب دین پوری (مولانا غلام محمد صاحبؒ) وہاں موجود تھے آپ سارا وقت میری دلداری اور دلجوئی فرماتے رہے" [1]

طریقِ ذکر و اشغال

مولانا عبیداللہ سندھی تا زیست مرشد کے طریقۂ قادریہ نقشبندیہ پر عامل رہے اور یوں ان اشغال میں اپنے مرشد کی جماعت سے وابستہ رہے، آپ لکھتے ہیں:

---

1 محمد فاروق القادری سعید نفحات الرحمٰن ص 137

"طریقۂ قادریہ نقشبندیہ کے اشغال و اذکار بھی حسب الاستطاعت سید العارفین کے خلیفہ مولانا ابو سراج دین پوری سے سیکھتا رہا، اگر میری کوئی دنیاوی ضرورت اس وقت میں پوری نہ ہوتی تو دین پور سے حاصل کر لیتا، اس طرح مجھے اپنے مرشد کی جماعت سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوئی[1]

جلاوطنی سے واپسی پر خانقاہ آمد

چوبیس سالہ جلاوطنی کے بعد مولانا سندھی 7 مارچ 1939ء کو کراچی پہنچے، کراچی میں کچھ دن چند روز مولانا محمد صادق کھڈہ والے کے ہاں قیام کیا اور پھر اپنے مرشد کی خانقاہ بھرچونڈی شریف کا رخ کیا۔[2]

یہاں پہنچ کر مولانا سندھی پہلے سیدھے روضۂ مرشد حضرت سید العارفین کے اندر چلے گئے اور کافی دیر تک نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ مراقبہ کی حالت میں بیٹھے رہے جب باہر نکلے تو ٹاٹ والے فرش پر بغیر کسی بچھونے کے بیٹھ گئے، آپکی آمد کی اطلاع سن کر دور دراز سے علماء کرام آ موجود ہوئے تھے[3]

صاحب سجادہ سے ملاقات

مولانا سندھی کی اطلاع پا کر شیخ ثالث خواجہ عبدالرحمٰن صاحبؒ باہر تشریف لائے جوں ہی مولانا سندھی کی اُن پر نظر پڑی تیزی سے آپکی طرف دوڑے اور ادب سے پاؤں چھو لئے اور پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لئے۔ حضرت صاحب نے مولانا کو گلے لگایا مولانا سندھی پر رقت ...... کا یہ عالم تھا کہ ہچکیاں لیکر رو رہے تھے[4]

---

1. مولانا سندھی کی سرگزشت کابل ص 15
2. تعلیمات الرحمٰن ص 123
3. ایضاً
4. ایضاً ص 124

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کے خلیفہ حضرت سید مغفور القادری کے مطابق حضرت والا کے اندر تشریف لیجانے کے بعد مولانا سندھی نے ان سے کہا کہ حضرت والا سے عرض کریں کہ میرے لیئے کسی خصوصی طعام کا اہتمام نہ فرمائیں، میں اس جماعت کا فقیر ہوں اور لنگر کا دال دلیہ میرے لیئے نعمتِ عظیم ہے۔[1]

نمازِ عشاء کے بعد مولانا سندھی نے حضرت والا اور انکی جماعت کے فقراء کی مجلس میں جلاوطنی کے واقعات اور مشاہدات بیان کرنا شروع کر دیئے، آپنے گفتگو کے دوران فرمایا:

"حضرت میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے انسانوں کو قریب سے دیکھا ہے، لوگوں کو میں نے غلافِ کعبہ میں ملبوس بھی دیکھا ہے اور عریاں بھی، ہر قسم کے لوگوں سے ملا ہوں، مگر آپ کے جدِ امجد سید العارفین جنید وقت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ رحمتہ ایسا دیدہ ور، صاحبِ نظر اور کاملِ انسان میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، آپکا وجودِ مسعود اس دھرتی پر مجسم اسلام تھا، آپکی ایک ہی نگاہ سے انگریزی استعمار کے خلاف نفرت اور اس سے ٹکرا جانے کی قوت پیدا ہو جاتی تھی"۔[2]

جواں ہمتی کی تلقین

اسی مجلس میں آپنے سفر کا واقعہ بیان کیا۔

"افغانستان سے روس کا بیشتر سفر ہم نے پیدل، اونٹوں اور

1۔ نفحات الرحمٰن ص 124

2۔ ایضاً۔

خچروں کے ذریعے کیا. دوران سفر سخت دشوار گزار پہاڑی علاقے میں ایک دفعہ جانور بھی چلنے سے جواب دے گئے، خوراک کا ذخیرہ بھی ختم ہو چلا، انسانی آبادی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا. ساتھی بھی بچھڑ گئے، اندیشہ ہوا کہ ہم بھی راستہ گم کر بیٹھے ہیں اسی غم و اندوہ و پریشانی کے عالم میں مجھے اونگھ آ گئی، میں نے دیکھا کہ میرے مرشد سید العارفین تشریف لائے ہیں، آپ نے مجھے تھپکی دیتے ہوئے فرمایا "جوان ہمت بھی ہارتے ہیں" میری آنکھ کھل گئی تو طبیعت پر سکون اور عزم و ولولہ جوان تھا" [1]

خودداری کی تعلیم

مولانا سندھی نے حضرت حافظ الملت سے بیعت ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں حضرت سید العارفین کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے بیعت کرنے کے بعد حضرت سچل سرمست کا یہ شعر پڑھا:

چھوڑ تماں گدائی دا ، شملہ چا بدھ شاہی دا

یہی وجہ ہے کہ میں روس گیا، کابل میں رہا، ترکی میں کام کیا، کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوا، پیر مغاں کا یہی فقرہ میرے شامل حال رہا، خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ میں اسلام جیسی نعمت سے سرفراز ہوا تو مرشد ایسا ملا کہ جو پیکر عمل اور مجسم جہاد تھا. جس نے ایک فقرہ کہہ کر گدا کو شاہان عالم جیسی تمکنت دے دی" [2]

اسی حاضری کے موقعہ پر مولانا صاحب نے حضرت صاحب سجادہ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کے آگے اکیس (21) روپے بطور نذرانہ پیش کئے اور دعا کی درخواست کی، آپ نے ان کے حق

---

1. تعلیمات الرحمٰن ص 125
2. مغفور القادری سید عبادالرحمٰن ص 42

میں دُعا فرمائی، اور اپنے خادموں کے ذریعے مولانا سندھی کو ریلوے اسٹیشن ڈہرکی سے ریل گاڑی میں سوار کرایا۔ اور مولانا صاحب کو سفر خرچ کے علاوہ دو قیمتی جوڑے کپڑے بھی عنایت کیئے۔ [1]

آخری بار حاضری

مولانا عبیداللہ سندھی اپنی زندگی میں آخری بار خانقاہ بھرچونڈی شریف جون ۱۹۴۴ء میں تشریف لائے۔ سکھر سے پہلے آپ شکارپور گئے جہاں حاجی مولابخش سے مختصر ملاقات کی، ۹ جمادی الثانی کو آپ نے اپنے مرشد کے آستانے پر حاضری دینے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا دین محمد وفائی آپکے ہمراہ تھے۔ مولانا صاحب کی طبیعت بھی کافی خراب تھی۔ موسم بھی شدید گرم تھا۔ آپکو بتایا گیا کہ سکھر جانے والی بس بھی چلی گئی ہوگی۔ جبکہ ریل دوسرے روز سکھر جاتی۔ آپ نے کہا کہ جمعتہ المبارک ۱۰ جمادی الثانی ہمارے مرشد سید العارفین کا عرس ہے۔ اس میں ہمیں ضروری شامل ہونا ہے۔ اس دوران پتہ چلا کہ سکھر جانے والی بس ابھی روانہ نہیں ہوئی چنانچہ اس میں سوار ہوکر سکھر پہنچے اور پھر ریل کے ذریعے اسٹیشن ڈہرکی اترے۔

تانگہ میں آپ خانقاہ تک مولود شریف پڑھتے رہے۔ خانقاہ پہنچ کر تانگہ سے اترے تو کوچوان کو تین گنا زیادہ کرایہ دیا، رہائش کا انتظام ہونے تک کمالِ عاجزی سے زمین پر بیٹھے رہے۔ [2]

خانقاہ میں قیام

آپ نے دو روز تک خانقاہ بھرچونڈی شریف میں قیام کیا، اس دوران آپکے

---

1 نفحات الرحمٰن ص 125

2 ۔ ایضاً ۔ ص 129

چہرے پر خاص قسم کی بشاشت پیدا ہو گئی۔ اور ساتھ ہی آپکی عاجزی اور انکساری بھی بڑھ گئی اور آپ رنگ عجیب و غریب کیفیات سے گزرتے ہوئے دیکھے گئے![1]

خانقاہ کی مسجد کی توصیف

مولانا دین محمد وفائی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان سے مولانا سندھی نے فرمایا کہ بھرچونڈی شریف کی مسجد کی تعمیر کے وقت یہ خاص اہتمام کیا گیا تھا کہ جنھوں نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا، اینٹیں بنائیں، گارا بنایا اور دیواریں کھڑی کیں سب نے یہ کام باوضو ہو کر اور ذکر لاالہ الاللہ بجا لاتے ہوئے انجام دیا، میں نے مولانا سے عرض کی کہ شاید اسکی یہی وجہ ہے کہ یہاں نماز پڑھنے کا خاص ہی لطف و مزہ ہے۔[2]

اس سارے احوال و واقعات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپکے اندر یہ ساری روحانیت اور باطنی کیفیات اپنے مرشد سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمت سے مضبوط بنیادوں پر قائم تعلق و نسبت اور گہری عقیدت و محبت کی بناء پر تھیں۔ انکی پوری زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد بجا طور پر کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہ صرف جدوجہد کے راستے کے مجاھد ہیں بلکہ صوفیاء کے گروہ کے بھی کسی قدر رکن دکھائی دیتے ہیں۔

اسکا تجزیہ سید محمد فاروق القادری نے خوب کیا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھی بنیادی طور پر صوفی تھے۔ آپ صوفیہ صافیہ کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو گوشہ گیری اور کنج عافیت میں خلوت گزینی کے بجائے تیز ہواؤں میں چراغ جلانے اور منجدھار میں کھڑے ہو کر دریائے طوفان کا مقابلہ کرنے کی روایت کے امین رہے ہیں، اور آپکے مرشد سید العارفین محمد صدیق علیہ الرحمت اسی طریقہ کے امام تھے"[3]

---

1. نقوش الرحمٰن ص 129
2. ماھنامہ التوحید اکتوبر 1966ء
3. نقوش الرحمٰن ص 131

باب ہشتم

خلفاءِ کرام حضرت حافظ الملت علیہ رحمتہ اللہ

باب ہشتم

خلفاءِ کرام حضرت حافظ الملت ؒ

سلسلہِ اول: حضرت خلیفہ ابو سراج غلام محمد دین پوری ؒ

نام و نسب

آپکا اسمِ گرامی غلام محمد جبکہ والد کا نام سردار حاجی نور محمد خان ہے، اور آپکا تعلق بلوچوں کی قوم رِند کی اکیانہ شاخ سے ہے۔ [1]

ولادت

آپکی ولادت ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء میں موضع عالے خان شرقی ضلع جھنگ میں ہوئی [2]

خاندان:

آپکا اصل وطن ضلع جھنگ تھا جہاں بلوچوں کو شہنشاہ ہمایوں نے سلطنت کے دوبارہ حصول میں مدد دینے پر جاگیریں دیکر بسایا تھا، آپکے خاندان کو بھی جاگیریں ملیں، یوں یہ خاندان بھی سرداروں میں شمار ہونے لگا۔ انھیں میں ایک سردار محمد چراغ خان کا نام مشہور ہے، جن کی وفات کے بعد اُن کے بڑے بیٹے سردار نور محمد خان نے امور سنبھالے، یہی سردار نور محمد خان حضرت خلیفہ صاحب کے والد ہیں۔ نور محمد خان ایک صوفی منش آدمی تھے، دنیوی جھمیلوں سے زیادہ انھیں سیر و سفر کا شوق تھا اور تصوف کی جانب میلان رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنا کاروبار اپنے بڑے لڑکے سردار محمد اسماعیل اخلیفہ صاحب کے سوتیلے بھائی) کے سپرد کرکے دیگر اہلِ خانہ کے ہمراہ حجازِ مقدس منتقل

---

1 عبیدی حامی دیدبیضاء ص 32

2 — ایضاً —

قیام کی غرض سے جارہے تھے کہ راستے میں ٹبی کورائیاں میں اُن کا انتقال ہوگیا، یوں خلیفہ صاحب بچپن ہی میں یتیم ہوگئے [1]

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم بوچونڈی شریف کے شمال میں واقع بستی راجن پور میں حاصل کی، جہاں آپ نے قرآن مجید پڑھا، عربی و فارسی کی تعلیم استاد فقیر اللہ اور دیگر علماء سے حاصل کی [2]

مصنف ید بیضاء کے نزدیک آپنے ابتدائی تعلیم بستی مولویاں میں حاصل کی [3] آپکو قرآن مجید حفاظ کی طرح یاد تھا، اگرچہ ظاہری طور پر آپنے عربی تعلیم شرح جامی پر ختم کردی تھی، مگر آپکی علمیت کی قدردانی کا یہ عالم تھا کہ خانقاہ میں ہر وقت علماء کا جمگھٹا رہتا تھا، آپکو تفسیر و حدیث کا خاصا ذوق تھا [4]

جبکہ مولانا ندوی کے نزدیک آپ تقریباً ناخواندہ تھے، اُن کے بقول 1931ء میں جب وہ اُن سے ملے تو وہ اسوقت کسی استاد کے سامنے قرآن مجید تصحیح فرماتے تھے [5]

بیعت مرشد

حضرت خلیفہ صاحب کی ابھی نو عمری اور طالب علمی کا زمانہ تھا، جب حضرت حافظ الملت کی شہرت، بزرگی، اور ولایت کا چرچا دور دور تک پہنچ رہا تھا، بستی مولویاں کے

---

1. ید بیضاء ص 24 - 26
2. تذکرہ اولیاء سندھ ص 132
3. ید بیضاء ص 36
4. ـ ایضاً ـ
5. ندوی ابوالحسن علی پرانے چراغ ص 148

اکثر لوگ حضرت حافظ الملت کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور خانقاہ بھر چونڈا شریف آتے جاتے رہتے تھے۔ اور خود حضرت حافظ الملتؒ بھی اُن کے ہاں قدم رنجہ فرماتے تھے۔ یہیں پر خلیفہ غلام محمد صاحب نے آپکے دستِ مبارک پر طریقہ قادریہ میں بیعت کی[1]

آپ خدا داد صلاحیتوں کے مالک تھے اس لئے اپنے مرشد کی خصوصی عنایات اور توجہ کے مرکز بن گئے۔ آپ چونکہ بچپن سے یتیم ہو گئے تھے لہٰذا اپنے مرشد کو بطور باپ بنا لیا، بیعت ہونے کے بعد آپنے اپنے مرشد کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا۔ یوں اُن کی صحبت میں رہ کر روحانی تعلیم کے ساتھ باطنی مدارج بھی طے کرنا شروع کر دئے[2]

آپ نے تقریباً اٹھائیس برس کا طویل عرصہ اپنے مرشد کی صحبت میں خانقاہ بھر چونڈی شریف میں گزارا اس عرصہ میں نہ صرف آپ لنگر کی خدمت کرتے رہے بلکہ اپنے شیخ برحق کی عقیدت، محبت اور سرشاری میں گزارے۔ لنگر کے لئے لکڑیاں خود کاٹ کر شہر سے اٹھا کر لاتے، اور دیگر خانقاہ کے امور اور کاموں میں بھر پور حصہ لیتے تھے۔ ہر مشکل اور کٹھن کام نہایت محنت اور لگن سے کیا، اس دوران آپنے بے شمار مجاہدے بھی کئے[3]

خرقہ خلافت

آپنے جب ایک عرصہ اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر تمام روحانی، باطنی فیوضات حاصل کرلئے اور عقائد، حلیہ اور انوار و ولایت کے خزانوں سے دامن بھر لیا تو آپکے مرشد حضرت حافظ الملتؒ نے آپکو اپنی امانت یعنی خرقہ خلافت سے نوازا، اس وقت

---

[1] یدبیضاء ص ۵۵

[2] ۔ ایضاً ۔

[3] ۔ ایضاً ۔ ص ۱۵۱

آپکی عمر چالیس برس تھی۔ آپکو اپنے مرشد کے خلیفہ اول ہونے کا بھی شرف حاصل ہے اس کے بعد آپ اپنے مرشد کے حکم سے خانپور کے قریب بستی دین پور میں تشریف لائے، جو پہلے جنگل تھا آپ اُسے اپنے روحانی فیض سے منور کرنے لگے [1]

مرشد سے کمال عقیدت

آپکو اپنے مرشد حضرت حافظ الملت رح سے بے انتہا عقیدت و محبت تھی۔ دین پور تشریف لانے کے بعد بھی آپ ہر وقت اپنے مرشد سے ملنے کے لئے بے قرار رہتے اور اکثر خانقاہ آتے رہتے اور بارگاہ میں حاضری دیتے۔ اپنے مرشد سے عقیدت و محبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اُس کنویں سے استنجا کرنا تک مناسب نہ سمجھا جسکا پانی مرشد کے باغ میں جارہا تھا۔ حتی کہ لوٹے کی تلاش میں نماز میں تاخیر کرنا گوارا کرلیا، یہی وہ مقام ادب ہے جسے اہل دل ہی جانتے ہیں [2] روایت ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ بھرچونڈی شریف کا ایک گھوڑا بستی دین پور آگیا، جب حضرت خلیفہ صاحب کو پتہ چلا تو آکر اسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ میرے مرشد کی خانقاہ سے اسے نسبت ہے [3]

کارہائے نمایاں

جہاد حریت

حضرت خلیفہ دین پوری رح نے خلیفہ حضرت سید تاج محمود امروٹی رح کے ساتھ مل کر تحریک حریت میں اہم کردار ادا کیا، مولانا سندھی کا آپ کے ہاں آنا جانا تھا، شیخ المعتقد نے جب تحریک شروع کی تو دین پور اس تحریک کا مرکز بن گیا۔ اور تحریک کے لئے

---

1. ید بیضاء ص 78
2. عباد الرحمٰن ص 210
3. -الیضاً-

خفیہ طریقوں سے اسلحہ اور رقم کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ مصنف جام عرفان لکھتے ہیں،

"تحریکِ آزادی وطن میں آپ کا کام مثالی نوعیت کا ہے، اسلامی اقدار کے فروغ اور اصلاح اعمال میں آپکے کارہائے نمایاں تاریخ کا حصہ ہیں" [1]

تحریکِ ہجرت

تحریکِ خلافت کے سلسلے میں برصغیر کے چند نادان علماء نے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے جوش میں آکر ہجرت کے حق میں فتویٰ دے دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے اپنے چلتے کاروبار، تجارت، ملازمتیں، رہتے بستے گھر اور عزیز و اقارب چھوڑ کر اور اپنی جائیدادیں اور زمینیں جو پہلے ہی محدود تھیں ہندوؤں کے ہاتھوں اونے پونے بیچ کر ہجرت کی راہ لی، اس طرح ہندو انکی ملازمتوں اور جائیدادوں پر قابض ہو گئے۔ [2]

چنانچہ یہی وقت تھا جب ہندوؤں اور گاندھی کی اس گھناؤنی سازش کا پردہ چاک کیا جاتا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت شیخ ثانی حافظ محمد عبداللہ صاحب نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور ہجرت کی بھرپور مخالفت کی، اور اپنے فیصلے کی تائید میں امام احمد رضا خان بریلوی سے فتویٰ بھی طلب کیا جنہوں نے آپکے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے واضح طور پر ہجرت کو ناجائز قرار دیا۔ [3]

حضرت عبداللہ قدس سرہ کے اس فیصلہ کی تائید حضرت خلیفہ دین پوری نے بھی کی اور مولانا امروٹی کے برعکس ہجرت کے فیصلے کی مخالفت کی اور اپنے مسلمانوں

---

1. جام عرفان ص 46
2. ہماری تحریکیں ص 610
3. قادری مجیداللہ امام احمد رضا اور علماءِ سندھ ص 54 المختار پبلی کیشنز کراچی 1995ء
ماہنامہ جہانِ رضا جلد 5، شمارہ 46 1995

کے لئے ناموزوں قرار دیا۔[1]

تحریکِ ریشمی رومال

تحریکِ ریشمی رومال میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور اس تحریک کے آپ اہم رکن تھے، اور اس سلسلے کا ایک خط آپکو بھی لکھا گیا۔

انقلاب کے سلسلے میں دین پور میں تیاریاں کی جا رہی تھیں کہ انگریزی فوج اچانک خان پور اسٹیشن پہنچی، جسکی فوراً مرکز کو اطلاع دی گئی، جس پر راتوں رات تمام اسلحہ منتشر کر کے چھپا دیا گیا۔ صبح کو جب فوج نے چھاپہ مارا تو انھیں کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی۔ آپکے معتقدین کی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی جس کے باعث انگریز فوجی افسر آپکو گرفتار نہ کر سکا، تاہم یہ درخواست کی کہ ہمارے ہمراہ چل کر خانپور میں ہمارے بڑے افسر سے ملاقات کریں، آپ اُس کے ہمراہ خانپور آئے۔ یہاں سے آپکو بہاولپور اور پھر وہ غلط کر جالندھر لے جایا گیا اور وہاں نور محل میں قید کر دیا گیا، لیکن کسی ثبوت کے نہ ملنے پر آپکو رہا کر دیا گیا۔[2]

رسوماتِ غیر شرعی سے نفرت

آپ بہت ہی عابد، متورع اور پابندِ شریعت تھے، غیر اسلامی اور غیر شرعی رسومات سے سخت نفرت کرتے تھے، شادی بیاہ اور دیگر سماجی اور اعتقادی رسومات کی بیخ کنی کی، اور شریعتِ محمدیہ کی کامل اتباع پر بہت زور دیا۔[3]

1۔ بدر بیضاء ص 136۔

2۔ ارشد عبدالرشید بیس بڑے مسلمان ص 246

3۔ بدرِ بیضاء ص 241

روحانی مقام

آپکا روحانی مقام بہت بلند ہے ، مصنف مردِ مومن آپکے روحانی مقام کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"حضرت دین پوری اپنے زمانے کے عارفِ اکمل اور ولیِ بے بدل تھے ، حضرت شیخ الحند اور مولانا سید انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ حضرت دین پوری کے چہرے پر نظر ڈالنے سے کئی مقامات طے ہو جاتے ہیں ، حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی تو آپ پر جی جان سے فدا تھے اور سلسلہ قادریہ میں آپ سے تبرکاً مجاز بھی تھے" [1]

ایک مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی ، مولانا عبید اللہ کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو کر دین پور گئے ، اور حضرت خلیفہ صاحب کو دور سے دیکھ کر اور ان کی انوار تجلیات کا مشاہدہ کر کے فوراً ادب سے گھوڑے سے نیچے چھلانگ لگا دی ، اور مولانا سندھی سے کہنے لگے کہ تو نے تو مجھے ہلاک کر دیا ۔ ایسے کامل ولی اللہ کی بارگاہ میں لانے کے لئے مجھے گھوڑے پر کیوں سوار کرایا [2]

اسی طرح حضرت خواجہ غلام محمد شیر قصوری بھی آپکا بے حد احترام کرتے تھے [3]

زھد و تقویٰ

آپ سحر خیزی کے عادی تھے ، صبح صادق سے کئی گھنٹے قبل بیدار ہوتے ، تہجد کا خاص اہتمام فرماتے اور متعلقین کو اسکی خاص تاکید فرماتے ، نمازِ باجماعت کی پابندی کرتے جو بھی جماعت سے رہ جاتا چونے لگواتے ، فرائض و واجب کے علاوہ تحیۃ الوضو

---

1. عبدالحمید خان مردِ مومن ص 23
2. - ایضاً -
3. - ایضاً -

نفل اشراق، چاشت، صلوٰۃ اوابین، بڑی پابندی سے ادا کرتے، تلاوتِ کلامِ پاک بعد از نمازِ فجر معمول تھا، دلائل الخیرات، مناجاتِ مقبول کی ایک منزل روزانہ ادا کرتے، عشاء کی نماز سے قبل اپنے مرشد کے طریقہ کی اقتداء میں قادری طریقہ سے ذکرِ جہر کی مجلس منعقد کرتے [1]

مولانا سندھی سے تعلق

مولانا عبیداللہ سندھی حضرت حافظ الملت سے بیعت ہونے کے بعد آپ ہی کے پاس آکر رہے، اور تعلیم بھی یہیں پائی، ھدایتہ النحو تک آپ یہیں پڑھتے رہے۔ حضرت خلیفہ صاحب نے مولانا سندھی کی والدہ کو خط لکھ کر دین پور بلوایا، والدہ کے اصرار کے باوجود مولانا سندھی خلیفہ صاحب کو چھوڑ کر نہیں گئے [2]

مولانا احمد علی لاہوری کی بیعت

مولانا احمد علی لاہوری حضرت خلیفہ دین پوری سے بیعت تھے۔ اس طرح وہ آپکے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق مولانا عبیداللہ سندھی ننھے احمد علی کو اپنے ہمراہ امروٹ لے جا رہے تھے، راستے میں دین پور میں قیام ہوا، حضرت دین پوری نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ یہ بچہ بڑی شہرت کا مالک بنے گا لہٰذا خود ہی ازراہِ شفقت ننھے احمد علی کو سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمالیا اُس وقت احمد علی کی عمر نو (9) برس تھی [3]

وفات

حضرت خلیفہ صاحب نے 30، ذی الحجہ 1354ھ / 24 مارچ 1936ء بروز منگل

---

1. ید بیضاء ص 251-257
2. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 67
3. عبداللہ ملک داستانِ خانوادہ مولانا احمد علی لاہوری ص 75 جلد اول

انتقال فرمایا، عمر سو برس کے قریب تھی۔[1]

نکاح اور اولاد

آپ نے دو نکاح کئے، پہلی زوجہ سے دو فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں آپکی یہ زوجہ محترمہ بھی حضرت حافظ الملت سے بیعت تھیں اور روحانی طور پر بلند درجے پر فائز تھیں۔

دوسرا نکاح آپنے مولانا عبیداللہ سندھی کی دختر سے کیا، مولانا سندھی کی یہ دختر اُن کے جلاوطنی کے دور میں آپکے ہاں مقیم تھیں۔ ان سے آپکا نکاح 1919ء میں ہوا جن میں سے دو صاحبزادے میاں عبدالحق اور میاں ظہیر الحق ہوئے، میاں عبدالحق کم سنی ہی میں وفات پا گئے جبکہ میاں ظہیر الحق حیات ہیں۔[2]

خلفاء

آپ نے تین بزرگوں کو خلافت عطا فرمائی اُن کے نام یہ ہیں۔

1. شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ
2. شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
3. حضرت مولانا عبدالہادیؒ

اس کے علاوہ دیار عرب میں بھی آپنے چند شیوخ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔[3]

جانشین

آپکے بعد آپکے بڑے فرزند میاں عبدالہادی جانشین بنے۔ پھر اُن کے بعد اُن کے فرزند میاں سراج احمد صاحب مسندِ نشین بنے جو حیات ہیں، گر پیرسنی غالب ہے۔[4]

---

1. بدر بغداد ص 202
2. ایضاً — ص 176
3. ایضاً —
4. راقم سطور نے 23/11/94 کو دین پور شریف میں ان سے ملاقات کا موقع ملا

حلیہ اور شخصیت

آپکے حلیے اور شخصیت کا نقشہ مولانا ندوی نے اِس طرح کھینچا ہے،

"حضرت خلیفہ غلام محمد پیر جمال کا غلبہ تھا، بڑے صاحبِ سکینت اور تمکین تھے، چہرہ گلاب کی طرح سرخ اور آفتاب کی طرح انوار معلوم ہوتا تھا، نہایت صاحبِ وجاہت اور صاحبِ جمال تھے، عرصے تک دستور رہا کہ بہاولپور کا کوئی نواب گدی پر بیٹھتا تو حضرت ہی اسکی دستار بندی گویا تاج پوشی فرماتے" [1]

---

[1] ندوی ابوالحسن علی مولانا پرانے چراغ ص 148

حضرت خلیفہ سید تاج محمود امروٹی ؒ

نام

آپکا اسمِ گرامی "تاج محمود" تھا، اور والد کا نام سید عبدالقادر عرف بھورل شاہ" تھا، جبکہ کنیت ابوالحسن تھی [1]

حسب نسب

آپ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپکا شجرہ سید عبدالقادر جیلانی میران محی الدین کے چوتھے فرزند سیدنا محمد جنہیں مشائخ محمود شاہ کے نام سے یاد کرتے ہیں سے جا ملتا ہے۔ جنھوں نے سب سے پہلے سہون، پھر رکن کے قریب دریا کے کنارے بھور ڈھنڈ کے نزدیک سکونت اختیار کی، اور تھوڑی ہی مدت میں انکے فیض و کرامات کے اثر سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی، اور انھیں حکومت وقت کی طرف سے جاگیریں بھی ملیں بہت عرصے بعد انکی تیسری پشت والے بزرگ اور انکی اولاد نے دریا کے اس پار دیوانی کے گوٹھ میں اقامت اختیار کی [2]

ولادت

آپکی تاریخِ ولادت میں کافی اختلاف ہے، عبدالرحمٰن جتوئی نے آپکی ولادت 1276ھ/1859ء لکھی ہے، جبکہ اسی مصنف نے مشہور ادیب ہمس عبدالغفور سندھی کے حوالے سے آپکی تاریخِ ولادت 28، ذی القعدہ 1260ھ

---

1 جتوئی عبدالرحمٰن سندھ جو سورہیو ص 13 محمد عظیم اینڈ سنز شکارپور سنہ 1985

2 بخاری سید محمود شاہ عرفانِ امروٹی ص 25 آزاد کمیونیکیشن کراچی سنہ 1991

مطابق 22 مارچ 1841ء تحریر کی ہے ۔[1]

جبکہ محمد علی چراغ نے آپکی ولادت 1844ء لکھی ہے ۔[2]

حصولِ علم

آپکے والدِ محترم نے آپکی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی ، ابتدائی تعلیم اپنے اپنے والد حضرت بھورل شاہ سے حاصل کی ، آپ نہایت ذہین اور تیز فہم واقع ہوئے تھے ۔ اس کے بعد پیر گوٹھ کے علماءِ کرام سے چند فارسی کتب پڑھیں ، عربی تعلیم کے حصول کی خاطر آپ روہڑی تشریف لے گئے جہاں مشہور عالم دین اخوند عبدالقادر بنوازی سے عربی تعلیم حاصل کی ۔[3]

مرشد کے حضور میں

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ روحانی علوم کے حصول کی خاطر مرشد کی تلاش میں تھے ۔ راستے میں کہیں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی ، جنھوں نے آپکو بھرچونڈی شریف جانے کا اشارہ کیا ۔ اور سانوس اسٹیشن ڈہرکی تک کا ریلوے ٹکٹ بھی لیکر دیا ۔ اس طرح آپ حضرت حافظ الملت محمد صدیق کی خدمت میں بھرچونڈی شریف پہنچے ۔[4]

یہاں آپکو چالیس روز قیام کے بعد ، بعض روایات کے مطابق ڈھائی ماہ اپنے مرشد کی صحبت میں رہنے اور فیضِ روحانی حاصل کرنے کے بعد خرقہ خلافت عطا ہوا

---

1. جتوئی عبدالرحمٰن سوانح حیات حضرت تاج محمود امروٹی ص 20
2. اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 259
3. ایضاً ۔
4. سندھ جو سہرو ص 15

خرقہ خلافت کے علاوہ آپکو مندرجہ ذیل اشیاء بھی اپنے مرشد سے ملیں۔
ایک تسبیح، ایک جبہ، ایک ٹوپی، اور مدینہ منورہ سے آیا ہوا مصلیٰ [1]

مولانا عبید اللہ سندھی سے ملاقات

جن دنوں حضرت امروٹی روحانی تربیت کے سلسلے میں اپنے مرشد حضرت حافظ الملتؒ کے ہاں خانقاہ بھرچونڈی شریف میں مقیم تھے، انہیں دنوں 1887ء / 1305ھ میں مولانا عبید اللہ سندھی کی بھرچونڈی شریف حضرت حافظ الملتؒ کی خدمت میں آمد کے موقعہ پر پہلی ملاقات ہوئی۔ بعد میں یہ تعلقات گہری وابستگی میں تبدیل ہو گئے [2]

دینی اور تبلیغی خدمات

خلافت کے حصول کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے آپ واپس امروٹ تشریف لائے اور یہاں رشد و ھدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور دینی و تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں۔ آپ شریعت کی پابندی پر بہت زور دیتے تھے، آپکا انداز وعظ و تبلیغ اس قدر اثر انگیز تھا کہ غیر مسلم اُس سے متاثر ہو کر فوراً مسلمان ہو جاتے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپکے ہاتھوں اسلام قبول کیا [3]
اس سلسلے میں آپکو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، کئی مرتبہ عدالتوں کے چکر لگانے پڑے۔ مگر دینِ اسلام کی خاطر ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

---

1. عرفانِ امروٹی ص 48
2. الشریعت سوانح حیات نمبر ص 100
3. اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 260

ترجمہ قرآن مجید

آپکا ایک بڑا کارنامہ قرآن مجید کا سندھی زبان میں ترجمہ ہے۔ ترجمہ کا نام "الہام الرحمٰن" ہے اور یہ بامحاورہ سندھی ترجمہ ہے [1]
اس کے علاوہ آپنے سورہ رحمٰن اور سورہ یٰسین کا منظوم سندھی ترجمہ کیا اور ایک مثنوی "یوسف زلیخا" تحریر کی [2]

تحریکِ تحفظ مساجد

غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی غرض سے 1926ء میں سکھر کے قریب دریائے سندھ پر ایک بڑا بند باندھنے کا کام شروع کیا گیا۔ دریا کے دونوں اطراف بڑی بڑی نہریں کھودی گئیں، زمینوں کے مالکان کو تو معاوضہ ادا کیا گیا مگر دیہات کی وہ مساجد جو ان نہروں کے بیچ آرہی تھیں انھیں مسمار کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، آپ نے حکومت وقت کو درخواستیں بھجوائیں کہ ان مساجد کو نہ گرایا جائے، مگر اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا، جس کے نتیجے میں آپ تحفظِ مساجد کی خاطر جہاد کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ ان مساجد میں مسجد جونیجہ، مسجدِ کلواڑی، اور مسجدِ ابیجانی مشہور رہیں، آپ اور آپکی جماعت نے بہ نفسِ نفیس ان مساجد کے تحفظ کی خاطر جہاد کیا، جس کے باعث حکومت نے مجبور ہو کر اپنا فیصلہ واپس لے لیا [3]

تحریکِ خلافت

ترکی کی خلافت کو بچانے کے لئے چلائی جانے والی تحریک کے آپ روحِ رواں تھے

---

1 جونیجو الہ بخش بکھر جے بزرگن جو سیاست میں حصو ص 96
2 اکابرینِ تحریکِ پاکستان ص 264
3 سندھ جو سورھو ص 22 - 29

اس تحریک کے حق میں آپ نے سندھ سے لیکر کلکتہ، بمبئی، علی گڑھ کے علاوہ دور دراز کے سفر کیئے اور مسلمانوں کو تحریک کے حق میں بیدار کیا۔ سندھ کے کئی شہروں میں جلسے اور اجلاس منعقد کرائے۔ امروٹ کو اس تحریک کا مرکز بنایا گیا۔ اور اسکی سربراہی بھی حضرت امروٹی خود ہی کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا گیا۔ جس نے لٹریچر، کتابیں اور پمفلٹ شائع کئے اور اس مقصد کی خاطر امروٹ میں ایک پریس بھی قائم کیا گیا۔ اس کے علاوہ اخبار "الامین" اور "التوحید" میں مضامین کے ذریعے بھی آپ نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اس تحریک کا راستہ روکنے کے لئے انگریزوں نے امن سبھا قائم کی مگر آپ نے اسکو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ مسلمانوں کی گرفتاری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپکی ھدایت پر بے شمار مسلمانوں نے گرفتاریاں پیش کیں[1]

ریشمی رومال تحریک

شیخ الھند مولانا محمود الحسن کی تحریکِ ریشمی رومال میں بھی آپنے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس تحریک کے تحت مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو خفیہ طور پر ریشمی خطوط کے ذریعے پیغام رسانی کی جاتی رہی، ان خطوط میں ایک خط آپکے نام بھی تھا، جسے فتح محمد نامی ایک شخص لایا تھا۔ مگر بدقسمتی سے یہ خط حکومت برطانیہ کے ہاتھ لگ گیا، جس کے باعث مولانا امروٹی کو گرفتار کر لیا گیا اور انھیں کراچی جیل میں نظربند کر دیا گیا۔ بعد میں پوچھ گچھ کے بعد عدم ثبوت کی بناء پر رہا کر دیا گیا[2]

---

1 اکابرین تحریک پاکستان ص 363

2 فردوس اعجاز الحق تاریخ سندھ حصہ سوئم ص 197 / بیس بڑے مسلمان ص 246

اِس تحریک میں حضرت مولانا امروٹی صاحب نے جو کردار ادا کیا اُس کے بارے میں ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری رقم طراز ہیں :

"تحریکِ ریشمی میں سندھ کے مولانا تاج محمود امروٹی کا بڑا اہم کردار تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی کی کابل ہجرت اور تحریک کی کامیابی کے لئے جتنے مراکز قائم کئے گئے ان میں حضرت امروٹی صاحب کی بڑی مدد اور تعاون تھا۔ سندھ کے لئے امروٹ شریف ہی مرکز تھا جو سندھ اور بلوچستان کے لئے تھا۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ سندھ اور بلوچستان میں انگریزوں کے خلاف شورش اور بغاوت برپا کرنے کا سارا کام مولانا امروٹی کے سر تھا" [1]

اِس تحریک میں جو حضرات آپکے شانہ بشانہ رہے ان میں مولانا عبیداللہ سندھی مولانا محمد صادق کھڈے والے، مولانا عبدالکریم چشتی، مولانا دین محمد وفائی، مولانا محمد ہاشم رک، رئیس جان محمد جونیجو اور پیر تراب علی شاہ وغیرہ شامل تھے۔ آپنے مولانا سندھی کو کابل بھجوانے میں بڑی امداد کی [2]

تحریکِ ہجرت میں بھی آپ پیش پیش رہے۔ آپکی کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ لاڑکانہ سے سات سو افراد پر مشتمل قافلہ کابل کے لئے روانہ ہوا۔ جس کے سربراہ رئیس المہاجرین جان محمد جونیجو تھے۔ یہ قافلہ بذریعہ ٹرین جولائی 1920ء میں کابل روانہ ہوا [3]

---

1 لغاری عبدالجبار عابد تحریکِ آزادی میں سندھ کا کردار ص 280
2 ید بیضاء ص 69
3 قدوسی تاریخ سندھ ص 187

وفات

حضرت مولانا امروٹیؒ کا انتقال ۲، نومبر 1929ء میں ہوا [1]

شخصیت

آپکی ساری زندگی تبلیغ دین، جہاد، اور تحریکوں میں بھرپور کردار سے عبارت ہے اس کے علاوہ بے شمار علمی خدمات بھی انجام دیں۔ انگریز سے نفرت انھیں اپنے مرشد سے ورثے میں ملی تھی۔ طبعیت میں جوش، ولولہ اور جرأت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ انگریزوں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جوش میں آکر فرمایا کہ "کئی بار ایسا ارادہ کیا کہ قصر بکنگھم جا کر جارج پنجم کی گردن مروڑ دوں مگر مشیت ایزدی ایسی نہ تھی" [2]

بحیثیت شاعر

آپ سندھی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے اور حسن تخلص کرتے تھے، آپنے نعتیہ کلام بھی کہے ہیں اور قومی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ قومی نظموں میں انگریزوں سے بھرپور نفرت کا اظہار ملتا ہے۔ مسلمانوں کو بیدار کرنے کی سعی، ترکوں کی تعریف ان سے محبت و ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ "پیرت نامو" میں یوسف زلیخا کے قصہ کو آپنے مثنوی کی شکل میں بیان کیا ہے [3]۔ آپ نے اپنے مرشد کامل حضرت حافظ الملتؒ کی شان میں بہت سے بیت کہے ہیں [4]

---

1. عرفانِ امروٹی ص 28
2. ید بیضاء ص 71
3. سوانح حیات حضرت تاج محمود امروٹی ص 16-17
4. دیکھئے پیرت نامو

کرامات

آپ ایک صاحب کرامت بزرگ تھے ۔ اور بہت سی کرامات آپ سے منسوب ہیں۔ مشہور ہے کہ ریشمی خطوط کے راز افشا ہونے کے بعد انگریز کمشنر نے آپکو کراچی جیل میں نظر بند کر دیا تھا ۔ اُس کمشنر کی بیوی (میم صاحبہ) کی آنکھوں میں آشوب چشم ہو گئی جو باوجود علاج بسیار کے ٹھیک نہیں ہوئی ۔ اُس کے ایک مسلمان خان ساماں نے حضرت امروٹی کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ کمشنر آپ کے پاس جیل میں سیدھے حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے استعمال کے سرمہ میں سے ایک سلائی بھر کر دی، اُس کے استعمال سے انگریز میم صاحبہ کی آنکھیں فی الفور ٹھیک ہو گئیں، چنانچہ انگریز کمشنر نے آپکو فوراً رہا کرنے کا حکم دیا[1]

روایت ہے کہ آپ کے ساتھ بارہا ایسا ہوا کہ وضو کرتے ہوئے خیال پیدا ہوتا کہ کاش یہ نماز اپنے مرشد کی اقتداء میں خانقاہ بھرچونڈی شریف میں ادا ہوتی. دفعتاً خود کو امروٹ شریف سے بھرچونڈی شریف میں پاتے.[2]

اولاد

آپنے تین شادیاں کیں مگر اولاد صرف پہلی زوجہ سے ہوئی جو آپکے چچا کی بیٹی تیں، جن سے صرف اکلوتا بیٹا ہوا جس کا نام سید حسن تھا، مگر اس کا محض بارہ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا. اس کے بعد آپنے دو اور نکاح کئے مگر کوئی اولاد نہ ہوئی. انھیں اکلوتے بیٹے کی نسبت سے آپنے اپنا تخلص حسن رکھا جو آپکی کنیت بھی تھی[3]

---

1. پیرہنگاہ ص 70
2. بروایت پروفیسر محمد فاضل شیخ سکھر زبانی مورخہ 13.4.95
3. عرفان امروٹی ص 27

خلفاء

1. شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری
2. مولانا محمد صالح بائیجی شریف
3. مولانا حماداللہ ہالیجی شریف
4. مولانا عبدالعزیز تھرڈچانی شریف
5. سید محمد شجراہ والے شکارپور

مولوی حافظ عبدالعزیز کالاباغ پنجاب [1]

حلیہ

آپ سیدھے سادے سندھی تھے۔ لانبا قد، داڑھی آدھی سفید اور آدھی سیاہ تھی۔ کپڑے سادے عموماً ململ کے لمبے جبے پہنتے تھے، باقتہ کی سندھی شلوار پہنا کرتے تھے۔ بدن میں ہلکے تھے۔ آواز میں روانگی اور خلوص ہوتا تھا۔ ہمیشہ وضو میں رہتے اور ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے۔ جمعہ کے روز جلوس کی شکل میں اور مولود و نعتیں پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوتے [2]

قطعہ تاریخ وفات

آپکی وفات پر کئی اہل علم فضل نے قطعاتِ تاریخ وصال کہے ہیں، ان میں گڑھی یاسین کے مشہور عالمِ دین مولانا عبداللہ صاحب نے بزبان فارسی تاریخ وصال اس طرح کہی ہے۔ ؎ از برائے شان کامل بہتر و بہتر نزاد
کرد رضوان جاء اندر روضہ دار السلام [3]
1348ھ

---

1. بیدیفاد ص 72 ۔ عرفان امروٹی ص 73
2. الصادق امروٹی نمبر ص 22
3. الوحید سندھ آزاد نمبر ص 43

خلیفہ حضرت عبدالغفار خان گڑھو شریف

خلیفہ حضرت مولانا عبدالغفار خان گڑھی کا شمار حضرت حافظ الملت رح کے نامور خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ نہایت پرہیزگار اور باکمال ولی اللہ تھے اور ظاہری وباطنی علوم کے شناور، آپ قرآن مجید کے حافظ بھی تھے [1]

اصل وطن

آپکا اصل وطن گوکولی خان کور تھا۔ آپ خود بھی کور قوم کے پاژن جینس سے تعلق رکھتے تھے۔ بعد میں سردار غلام محمد خان کور کے آباؤ واجداد آپکو اصرار کرکے خان گڑھ لے گئے [2]۔ یہاں آپنے مسجد میں امامت کی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

تحصیل علم

آپ نے علم کی تحصیل مولانا محمد یعقوب ہمایونی کے مدرسے سے کی جہاں باقاعدہ دستار فضیلت سر پر رکھی گئی [3]

بیعت مرشد

علاقے کے مشہور زمیندار حاجی خان کور حضرت حافظ الملت رح کو اپنے ہاں دعوت کرکے لے گئے، وہیں حضرت والا سے آپکی ملاقات ہوئی اور بیعت کا شرف حاصل کیا [4] اور تھوڑے ہی عرصے میں خلافت واجازت کا منصب عطا ہوا۔

شروع میں آپ تصوف کے تصورِ شیخ کو ناپسند کرتے تھے اور اس پر معترض تھے لیکن

---

1. سوانح حیات حضرت حافظ الملت ص 141
2. خان گڑھ گھوٹکی کے جنوب میں 12 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے
3. الشریعت سوانح حیات نمبر ص 98
4. عباد الرحمن ص 212

جوں ہی اپنے شیخ کی تاثیر اور صحبت کے اثرات نمایاں ہوئے آپ اس نظریہ کے قائل ہوگئے
حضرت حافظ الملت رح نے کسی آدمی کو پیغام دیکر کہلوا بھیجا کہ "ملا سے کہو اب تو
تم نے مان لیا" ! پیغام پہنچانے والے نے لفظ ملا چھوڑ کر باقی الفاظ دوہرا دئے۔
مولانا نے الفاظ سن کر اس سے کہا کہ وہی الفاظ کہو جو میرے شیخ کی زبان
سے ادا ہوئے تھے۔ اس نے وہی الفاظ دوہرائے تو آپ پر استغراق کا عالم
طاری ہوگیا۔ اور لفظ "ملا" بار بار ادا کرتے اور جھومتے رہے [1]

ذوقِ علمی

آپکا علمی ذوق قابلِ قدر تھا، علم اور کتابوں کا بہت شوق رکھتے تھے۔ اور ایک
بڑا علمی ذخیرہ آپکے پاس تھا جو بعد میں بھرچونڈی شریف منتقل کیا گیا [2]
تفسیر روح البیان اور شیخ محی الدین ابنِ عربی کی صوفیانہ تفسیر پر مولانا صاحب
کی تحریر کے نشانات ملتے ہیں جو آپکے علمی ذوق کی نشاندہی کرتے ہیں [3]

روضہ شیخ کی تعمیر میں حصہ

روایت ہے کہ آپ اپنے مرشد شیخ بانی بھرچونڈی شریف کے وصال کے وقت
آپکے پاس موجود تھے۔ شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ کے دور
میں حضرت حافظ الملت کا روضہ مبارک تیار ہو رہا تھا تو آپنے بہ نفسِ نفیس اس
روضہ مبارک کی تعمیر میں حصہ لیا۔ اور اینٹ گارا خود ہاتھوں سے اٹھاتے تھے [4]
اس سلسلے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب روضہ مبارک کی دیواریں اس قدر
بلند ہوگئیں کہ معمار تک اینٹیں کوئی پہنچا نہیں سکتا تھا، یہ کام آپ نے اپنے ذمہ لیا

---

1. جام عرفان ص 47
2. تذکرہ اولیاء سندھ ص 96
3. عباد الرحمٰن ص 212
4. سوانح حیات حافظ الملت ص 141

وہ اس طریق سے کہ اینٹ ہاتھ میں لیکر ضرب لا الہ الا اللہ زور سے لگاتے اور ساتھ ہی اینٹ اوپر اچھال دیتے۔ اور یوں اینٹ بغیر کسی رکاوٹ کے معمار تک پہنچ جاتی۔[1]

وفات

آپکی وفات سن 1325ھ میں ہوئی[3]

قطعہ تاریخ وفات مولانا بہاؤالدین بہائی نے اس طرح لکھا ہے:

سالِ وفات آں شہہ اقلیم معرفت
فرمودہ عند سدرۃ المنتہیٰ سروش[3]
29 صفر المظفر 1325ھ

اولاد

آپکے تین فرزند ہوئے. جن کے اسماء یہ ہیں ۱۔ حضرت مولانا احمد صاحب ۲۔ میاں غلام محمد صاحب ۳۔ میاں شفیع محمد.

اول الذکر کا تذکرہ ہم تفصیل سے کر رہے ہیں

حضرت خلیفہ مولانا احمد صاحب رح

خلیفہ حضرت مولانا احمد صاحب حضرت خلیفہ عبد الغفار خان گڑھی کے بڑے فرزند تھے اور اپنے والد کی طرح صاحب ولایت بزرگ تھے.

ولادت

آپکی ولادت 1290ھ/1873ء میں خان گڑھ میں ہوئی[4]

---

1. سوانح حیات حافظ الملت رح ص 141
2. الشریعت سوانح حیات نمبر ص 99
3. بیاض احمدی ص 116
4. میمن عبدالمجید سندھی تذکرہ شعرائے سکھر ص 168

تعلیم

مولانا صاحب کی والدہ آپکو بچپن ہی میں حضرت شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کی کہ انہیں علم سکھائیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں خانقاہ بھرچونڈی شریف میں ٹھہرا لیا۔ جہاں آپ تین برس تک مقیم رہے۔ اس کے بعد فتح پور اور بھرپور شریف نزد گھوٹکی میں سجادہ نشین رسول بخش شاہ کی خدمت میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ نے تقریباً بائیس برس حصول تعلیم صرف کیئے [1]

مرشد کا فیض

آپکو اپنے مرشد سے نوجوانی ہی میں حصول فیض کا موقعہ ملا لیکن لگتا ہے کہ اصل معرفت آپکو اپنے مرشد حضرت حافظ الملت کے وصال 1308ھ کے بعد ہی ملی جب یہ نسبت گہری ہو گئی۔

ڈاکٹر یمن عبد المجید سندھی نے اپنی کتاب تذکرہ شعرائے سکھر میں لکھا ہے کہ آپ تیس برس کی عمر میں حضرت حافظ الملت کے مرید ہوئے تھے [2]، حالانکہ آپکی تاریخ پیدائش 1290ھ کے حساب سے آپکی تیس برس عمر 1320ھ میں ہوتی ہے جبکہ حضرت حافظ الملت کا وصال 1308ھ میں ہو چکا تھا۔ گویا اس طرح اسوقت آپکی عمر اٹھارہ برس ہوگی۔ یوں تحقیق سے یہ بات درست ثابت نہیں ہوتی۔

مرشد سے عقیدت

آپکو اپنے مرشد حضرت حافظ الملت سے گہری عقیدت و محبت تھی، جسکا اظہار آپنے اپنی شاعری میں جگہ جگہ کیا ہے۔ اپنے مرشد کی تعریف و توصیف میں آپنے انکی سوانح حیات

---

1 سوانح حیات حضرت حافظ الملت ص 143 - 144

2 تذکرہ شعرائے سکھر ص 168

"مظہرِ تصدیق" تصنیف کی۔ [1]

حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت عبداللہ فقیر کی صدرت کی وفات کے بعد تیسرے سجادہ نشین حضرت پیر عبدالرحمٰن عرف بھورل سائیں کی دستار بندی بھی آپ ہی نے کی تھی۔ [2]

شاعری

آپ نہایت قادرالکلام اور اعلیٰ درجے کے ستدھی شاعر تھے، آپکے اشعار شاعری میں آپکی بلند مقام کا پتہ دیتے ہیں۔

آپ نے اپنے مخصوص انداز میں جو شاعری کی ہے اُسے منظہر کا نام دیا ہے۔ یہ منظہر بہت مشہور ہیں۔ ان کی تعداد کا ابھی تک صحیح پتہ نہیں چل سکا ہے اندازہ ہے کہ پچاس سے زائد ہیں۔ آپکی شاعری پر مشتمل ایک کتاب بیاضِ احمدی کے نام سے مشہور ہے جو کافیوں اور مولودوں کا گراں قدر مجموعہ ہے۔ اس میں 133 کافیاں اور 12 مولود شریف ہیں، کافیوں میں جگہ جگہ اپنے مرشد اور انکی خانقاہ بھرچونڈی شریف سے محبت و عقیدت کا اظہار ملتا ہے جسکی بنا پر آپکی گہری نسبت و لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ [3]

ذیل میں چند نمونے درج ہیں۔

کافی نمبر 8: تنہو سچو صدیق سرور دلربا کامل کمال
دوست جو دیدار آہیو خانگڑھ مرخوش مثال [4]

کافی نمبر 9: پیر چونڈي مان اپریو حي النوری اسرار یار
خان گڑھ خوش حال تنھو غلبو کیو عبدالغفار [6]

---

1. منظہر تصدیق راقم نے گھوٹکی میں پروفیسر مخدوم اسرار اکرم سومرو صاحب کے پاس ملاحظہ کی
2. عباد الرحمٰن ص 212
3. بیاضِ احمدی ص 6
4. ایضاً - ص 7

کافی ۱۵: پیر چونڈی مِر ایریو ھي آفتابِ انوارہُ
سُبحانکَ، سبحانکَ سبحانکَ، سبحانکَ [1]

کافی ۲۱: ظھوری ذاتِ اعلیٰ جي کیو پیر پور پیر چونڈي
دیانت دین جو کَو لیو ھي دستور پیر چونڈی [2]

کافی ۲۸: پیر چونڈی مِر پِکوان ڏٺوسي ۔ سبحان اللہ. سبحان اللہ
نور حضور نشان ڏٺوسي سبحان اللہ. سبحان اللہ [3]

کافی ۹۴: پیر چونڈی مِر پُل سُتارو مرشد مخفي معنیٰ وارو
سرِ خدا صدیق سُنھارو وارث والی مرشد کامل [4]

اس کے علاوہ حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ شیخ ثانی کی ثناء میں بھی کافی لکھی ہے جس کا عنوان ہے "در ثنائے دعا پیر روشن ضمیر حضرت عبداللہ صاحب سجادہ نشین پیر جونڈی شریف" [5]

عِلمی خدمات

تصنیف و تالیف کے ضمن میں آپ نے گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے جو آپ کی علمی خدمات کا واضح ثبوت ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث کی مشہور کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" کا سندھی ترجمہ ہے جو مراۃ التشریح کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے [6]

1۔ بیاض احمدی ص ۱۱
2۔ ایضاً — ص 15
3۔ ایضاً — ص ۱۹
4۔ ایضاً — ص 66
5۔ ایضاً — ص 27
6۔ الشریعت سوانحیات نمبر ص ۹۹

اس پر حاشیہ بھی تحریر کیا گیا ہے ۔ مولوی عبدالوہاب ایڈیٹر ماہنامہ الشریعت کے نزدیک اسکی اولین اشاعت عباسی پریس کراچی سے کی گئی، اور اسے شیر محمد گلدان نے ی، زی قعدہ 1351ھ یعنی مولانا احمد صاحب کی وفات سے دو برس قبل شائع کیا[1]

میرے پیش نظر جو ایڈیشن ہے اسے بار اول لکھا ہوا ہے اور تاریخ وسن وغیرہ کہیں درج نہیں ہے، البتہ تعداد اشاعت ایک ہزار درج ہے ، اور اس کے اوپر "باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر، گیلانی الیکٹرک پریس لاہور چھاپی گئی ہے" تحریر ہے۔ اور اس کے کاتب عبدالحلیم موضع ایری ہمکڑی بلوچستان ہیں جو اسکے سرورق پر تحریر ہے۔

یہ معلوم نہیں کہ الشریعت کے مصنف نے یہ بات کس حوالے سے لکھی ہے، کیونکہ یہ بات قریباً ناممکن ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اسکا دوسرا ایڈیشن لاہور سے چھپ گیا ہو۔ میں نے جو ایڈیشن ملاحظہ کیا وہ بذاتِ خود انتہائی بوسیدہ تھا۔ اسکا پورا سیٹ کہیں دستیاب نہ ہو سکا البتہ اسکی صرف تین جلدیں حافظ عبدالستار چشتی صاحب مہتمم مدرسہ و مسجدِ نور گھوٹکی کے پاس موجود تھے ، بقول مفتی عبدالستار چشتی اسکی تکمیل میں بیس برس کا عرصہ لگا، اور اسکی طباعت مولانا احمد صاحب کے انتقال کے بعد ہوئی[2]

آپکی دیگر تصانیف کی تفصیل اس طرح ہے[3]:

---

1. الشریعت سوانح حیات نمبر ص 99
2. بروایت مفتی عبدالستار چشتی مہتمم مسجد و مدرسہ نور گھوٹکی مورخہ 17/11/94
3. سوانح حیات حضرت حافظ الملتؒ ص 145 - 147

1 ثناء سی حرفی (حروف تہجی کے اعتبار سے ذاتِ خداوندی کی تعریف ہے)

2 بیاض احمدی 3 مظہر شریف (پندرہ جلدوں میں)

4 مظہر الاسلام 5 مظہر ہو 6 مظہر الحق

7 مظہر اظہر 8 مظہر الایمان 9 مظہر الانسان

10 مظہر تصدیق 11 مظہر زائد لامع 12 مظہر ذاکر سامع

13 مظہر با جمعیت جامع 14 مظہر حدیث 15 مظہر نج

16 مظہر تعلیم (تین حصے) 17 مظہر تسلیم 18 مظہر مقصود

19 مظہر پنج گنج 20 مظہر پنج بند 21 مظہر لقر

22 مظہر الاکمل 23 سورتِ اخلاص 24 مظاہرِ غالب

25 مظہرِ دافع اصولِ عناد (16 صفحہ) 26 مظہر ح - ا (16 صفحہ)

27 مظہر مصیق (16 صفحہ) 28 ملحقاتِ مظہر (16 صفحہ)

29 مظہر محبوب (16 صفحہ) 30 مظہر ہدایت 31 مظہر پنج گل (16 صفحہ)

32 مظہر کنز رحمت 33 مظہر جوڑ جوڑو 34 عشرہ کاملہ (16 صفحہ)

35 مراتب ستہ (16 صفحہ) 36 دافع فساد پانچ حصے

37 تنبیہ الغافلین 38 ہدایت العباد 39 عشر عقول (16 صفحہ)

40 حیدری ھدٰی (24 صفحہ) 41 وحدت نامہ (16 صفحہ)

42 حیدری عطا حصہ اول (16 صفحہ) 43 نیم روز نورِ خدا

44 الف فضائل اربعہ (16 صفحہ) 45 پنج گنج غیبی (16 صفحہ)

غیر طبع شدہ تصانیف

1 مثنوی شریف سندھی 2 تیلے ازکا تیلے افکار 3 اسلامی سمسٹر یزم

وفات

آپکی وفات 23 شوال 1353ھ / 29 جنوری 1935ء میں ہوئی [1]
آپکی وفات کا قطعہ مولانا بہاؤ الدین بہائی کے فرزند محمد اعظم سراجی نے
کہا ہے ۔ مزار خان گڑھ میں ہے جہاں عالیشان روضہ بنا ہوا ہے [2]

روحانی اثرات

حضرت مولانا احمد صاحب باکمال اور صاحبِ ولایت و کرامت بزرگ تھے ، آپکے
روحانی فیوضات کے اثرات دور دور تک پہنچے ، اور مریدین و معتقدین کا سلسلہ
کافی وسیع ہوا ۔ دور دور سے لوگ چل کر آپکے پاس آتے تھے ، ان میں عوالناس
کے علاوہ ، مشائخ ، علماءِ جید ، امراء اور سردار وغیرہ شامل ہوتے تھے ۔
مشائخ میں حضرت محمد قاسم مشوری صاحبؒ آپکے خاص معتقدین میں سے تھے
اور انھوں نے بیشتر روحانی فیض آپ ہی سے حاصل کیا ۔ اکثر پیدل یا اونٹوں
پر چل کر آتے اور آپکی زیارت کی سعادت حاصل کرتے ، حتیٰ کہ آپکے وصال کے
بعد بھی روضہ پر حاضری کو معمول بنائے رکھا ۔
حضرت مولانا احمد صاحب کی ایک ذیلی خانقاہ میانی شریف [3] ہے ۔ جس کے
سجادہ نشین میاں عبدالغفور صاحب آپکے خاص خلفاء میں شمار ہوتے ہیں ۔
میانی شریف کے موجودہ سجادہ نشین میاں عبدالمنذر ہیں [4]

---

[1] بلوچ نبی بخش خان ڈاکٹر کافیوں ص ۱ - 2
[2] راقم کو مورخہ ۱۶ ، نومبر 1994ء میں روضہ پر حاضری کا موقعہ ملا
[3] میانی شریف میرپور ماتھیلو ضلع گھوٹکی سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے
[4] یہ تمام معلومات مفتی عبدالستار رحمتی سے گھوٹکی میں حاصل ہوئیں ۔

ٹیلیفون ۲۷۱۵ گیلانی پریس لاہور

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

مرآۃ التشریح

حصہ دوم

سندھی ترجمہ

مشکوٰۃ المصابیح

حسب فرمائش

جناب مطلوب الاحد محبوب الصمد مولینا مولوی احمد رضا صاحب سجادہ نشین خانگڑہ شریف

باہتمام حافظ شیر محمد گلال مرحوم منجھ عیق صال حافظ ذوالجلال

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام ابو نظام الدین پرنٹر چھپا

حضرت خلیفہ مولانا احمد صاحب کے مشکوٰۃ شریف کے سندھی ترجمہ کا عکس

سلسلہ سوئم

حضرت خلیفہ دلمراد خانؒ

حضرت خلیفہ دلمراد خان کا شمار حضرت حافظ الملتؒ کے خلفاء مجاز میں ہوتا ہے
آپکے والد کا نام شیر خان تھا اور آپ بلوچوں کی "کھوسہ" شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت

آپکی ولادت کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ پیدائش جیکب آباد کے علاقے
ڈوڈا گڑدو میں ہوئی۔ بعد میں وہاں سے چند میل دور مغرب میں تنگوانی شہر کے قریب
حیبت شہید ریلوے اسٹیشن کے پاس آباد ہو گئے۔

آپکے چار بھائی تھے۔ جب جائیداد کی تقسیم ہوئی تو اس میں سے اپنا حصہ نہیں
لیا بلکہ فقر و درویشی اختیار کی۔

بیعت و خلافت

حضرت حافظ الملت بانی بھرچونڈی شریف کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد جلد
ہی خلافت و اجازت مرحمت ہوئی، اسی فیض کے نتیجے میں بے شمار لوگوں
نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور مرید ہوئے۔ ان کی خاصی تعداد سندھ میں پھیلی
ہوئی ہے۔ خاص کر جیکب آباد میں انکی کثیر تعداد آباد ہے۔ جن میں کھوسہ، گولہ، جٹ
تنگوانی، باجکانی اور دیگر قبائل کے لوگ شامل ہیں۔

حضرت حافظ الملتؒ کی تشریف آوری

روایت ہے کہ حضرت حافظ الملتؒ اکثر و بیشتر آپکے ہاں تشریف لاتے تھے اور کئی
کئی روز آپکے ہاں قیام فرماتے تھے، حضرت خلیفہ صاحب اپنے مریدوں اور معتقدین
کو آپکی خدمت میں لاتے انھیں ذکر دلواتے۔ خلیفہ صاحب حضرت حافظ الملتؒ

کو علاقے کی سیر کرواتے، یہ سیر و سفر تبلیغ و اصلاح کی نوعیت کا ہوتا تھا۔ جس کے باعث بے شمار لوگ حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوتے تھے [1]

شخصیت

آپ نہایت سادہ اور منکسر طبیعت کے حامل تھے، موٹا جھوٹا کھانا اور سادہ فقیری لباس پہننا شیوہ تھا، ہر دم یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے، آپ فرماتے تھے کہ جب سے اپنے مرشد کے دامن سے وابستہ ہوا ہوں ایک لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غفلت نہیں ہوئی [2]

شیخِ ثانی خانقاہ بھر چونڈی شریف حضرت حافظ عبداللہ قدس سرہ آپکے بارے میں فرماتے تھے کہ خلیفہ دلمراد وہ چشمہ ہے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں [3]

ذکرِ پاس انفاس

آپ ذکرِ پاسِ انفاس میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ اور خود فرماتے تھے کہ سانس میرے اپنے اختیار میں ہے چاہے نکالوں چاہے نہیں نکالوں [4]

ایک مرتبہ خلیفہ صاحب سے سراج الفقہاء مفتی سراج احمد نے عرض کی کہ میں پاسِ انفاس اور سلطان الاذکار کا عامل ہوں لیکن پھر بھی میرے لطائف نہیں کھلتے، آپ نے اس سے فرمایا کہ میرے کہنے پر عمل کرو جلد کھل جائیں گے، مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، جلد ہی پتہ چلا کہ میرے تو رگ و پے میں ذکر رچا بسا ہوا ہے [5]

---

1. یہ تمام معلومات خلیفہ صاحب کے بھائی کے پوتے حاجی عبدالواحد کھوسہ سے ان کے گاؤں تندو کھوسہ گوٹھ میں مورخہ 22، جنوری 1995ء کو زبانی حاصل ہوئیں۔
2. عباد الرحمٰن ص 214
3. - ایضاً -
4. جامِ عرفان ص 84
5. جامِ عرفان ص 84

تعمیرِ مسجد

خلیفہ صاحب نے اپنے مرشد کے حکم سے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی ۔ یہ مسجد ضلع جیکب آباد کی تحصیل ٹھل کے قریب مشرق کی سمت میں چھ کلو میٹر کے فاصلہ پر ریلوے اسٹیشن "میر حسن کھوسہ" کے ساتھ واقع ہے اور "چوک والی مسجد" کے نام سے مشہور ہے ۔ مسجد کی دیوار پر یہ عبارت تحریر ہے " بحکم حافظ محمد صدیق تعمیر ہوئی [1]

زھد و تقویٰ

زھد و تقویٰ اور خلقِ خدا کی بھلائی آپکے امتیازی اوصاف تھے ، ہر وقت باوضو رہتے ۔ کہتے ہیں کہ ایک ایک ہفتہ تک ایک ہی وضو میں رہتے تھے ۔

خانقاہ بھرچونڈی شریف کے ایک عمر رسیدہ فقیر محمد عظیم کی روایت کے مطابق جب حضرت حافظ الملت نے خانقاہ شریف کی مسجد کی بنیاد رکھ رہے تھے تو جماعت کے فقراء سے فرمایا کہ پہلا بیلچہ وہ مارے جو سات روز سے وضو سے ہو ! اس موقعہ پر خلیفہ صاحب آگے بڑھے اور عرض کی : "حضور ! مجھے ایک ہفتے سے وضو ہے" [2]

آپکے ایک عقیدت مند جکھرانی زمیندار نے آپکی ایک کرامت دیکھ کر آپکی مزار پر خوبصورت قبہ تعمیر کروایا جو ٹنگوانی شہر کے مضافات میں ایک قبرستان کے اندر واقع ہے [3]

---

1 بروایت حاجی عبدالواحد کھوسہ

2 زبانی روایت فقیر محمد عظیم خانقاہ بھرچونڈی شریف مورخہ 25/1/95

3 راقم کو مورخہ 21/1/95 کو مزار پر حاضری کا موقعہ ملا ۔

حضرت خلیفہ ابوالخیرؒ کوئٹہ

نام

آپکا اصل نام محمد زمان تھا اور براہوی قوم کی بنگلزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔
لیکن زیادہ مشہور خلیفہ ابوالخیر کے نام سے ہیں۔

وطن

آپ دشت کے علاقے کے رہنے والے تھے جو کوئٹہ کے مغرب میں پچیس تیس کلومیٹر مغرب میں واقع ہے جو کہ سابق قلات ریاست کا حصہ تھا۔ موسمِ سرما میں آپ کچھی اور موجودہ نصیر آباد کے علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔

تحصیل علم

آپنے دینی تعلیم اپنے ہی علاقے کے مدارس سے حاصل کی۔ قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ فارسی زبان پر آپکو عبور حاصل تھا۔

جستجو مرشد

حصولِ علم کے بعد آپکی رغبت روحانی دنیا کی طرف ہوئی اور مرشد کامل کی ضرورت شدت سے محسوس کی اور اسکی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔

روایت کے مطابق حضرت حافظ الملتؒ خواب میں نظر آئے اور فرمایا کہ میرے پاس پہنچو مگر اپنا نام اور مقام نہیں بتایا، آپ نے خواب والے بزرگ کی تلاش میں بہت سی خانقاہوں اور شہروں کا سفر کیا۔ مگر مطلوب ہستی نظر نہیں آئی، بہت پریشان ہوئے، الہام ہوا کہ بھرچونڈی شریف جاؤ، چنانچہ یہاں پہنچے اور حضرت حافظ الملتؒ

پھر تعلیم پڑتے ہی خواب والی صورت کو پہچان لیا، اور حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت ہوئے[1]
اس کے بعد آپ خانقاہ بوجونڈی شریف کے ہو کر رہ گئے، اور اپنے مرشدِ کامل کی
صحبت کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور اُن سے والہانہ عشق رکھتے تھے۔

شخصیت

موصوف نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے باوجود اخیر عمر میں سو برس کے ہو چکے تھے
کے باوجود زھد و تقویٰ میں بے نظیر تھے، خلقِ خدا کے ساتھ نیکی اور بھلائی خاص
خوبیاں تھیں۔

اولاد

آپکی صرف ایک ہی نرینہ اولاد تھی جسکا نام مولوی عبدالرحیم تھا جو شیخ ثانی حضرت
عبداللہ قدس سرہ کے خلفاءِ مجاز میں شمار ہوتے ہیں۔[2] (تذکرہ شیخ ثانیؒ کے احوال میں ہے)

وفات

ایک اندازے کے مطابق آپ حضرت حافظ الملتؒ کے وصال کے تقریباً چالیس برس
بعد تک حیات رہے اور بوقت وفات آپکی عمر سو برس کے قریب تھی۔[3]

مزار

آپکا مزار بلوچستان کے ضلع جعفرآباد کے گوٹھ عبدالمجید کھوسہ میں واقع ہے۔[4]
مصنف جامِ عرفان نے کتاب مذکورہ کے صفحہ 49 میں آپکا مزار کوئٹہ میں تحریر
کیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

---

1. یہ معلومات جالب کے ایک عمر رسیدہ فقیر غوث بخش بھنگر سے خانقاہ بوجونڈی شریف میں مورخہ 24/1/95 کو حاصل ہوئیں۔ اُن کی عمر اسوقت 77 برس سے زائد ہے۔ اُن کے بقول خلیفہ صاحب نے انہیں یہ باتیں خود بتائی تھیں۔
2. جامِ عرفان ص 49
3. بروایت فقیر غوث بخش بھنگر
4. راقم کے رشتہ اُن کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

خلیفہ شمس الدین احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء عظام و مجاز میں ہوتا ہے۔ آپ بہت بڑے عالم دین اور صوفی منش بزرگ تھے۔ دینی علوم و کتب سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ اور ایک نادر و نایاب کتب کا عظیم ذخیرہ رکھتے تھے۔ چونکہ آپکی کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ لہٰذا یہ علمی ذخیرہ خانقاہ بھرچونڈی شریف منتقل کیا گیا [1]

آپکی اولاد میں صرف ایک ہی صاحب زادی تھیں جو بعد میں تیرے سجادہ نشین حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں آئیں [2]

آپ احمد پور لمہ [3] کے رہنے والے تھے، وہاں کی جامع میں آپ امامت کے علاوہ درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، آپکا مزار بھی اسی جامع مسجد کی شمالی سمت میں واقع ہے [4] یہاں کے لوگ آپکی روحانیت، بزرگی اور تقویٰ کے بے حد معترف ہیں۔

حضرت محمد عبداللہ قدس سرہ شیخ ثانی بھرچونڈی شریف آپکے بارے میں فرماتے تھے کہ "حضرت مولانا صاحب کچھ دیر اور زندہ رہتے تو احمد پور کے ریزے ریزے سے بھی اللہ ھو اللہ ھو کا ورد کرتے [5]

---

1. تذکرہ اولیاء سندھ ص 87
2. عباد الرحمٰن ص 215
3. احمد پور لمہ صادق آباد (پنجاب) سے 15 کلومیٹر مغرب میں چھوٹا سا شہر ہے۔
4. راقم نے مورخہ 23، جنوری 1995ء کو حضرت مولانا صاحب کے مزار پر حاضری دی۔
5. عباد الرحمٰن ص 215

حضرت خلیفہ رب ڈنہ ہکڑہ

خلیفہ رب ڈنہ ہکڑہ بھی حضرت سید العارفینؒ کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔
آپ کے والد کا نام گل محمد ہکڑہ تھا۔

سکونت

آپ گوٹھ غلام حسین ہکڑہ تعلقہ رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ کے رہنے والے تھے۔ [1]

تحصیل علم

آپ باقاعدہ فارغ التحصیل دینی عالم تھے، قرآن مجید بھی حفظ کیا تھا۔ آپ درس و تدریس کے شغل سے بھی وابستہ رہے۔

مرشد کے حضور

دینی علوم کے علاوہ روحانی علوم سے گہرا لگاؤ تھا اور تلاش مرشد میں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے مزار پر گئے، پتہ چلا کہ وہاں کے سجادہ نشین تھوڑا ہی عرصہ قبل وفات پا چکے ہیں۔ بڑے مایوس ہوئے، رات کو وہیں قیام کیا، خواب میں ایک بزرگ نے بھرچونڈی شریف حضرت حافظ الملتؒ کے پاس جانے کی ہدایت کی، لہٰذا وہاں سے پیدل چل کر بھرچونڈی شریف پہنچے اور حضرت حافظ الملت سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ کچھ ہی عرصہ میں خرقہ خلافت عطا ہوا۔ [2]

مرشد سے کمال درجے کی عقیدت تھی۔ ہمیشہ پیدل چل کر ہی خانقاہ آتے۔ اور ادب کا یہ عالم تھا کہ سالم برتن میں لنگر کا طعام نہ کھاتے بلکہ ٹھیک کا برتن توڑ کر اسکے کسی ٹکڑے میں لنگر تناول کرتے، کسر نفسی کی یہ عمدہ مثال ہے۔

---

1 جام عرفان ص 49

2 یہ تمام معلومات حضرت خلیفہ صاحب کے پوتے رب ڈنہ ہکڑہ (ان کے ہم نام) سے مورخہ 19، نومبر 1996ء کو خانقاہ بھرچونڈی شریف میں حاصل ہوئیں۔

شاعری

آپ ایک اچھے شاعر تھے۔ آپکی کافیوں کا ایک مجموعہ موجود ہے۔ جس میں ایک سو ستاسٹھ (167) کافیاں موجود ہیں، کافیوں میں جگہ جگہ مرشد سے والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ انکی بیاض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بوقتِ وصال حضرت حافظ الملت آپکے پاس موجود تھے [1]

شخصیت

آپ ایک سیدھے سادے درویش منش انسان تھے اور بہت سی کرامات و کمالات کے مالک تھے، بہت ہی کم گو اور تنہائی پسند تھے، ذکرِ نفی اثبات میں آپکو خاص کمال حاصل تھا۔ دورانِ ذکرِ الٰہی وجد میں آجاتے، جب لا الٰہ کہتے تو جسم کے اعضاء الگ ہوجاتے جب اِلا اللہ تک پہنچتے تو دوبارہ سالم بن جاتے [2]

حضرت خلیفہ محمد محمد شاہ (عراق)[71]

آپکا سلسلہ نسب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رض سے ملتا ہے، آپ بہت بڑے عالم فاضل ہستی تھے اور کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپکو حضرت حافظ محمد صدیق رح

---

1 یہ معلومات پروفیسر غلام رسول اکرم سومرو گورنمنٹ ڈگری کالج گھوٹکی سے 13/11/94 کو حاصل ہوئیں، ان کے پاس حضرت خلیفہ صاحب کی کافیوں کا مجموعہ بھی موجود تھا جو راقم نے ملاحظہ کیا۔

2 جامِ عرفان ص 49

کی صورت دکھائی اور تعلق پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی، بموجب حکم آپ تین برس تک برصغیر میں گھومتے رہے، آخر بغرض زیارت تشریف لے پہنچے اور تین ماہ کے اندر خلافت کے منصب پر فائز کیے گئے۔

آپ نے تیرہ ماہ مرشد کی بارگاہ میں رہے، اور خدمت بجا لاتے رہے۔ بعد اجازت لیکر اپنے وطن عراق واپس تشریف لے گئے۔

آپ 1223ھ میں وصال فرمایا، اور مزار عراق میں ایرانی سرحد کے قریب خوبصورت روضہ کی شکل میں موجود ہے۔[1]

حضرت خلیفہ عبدالرحمٰن کابلی رح

آپ کا تعلق کابل افغانستان سے تھا، نہایت صوفی منش، متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے، عزلت نشینی اور گم گوئی کو پسند فرماتے تھے۔ تین برس تک اپنے مرشد حضرت حافظ الملت رح کی خدمت و صحبت میں رہے اور خلافت و اجازت حاصل کی آپکی شہرت دور دور تک پہنچی، ایک سو دس برس عمر پائی
1341ھ میں وفات پائی۔ مزار کابل افغانستان میں ہے۔[2]

---

1. جام عرفان ص 50
2. ایضاً ——

حضرت عمر جان نقشبندیؒ: ایک غلط فہمی کا ازالہ

عباد الرحمٰن اور جام عرفان کے مصنفین کے علاوہ اکثر تذکرہ نگاروں نے اپنے کتب و مضامین میں حضرت حافظ الملتؒ کے خلفاء کی فہرست میں ایک نام حضرت عمر جان نقشبندی کا شامل کیا ہے اور انھیں خلیفہ مجاز ظاہر کیا۔
حقیقت یہ ہے کہ عمر جان نقشبندی نہ تو آپ سے دست بیعت ہوئے اور نہ ہی آپکے خلیفہ مجاز تھے۔ اولاً تو جب حضرت حافظ الملتؒ نے جب اس جہان فانی سے وصال فرمایا تو اُس وقت حضرت عمر جان نقشبندی کی عمر محض انیس برس تھی۔ یہ بہت مشکل ہے کہ اس قدر کم عمری میں آپکو خلافت و اجازت کے منصب پر فائز کیا گیا ہو۔
حضرت عمر جان نقشبندی کی تاریخ ولادت 1288ھ/1871ء ہے[1] جبکہ حضرت حافظ الملتؒ کا وصال 1308ھ/1891ء میں ہوا۔ اس طرح حضرت حافظ الملتؒ کے وصال کے وقت ان کی عمر محض انیس بیس برس بنتی ہے۔
واقعہ یوں ہے کہ حضرت عمر جان نقشبندی اپنے والد خواجہ فیض الحق (م 1318ھ/1900ء)[2] جو حضرت حافظ الملتؒ کے ہم عصر بزرگوں میں سے ہیں کے ہمراہ خواجہ بہاؤالدین ذکریا کے مزار کی زیارت کی غرض سے ملتان جا رہے تھے۔ راستے میں اُن کا قیام کبھو جونڈس شریف میں حضرت حافظ الملت کے ہاں ہوا۔

1۔ کوثر انعام الحق ڈاکٹر تذکرہ صوفیاء بلوچستان ص 284
2۔ ایضاً ― ص 197

اس ملاقات میں جہاں دیگر راز و نیاز کی باتیں ہوئیں وہاں ایک دوسرے کو قادریہ ونقشبندیہ سلاسل کے اذکار کی اجازت دی گئی، یعنی حضرت حافظ الملت رح نے خواجہ فیض الحق کو قادری سلسلہ کے اذکار دینے کی اجازت مرحمت فرمائی اسی طرح انھوں نے آپکو سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر دینے کی اجازت اجازت دی [1] یہ بھی درست نہیں کہ سلسلہ قادریہ ان بزرگوں کا اوڑھنا بچھونا بن گیا. حالانکہ چشمہ شریف کے یہ بزرگ نقشبندی ہی رہے. اور اب تک اُن کے تمام سجادہ نشین سلسلہ نقشبندیہ ہی میں بیعت کراتے اور ذکر دیتے ہیں. البتہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت حافظ الملت کا خواجہ فیض الحق کے اس کمسن بیٹے (عمر جان نقشبندی) کے بارے میں یہ قول کہ وہ بڑا ہو کر علماء کا پیر بنے گا سو فیصد درست ثابت ہوا. آپ بڑے بڑے علماء و فضلاء کے پیشوا بنے.

آپکے حلقہ خلافت و ارادت میں جو نامور علماء گذرے ان میں چند کے نام یہ ہیں [2]

1. مولوی محمد یوسف فقیر لانڈھی بھاگناڑی کچھی
2. مولانا عبداللہ رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ
3. مولانا عبداللہ درخانی ریاست قلات
4. مولانا عبداللہ صاحب پنجابی ضلع مظفر گڑھ
5. مولوی خادم حسین بلوچ

---

1. یہ معلومات حضرت خواجہ فخرالدین نقشبندی سجادہ نشین چشمہ شریف سے مورخہ ۱۰ جون ۱۹۹۵ء کو انکی خانقاہ چشمہ شریف نزد کوئٹہ زبانی حاصل ہوئیں
2. عبیداللہ درخانی مولوی تذکرہ سلسلہ چشتوی ص 41 ترجمہ مولوی عبدالشکور طوردی

6 مولانا کریم داد صاحب استاد الکل قمبر لاڑکانہ

7 مولوی عمر صاحب قمبر لاڑکانہ

8 مولوی محمد مختار نحوی لاڑکانہ

9 حکیم مولوی محمد مبارک صاحب لانجی سندھ

10 مولانا سعداللہ صاحب خوش نویس و خوش بیان گڑھی خیرو

11 مولوی عطا محمد استاد الکل پنھو سایو سندھ

12 مولوی عبدالعزیز صاحب قریشی عالم و مدرس جیکب آباد

13 مولوی حکیم عبدالرزاق صاحب دادو سندھ

14 حضرت سید دامن شاہ رتو ڈیرو سندھ

15 حضرت میاں حکیم فیض محمد صاحب میرو خانی سندھ

16 مولوی عبدالحکیم صاحب عالم و مدرس میرو خان سندھ

17 حاجی عبدالرحمٰن گلزاری کوئٹہ

18 مولوی رضا محمد صاحب قندھاری

19 مولانا رضا محمد صاحب گوٹھ دھیاں سبی بلوچستان

20 حضرت خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کرشہ بولان بلوچستان

21 مولوی محمد صدیق صاحب مکران بلوچستان

22 مولانا محمد صدیق صاحب مکران بلوچستان

23 حضرت میاں سعداللہ صاحب پیرزادہ بھاگ ناڑی بلوچستان

24 مولوی نور محمد صاحب گرداب بلوچستان

25 حاجی میر محمد صاحب محمد شہی (48 حج کیئے)[1]

---

1 تذکرہ سلسلہ چشتیہ ص 42

26 حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ٹوروی قمبر لاڑکانہ

27 مولوی محمد حسین صاحب لاکھا قمبر گوپانگ لاڑکانہ

28 حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شکارپور سندھ

29 حضرت آغا عبداللہ جان صاحب هدوی کوئٹہ

30 حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آباد ملتان

آپکی بے شمار کرامات بھی مشہور ہیں مگر بوجہ طوالت لکھنے سے گریز کیا جا رہا ہے۔

حضرت حافظ الملت کے دیگر خلفاء

روایت کے مطابق مندرجہ ذیل دو خلفاء کو بھی خلافت و اجازت عطا ہوئی مگر اُن کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

1 خلیفہ عبدالعزیز کالاباغ پنجاب

2 خلیفہ غلام محمد سمیجو۔

مؤخر الذکر خلیفہ کا مزار خانقاہ بھرچونڈی شریف کے قریب گوٹھ حامد پور سمیجو میں واقع ہے۔ جہاں روایت کے مطابق آپ ایک عرصے تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے [1]

=

---

1 بروایت سجادہ نشین حضرت پیر عبدالخالق صاحب خانقاہ بھرچونڈی شریف

باب نہم

حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے اثرات

باب نہم

حضرت حافظ الملت رح کی تعلیمات کے اثرات

فصل اول: علمی، دینی، روحانی، سیاسی اثرات

حضرت حافظ الملت محمد صدیق رح بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف نے ایک چھوٹے سے قصبہ میں نورِ ھدایت کی جو شمع جلائی تھی اسکی روشنی دور دور تک پھیلی جس نے چار دانگ عالم کو روشن کیا۔ آپکی تعلیمات کے اثرات دور دور تک پہنچے، جس کے دوررس نتائج نکلے۔ خلقِ خدا کی ایک بڑی تعداد نے آپکے حلقہ ارادت میں آ کر اپنا رُخ ذاتِ الٰہی کی طرف موڑا۔ مختصراً ہم حضرت حافظ الملت کی تعلیمات کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہیں

عِلمی اثرات

حفظِ قرآن

آپ خود حافظ قرآن تھے اور قرآنی علوم کو عام کیا۔ اِس سلسلے میں آپکی سب سے بڑی خدمت "حفظِ قرآن" ہے، حفاظِ قرآن کی ایک بڑی تعداد آپکے ہاں سے فارغ ہو کر نکلی جنھوں نے آگے جا کر بے شمار جگہوں پر اس کام کو مزید پھیلایا،
آپنے قرأت کی بھی ایک نئی طرح ڈالی جو خانقاہ بھرچونڈی شریف کی خاص قرأت بن گئی۔ اور اِس قرأت و حفظ کی شہرت دور دور تک پہنچی۔

حضرت حافظ الملت رح کی ہمشیرہ بھی حافظہ قرآن تھیں جنھوں نے عورتوں کے اندر بھی حفظِ قرآن کو پھیلایا، اور حافظہ قرآن پیدا کرنے میں اہم کردار کیا، اور آپکے ہاتھوں کافی تعداد میں عورتیں حافظِ قرآن بنیں [1]

---

[1] بروایت مفتی محمد رحیم سکندری پیر گوٹھ مورخہ 18/4/96 بمقام خانقاہ پیر گوٹھ

علماء میں فیضِ عام

حضرت حافظ الملت سے بڑے بڑے علماء و فضلاء نے استفادہ کیا، یہ علماء مشرق قرب

وجوار سے تعلق رکھتے تھے بلکہ دور دراز سے آکر آپکی مجلس و صحبت میں حاضری دیتے تھے۔

اور آپکی علمی و روحانی محفلوں سے فیضیاب ہو کر علماءِ باکمال بنے۔ آپ بلاشبہ پنجاب

سے یوپی تک اور ایران کی سرحدوں سے لیکر افغانستان تک جید علماء و فضلاء کے پیرِ

استاد تھے [1]

دینی اثرات

غیر مسلموں میں قبولِ اسلام

اسلام کی اشاعت میں آپکی مساعی قابلِ قدر ہے، غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد

آپکے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئی، دور و نزدیک سے بے شمار غیر مسلم

آتے اور آپکی ایک جھلک دیکھ کر اپنے آباء و اجداد کا مذہب چھوڑ کر حلقہ بگوشِ اسلام

ہو جاتے۔ ان غیر مسلموں کی صحیح تعداد کا تو علم نہیں لیکن اندازہ ہے کہ ان کی تعداد

لاکھوں میں ہے [2]

انہیں غیر مسلموں میں ایک نمایاں نام مولانا عبیداللہ سندھی کا ہے جنہوں نے آپکے ہاتھوں

اسلام قبول کرنے کے بعد بقول اُن کے اپنے میری طرزِ معاشرت ایسی ہو گئی جیسی ایک

پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے [3]

جذبہ جہاد

دینی خدمات کے سلسلے میں آپکی عظیم مجاہدانہ کوششیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ شرکیہ اور

---

1. جامِ عرفان ص 28
2. عبادالرحمٰن ص 16
3. خطبات و مقالات مولانا سندھی ص 66

غیر اسلامی و غیر شرعی امور کے ارتکاب کی بیخ کنی کی اور اس سلسلے میں باقاعدہ عملی جہاد کیا، جہاد پتن مینارہ، جہاد لوڑہ کنڈہ اور پیر سہری جیسے واقعات عملی جدوجہد کی زندہ مثالیں ہیں۔ یہی جذبہ آپکی جماعت و معتقدین میں اب بھی موجود ہے، اور آپکی انہیں تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جملہ غیر اسلامی امور سے نفرت کرتے ہیں۔

روحانی اثرات

حضرت سید العارفینؒ کا فیضِ روحانی دور دور تک پہنچا، آپکے دستِ مبارک پر آپکی زندگی ہی میں تقریباً تین لاکھ افراد نے بیعت کی[1] یہ تعداد کوئی معمولی نہیں ہے ان لوگوں میں آپکے وہ قابلِ فخر خلفاء بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے مرشدِ کامل کے پیغام اور تعلیمات کو آگے پھیلایا اور تاریخ میں نمایاں مقام پایا۔

ڈاکٹر غلام علی الانہ فرماتے ہیں:

"حضرت حافظ الملتؒ کی خدمات کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا تاج محمود امروٹی، خلیفہ غلام محمد دین پوری، مولانا عبد الغفار خانگڑھی، اور مولانا محمد شریف بلوچستانی جیسے برگزیدہ عالم و فاضل کندن بن کر قومی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔"[2]

حضرت حافظ الملتؒ کے ان خلفاء کرامؒ کا تعلق نہ صرف اس خطے سے ہے بلکہ آپکے بعض خلفاء کا تعلق باہر کے ممالک سے بھی ہے۔

آپکے خلفاء کے ذریعے آپکی تعلیمات ان علاقوں میں پھیلیں۔

---

1. جامِ عرفان ص 29
2. معارف حافظ الملت ص 19 از مقالہ ڈاکٹر غلام علی الانہ

سندھ

سندھ کے حوالے سے آپکے خلفاء مجاز میں ایک اہم نام حضرت سید مولانا تاج محمود امروٹی رح کا ہے، جنہوں نے نہ صرف خانقاہ قائم کرکے آپکی تعلیمات کو پھیلایا بلکہ انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔
سندھ میں حضرت امروٹی رح کے علاوہ خلیفہ دلمراد خان (جیکب آباد) خلیفہ رب ڈنہ بگھڑہ (لاڑکانہ) کے ذریعے آپکی تعلیمات کا شہرہ دور دور تک پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں جیکب آباد، کندھ کوٹ، کشمور، لاڑکانہ، سکھر، روہڑی، شکارپور گھوٹکی، میرپور، شہداد کوٹ جیسے علاقوں میں حضرت حافظ الملت کی جماعت اور مریدین کی بڑی تعداد آباد ہے [1]

پنجاب

پنجاب کے خطہ سے تعلق رکھنے والے آپکے خلفاء مجازین میں سے سب سے نمایاں ہستی حضرت خلیفہ ابو سراج غلام محمد دین پوری کی ہے۔ آپکے کارناموں سے کون واقف نہیں ہے، آپکو اپنے مرشد حضرت حافظ الملت رح سے جو عقیدت و محبت تھی اسکی مثال نہیں ملتی، آپکو اپنے مرشد کامل کے خلیفہ اول ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ آپکا قومی تحریکوں میں کردار، تحریک ریشمی رومال کے دوران قید و بند کی صعوبتیں، انگریز استعمار کے خلاف جدوجہد وہ قابل ذکر کارنامے ہیں جن کا منبع حضرت حافظ الملت کی تعلیمات و تبلیغ کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔
حضرت خلیفہ شمس الدین احمد پوری، خلیفہ عبدالعزیز کالا باغ کا تعلق بھی اسی پنجاب کے خطہ سے تھا۔ جنہوں نے اپنے شیخ کامل کی تعلیمات کو عام کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔

---

1 روزنامہ کاوش حیدرآباد جمعہ میگزین مورخہ 29 دسمبر 1994ء

بلوچستان

بلوچستان سے تعلق رکھنے والے آپکے خلفاء میں سے خلیفہ ابوالخیر (دشت کوئٹہ)
، محمد شریف بلوچستانی اور ان کے فرزند مولوی عبیداللہ کے نام نمایاں اہمیت
رکھتے ہیں۔ مؤخر الذکر نے حضرت حافظ الملتؒ کے ملفوظات کو قلمبند کیا۔
اس خطے میں ان حضرات نے آپکی تعلیمات کو عام کیا۔ بلوچستان کے ضلع جعفرآباد
نصیرآباد، کچھی میں حضرت حافظ الملت کے مریدین و معتقدین کی خاصی تعداد
آباد ہے۔
اس کے علاوہ چشمہ (کوئٹہ) کے مشائخ حضرت خواجہ فیض الحق نقشبندی اور
ان کے فرزند حضرت عمر جان نقشبندی کا تعلق خاطر بھی حضرت حافظ الملتؒ کے
ساتھ رہا۔ نہ صرف یہ بلکہ خلیفہ عبدالرحمٰن کابلی (افغانستان) اور حضرت
خلیفہ عمر شاہ (عراق) نے اس خطے سے باہر تک آپکی تعلیمات کو پہنچایا اور
مخلوق خدا کی رہنمائی کی۔ اور ان کے ذریعے بڑی تعداد میں لوگ فیضِ
روحانی سے مستفید ہوئے۔

ذیلی خانقاہوں کے ذریعے تبلیغی اثرات

حضرت حافظ الملت کے خلفاء مجاز نے جو ذیلی خانقاہیں قائم کیں ان کے
فیض یافتہ خلفاء نے آگے چل کر اپنے اپنے روحانی اور دینی مراکز میں تعلیم و تبلیغ
کے ذریعے آپکے نام اور پیغام کو مزید پھیلنے پھولنے کا موقعہ فراہم کیا۔
ان ذیلی خانقاہوں کی تفصیل اس طرح ہے
حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹیؒ
آپکے خلفاء اور ان کی ذیلی خانقاہیں یہ ہیں۔

۱. شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری

۲. مولانا محمد صالح بائیجی شریف

۳. مولانا عبد العزیز نوزچانی شریف

اگرچہ اِن ذیلی گدی نشینوں کے مسالک اور فروع میں خانقاہ بھرچونڈی شریف کے مشائخ سے کسی حد تک اختلاف ہے تاہم ہمیں اِس تناظر سے ہٹ کر یہ دیکھنا ہے کہ یہ سب فیض یافتہ اُن افراد سے ہیں جو حضرت حافظ الملت کے خاص رفیق اور خلفاء مجاز ہیں۔

حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوری رح

حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری کی روحانیت اور کمالات سے جن مشہور افراد نے فیض پایا اُن میں شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا عبد الہادی شامل ہیں [1]

روحانی نظام

آپ نے طریقت کی بنیاد جن ستونوں پر قائم کیں اُن میں دو اہم جزو ذکر الٰہی اور عشقِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی اِس طریقت کی تعلیم کے اثرات اِس طرح پھیلے کہ ذکر و فکر اِس خانقاہ کی جماعت کے دلوں میں رچ بس گیا۔ ہر جگہ ذکر الٰہی کے حلقے، اور صدائے لا الٰہ الا اللہ، اور حق ھُو کے نعروں سے آج تک گوشہ گوشہ منور ہے۔ اور ضرب لا الٰہ الا اللہ آج بھی اِس جماعت کا نعرہ مستانہ ہے۔

اِسی طرح عشق رسول ص کی تابناکیاں بھی پورے خطے میں مروج ہیں، اور

---

۱. بدر بغداد ص 176

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سن کر مشائخ بھرچونڈی شریف اور اُن کے فقراء کا گھنٹوں گھنٹوں رونا ایسی امر کی روشن مثالیں کہ حضرت حافظ الملتؒ نے عشقِ رسول کی جو شمع اپنے متعلقین میں روشن کی وہ اب تک فروزاں ہے۔

جماعت سے محبت

آپکی روحانی اور اخلاقی تعلیمات کا ایک اہم وصف آپکے فقراء و جماعت کا اپنے مرشد کامل اور باہم محبت عقیدت کو خلوص ہے، یہ دراصل انھیں اپنے مرشد حضرت حافظ الملتؒ کی طرف سے عطا ہوا، وہ خود اپنی جماعت و فقراء سے کمال درجے کی محبت رکھتے تھے۔
آپکی تعلیم و صحبت کا یہ اثر ہے کہ آپکی جماعت کے فقراء پر اپنے مرشد یا اُن سے سابقہ کے مشائخ کے تذکرے پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں۔ اور بے اختیار وجد میں آجاتے ہیں، ایسی مثالیں کہیں کہیں ملتی ہیں۔
آپکے فیضِ روحانی نے جو اثرات چھوڑے اُس کا تجزیہ یمن عبدالمجید سندھی اس طرح کرتے ہیں:

"آپکی نظر فیضِ اثر لوگوں کی حالت بدل کر رکھ دیتی تھی، جو بھی آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا وہ روحانیت میں رنگ جاتا، اپنی گمراہیاں اور اخلاقی کمزوریاں چھوڑ کر نئی اور پاکیزہ زندگی شروع کر دیتا تھا۔ اس طرح جہاں بھی آپکا پیغام پہنچا وہاں ایک روحانی انقلاب برپا ہو گیا۔ اس روحانی اور اخلاقی نظام سے محض مریدین مستفیض نہیں ہوئے بلکہ ارد گرد رہنے والے دیگر عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچا، نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب اور بلوچستان کے کونے کونے میں آپکے پیغام کے باعث صالح صحتمند اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم ہوا، اور جگہ جگہ ذکرِ الٰہی کی صدا بلند ہونے لگی"۔ [1]

---

[1] معارفِ حافظ الملت ص 316 از مقالہ یمن عبدالمجید سندھی

سیاسی اثرات

آپ نے اگرچہ خود براہ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا، لیکن آپکے اندر جذبہ حریت موجود تھا۔ آپکا دور برصغیر پر انگریزوں کے تسلط کا دور ہے، جسکو آپنے ہمیشہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ کئی بار آپنے جلال میں آکر فرمایا کہ، یہ انگریز ہمارے آگے کیا چیز ہا ہے، ہم تو راضی بہ رضاءِ الٰہی بیٹھے ہیں [1]

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ آپکی اس انگریز دشمنی اور جذبہ آزادی کے اثرات آپکے جانشینوں اور خلفاء پر واضح نظر آتے ہیں۔ اور اس کا ثبوت عملی آپکے جانشینوں اور خلفاء کی وہ عظیم جدوجہد ہے جو انھوں نے مسلمانانِ برصغیر کی بیداری اور انگریز استعمار کے خلاف صف آراء ہو کر کی۔ اور بالآخر جس کے نتیجے میں ایک الگ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ چنانچہ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر سے انگریزوں کی ہمیشہ کے لئے رخصت اور نئی ریاست پاکستان کا قیام آپکے جانشینوں اور خلفاء کی عظیم مساعی کا نتیجہ ہے۔

شیخ ثانی کھرچوندڑاں شریف حضرت حافظ عبد اللہ قدس سرہٗ کی تحریک ہجرت کی مخالفت انگریزوں اور ھندوؤں کی مشترکہ ناپاک سازش کا پردہ چاک کرنا اور حب الوطنی کا درس اس سلسلے کی نمایاں خدمات ہیں۔

اسی طرح شیخ ثالث حضرت خواجہ عبد الرحمٰن صاحب کی مسلمانانِ برصغیر کی آزادی کے لئے ولولہ انگیز جدوجہد بھی مثالی ہے، بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں اپنے سینکڑوں مریدین کے ہمراہ شرکت، قیام پاکستان کی قرارداد کی توثیق، جماعت احیاء الاسلام کا قیام اور پھر اسے قائدِ اعظم کی قیادت میں مسلم لیگ میں ضم کرنا، اخبار الجماعۃ کا

---

1 مجلہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۹۹۳ء ص 78

اجراء، جمعیت المشائخ کی تنظیم اراکین سندھ اسمبلی سے ملاقاتیں کر کے انہیں قرارداد پاکستان کی حمایت میں ووٹ دینے پر مجبور کرنا یہ وہ سب کارنامے ہیں جو قیام پاکستان کی جدوجہد میں سنگِ میل ثابت ہوئے۔ [1]

مسجد منزل گاہ سکھر پر ہندوؤں کے قبضہ کے خلاف جہاد میں آپ اور آپ کے فرزند عظیم شہید عبدالرحیم کی شرکت اور عملی جہاد کی مثال نہیں ملتی۔ غرض سیاسی شعبہ میں بھی اس خانقاہ کے مشائخ کی جدوجہد و خدمات کی داستانیں بڑی طویل ہیں، اور ظاہر ہے یہ سب حضرت حافظ الملت کے افکار و تعلیمات کا روشن عکس ہیں۔

مولانا سندھی۔

مولانا عبیداللہ سندھی کی وہ تمام تر جدوجہد اور خدمات کہ جن کے باعث وہ انقلاب کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں محض حضرت حافظ الملت کی صحبت و تعلیمات کے اثرات کا باعث ہیں، جیسا خود مولانا سندھی برملا اعتراف کرتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ میں کابل میں رہا، روس گیا، ترکی میں کام کیا، مگر کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوا، مجھے مرشد ایسا ملا جو پیکرِ عمل و مجسم جہاد تھا، جس نے ایک فقیر بے کس گدا کو شاہانِ عالم جیسی تمکنت دے دی اور ذرے کو آفتاب بنا دیا" [2]

مولانا سندھی کو انگریزوں سے جو نفرت تھی وہ انہیں اپنے مرشد سے ورثہ میں ملی تھی، سید محمد فاروق القادری لکھتے ہیں۔

" مولانا سندھی اپنے مرشد و مربی سے جو انگریز دشمنی کا درس لے گئے تھے

1۔ دیکھئے عبادالرحمٰن

2۔ عبیداللہ سندھی مولانا کابل میں سات سال ص 96

"اُس سے دار العلوم دیوبند میں بھی مولانا سندھی نے پھیلانے کی بھرپور کوشش کی، ادھر دار العلوم کے ارباب بست و کشاد قطعاً اس کے حق میں نہ تھے، چنانچہ مولانا سندھی کو انگریز دشمنی مہنگی پڑی اُن کے خلاف فتوے جاری کئے گئے، ہلڑ بازی کی گئی اور آخر کار انہیں انتہائی قابلِ رحم حالت میں دار العلوم دیوبند سے نکال دیا گیا، اپنے مرشد حضرت حافظ الملت[۱] کے اس سچے عاشق نے یہ سب گوارا کر لیا مگر انگریز دشمنی نہ چھوڑی" [۱]

---

۱ جامِ عرفان ص ۱۹

فصل دوئم

خانقاہ بھرچونڈی شریف کے معمولات

یہ وہ دینی اور روحانی معمولات ہیں جو شیخ اعظم بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف حضرت حافظ الملت نے اختیار کئے اور آج تک خانقاہ اور ساری جماعت فقراء میں اُسی طرح جاری و ساری ہیں[1]

مجلس ذکرِ الٰہی

ذکر کی باقاعدہ محفل خانقاہ بھرچونڈی شریف کا خاص معمول ہے۔
نمازِ عشاء سے قبل باقاعدہ اس کا اہتمام ہوتا ہے جو اس طرح سے ہے۔

① ھَل جماعت سوتھاری ذِکر تے (تین مرتبہ)
یعنی اے جماعتِ باسعادت ذکرِ الٰہی کے لئے حاضر ہو جاؤ

② ھَل فقیر ذِکر تے (دو دفعہ)
یعنی اے فقراءِ جماعت ذکر کے لئے آ جاؤ

اس کے بعد فقراء کی ایک کثیر تعداد مسجد میں پہنچ جاتی ہے، پھر ان کی ایک حلقہ کی صورت میں نشست ہوتی ہے، پہلے گیارہ مرتبہ قل شریف کا ثواب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حضور نذر کیا جاتا ہے، اس کے بعد ذکر شروع ہوتا ہے۔ یہ ذکر جہری ہوتا ہے جو چار تسبیحات پر مشتمل ہے۔

لاالٰہ اِلا اللہ	ایک ہزار مرتبہ
اِلا اللہ	ایک ہزار مرتبہ
اللہ ھُو	ایک ہزار مرتبہ
ھُو	ایک ہزار مرتبہ

1۔ راقم نے ان معمولات کا خود بارہا مشاہدہ کیا ہے اور جماعت کے بڑے فقراء سے تصدیق کرائی ہے

جب یہ چار تسابیح مکمل ہو جاتی ہیں تو مراقبہ کیا جاتا ہے، مراقبہ میں دھیان قلب کی طرف رکھکر اللہ اللہ کا ورد کیا جاتا ہے۔ عین اسی وقت موذن عشاء کی آذان کہتا ہے۔ جب اشہد ان محمد رسول اللہ صلعم پر پہنچتا ہے تو تمام افراد مراقبہ سے سر اٹھاتے ہیں۔ آذان کے بعد دعا ہوتی ہے۔

عشاء

ذکر کی اس مجلس کے فوراً بعد نمازِ عشاء کے لیے جماعت کھڑی ہو جاتی ہے، نماز کے اختتام کے بعد دعا سے قبل سورہ مُلک کی لازمی تلاوت کی جاتی ہے جسے عذابِ دوزخ کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

لاکھو

عشاء کی نماز کے بعد عام طور پر مسجد میں موجود چھوٹی چھوٹی کنکریوں کے ذریعے "لاکھو" نکالا جاتا ہے، غالباً تعداد میں یہ کنکریاں ایک لاکھ ہیں۔ ہر کنکری کے بدلے ایک درودِ قدسی (صلی اللہ علیٰ محمدٍ وّ آلہٖ وسلم) پڑھا جاتا ہے۔ بسا اوقات یہ عمل رات گئے تک جاری رہتا ہے۔ اور درودِ قدسی کے کئی کئی لاکھ پڑھے جاتے ہیں۔

تراویح

رمضان المبارک میں ذکرِ الٰہی دورانِ نمازِ تراویح ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر چار رکعات نمازِ تراویح کے بعد ذکر کی ایک ایک تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

جمعتہ المبارک

دور دراز سے جماعت کے افراد اور دیگر ارادت مند جمعہ کی نماز ادا کرنے خانقاہ کی مسجد میں آتے ہیں، صاحبِ سجادہ خود نماز پڑھاتے ہیں بعد از نمازِ جمعہ غلافِ کعبتہ اللہ اور غلافِ رسول صلعم کی زیارت کرائی جاتی ہے، طریقہ یہ ہے کہ پہلے یہ غلاف سجادہ نشین

کے سامنے کھولے جاتے ہیں پھر انہیں چاروں اطراف پھرا کر تمام حاضرین کو زیارت سے مشرف کرایا جاتا ہے۔ دورانِ زیارت مختلف چند مولودوں خفراء نہایت سوز و گداز سے مولود پڑھتے ہیں، جس سے سامعین پر عجیب روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

زیارتِ پیرھنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خانقاہ کی مسجد شریف کے پہلو میں واقع ایک حجرہ کے اندر پیرھنِ رسول ﷺ رکھا ہوا ہے جسے فقرائے جماعت "جبہ مبارک" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس جبہ مبارک کی زیارت بڑے اہتمام سے کرائی جاتی ہے، یہ زیارت عموماً ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر، رمضان المبارک کے آخری جمعۃ المبارک کے دن یا پھر خانقاہ عالیہ کے مشائخ کرام کے عرائس کے موقعہ پر کرائی جاتی ہے۔ اس موقعہ پر فقرائے جماعت کا جوش و خروش قابلِ دید ہوتا ہے، رقت کے عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہر آنکھ اشکبار ہوتی ہے۔

جبہ رسول مقبول ﷺ ایک چھوٹے سے صندوق میں بند ہے جس کے آگے جالی لگی ہوئی ہے۔ صاحبِ سجادہ ایک اونچی کرسی پر چڑھ کر صندوق کو ہاتھوں میں لے کر بلند کرتے ہیں، پھر چاروں سمتوں میں اسے پھرایا جاتا ہے تاکہ ہر ایک آنکھ اس کا دیدار کر سکے۔

جبہ مبارک کو ہاتھوں میں اٹھانے سے قبل سجادہ نشین اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹتے ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے لئے ہاتھوں پر کوئی چیز لپیٹنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی محض طہارت کافی ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس پیرھنِ رسول ﷺ کو چھونے کے لئے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹا جاتا ہے یہ کمالِ ادب کی ایک ایسی اعلیٰ مثال ہے جو کہیں اور نہیں ملتی۔

محرم الحرام

محرم الحرام کی دس تاریخ کو سجادہ نشین اپنی جماعت کے ہمراہ خانقاہ کے قبرستان میں ایک مرحوم فقیر کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں۔ روایت کے مطابق یہ قبر ایک جن فقیر کی ہے جس نے ایک دوسرے فقیر کی قبر سے نکل کر اس وقت کلہاڑی چھین لی تھی جب وہ قبرستان میں درخت کاٹ رہا تھا۔ چنانچہ فقیر نے جا کر حضرت حافظ الملتؒ سے شکایت کی۔ اس پر آپ نے مرحوم فقیر کو بلوایا اور دوسرے فقیر کی کلہاڑی اس شرط اور وعدہ پر واپس کرائی کہ حضرت حافظ الملتؒ اور ان کے بعد کے مشائخ ہر سال محرم میں یوم عاشورہ کو فقیر مذکورہ کی قبر پر فاتحہ بخشوانے آئیں گے، لہٰذا یہ فاتحہ خوانی اسی فقیر سابق سے ایفائے عہد کے سلسلے میں ہوتی ہے۔ 1

بعد میں رات کو جماعت کے تمام فقراء ایک دوسرے سے حقوق بخشواتے ہیں یہ دراصل حضرت امام حسینؑ کی سنت میں کیا جاتا ہے جب انھوں نے یزیدی لشکر سے جنگ سے قبل اپنے ساتھیوں اور اہلِ خانہ سے حقوق بخشوائے تھے۔

عیدین

عیدین کے روز سجادہ نشین دستار اور عصا کے ہمراہ بنگلہ سے نکلتے ہیں، پہلے روضہ حضرت حافظ الملتؒ پر حاضری دیتے ہیں پھر عیدگاہ کی جانب روانہ ہوتے ہیں جماعت کے فقراء لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں لگاتے ہوئے ہمراہ چلتے ہیں۔ عید قرباں ہو تو عیدگاہ سے نکلتے ہی دروازہ پر دنبہ کی قربانی کی جاتی ہے۔ گھروں کو واپسی آنے والے راستے کے برعکس دوسرے راستے سے کی جاتی ہے، اور واپسی عموماً اونٹوں پر ہوتی ہے

---

1 معارف حافظ الملتؒ ص 91 از مقالہ مولانا عبداللطیف سکندری

تقریباتِ عرائس

یہ عرائس مندرجہ ذیل تاریخوں میں ہر سال منائے جاتے ہیں

1۔ حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت (10 جمادی الثانی)

2۔ حضرت حافظ محمد عبداللہ قدس سرہٗ (25 رجب المرجب)

3۔ حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن صاحبؒ (9 جمادی الاول)

4۔ حضرت پیر عبدالرحیم شہید (29 رجب المرجب)

ان ایام میں خانقاہ کے فقراء دور دراز سے شرکت کے لئے آتے ہیں، انکی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے۔ جن میں مرد، بچے، بوڑھے۔ عورتیں سبھی شامل ہوتے ہیں یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ رواتی خانقاہوں کے برعکس۔ یہاں قطعاً کوئی غیر شرعی امور کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ حضرت حافظ الملتؒ جس طرح خود ان غیر اسلامی اور خلاف شرعی امور سے نفرت کرتے تھے بعینہٖ وہی اسپرٹ جماعت کے اندر موجود ہے۔ نہ ہی یہاں ڈھول باجے ہوتے ہیں اور نہ ہی میلے ٹھیلے کا منظر ہوتا ہے، بلکہ اس کے برعکس ہر ایک کے دل میں حضرت حافظ الملت اور دیگر مشائخ بھرچونڈی شریف کی محبت و عقیدت کے جزبات موجزن ہوتے ہیں۔ مولود خوانی، ذکر و فکر کی مجلسیں، مشائخ بھرچونڈی شریف کے تذکرے، زیارت روضہ حضرت حافظ الملت اور لنگر خوانی ہی یہاں کے میلے ہیں۔

عرس کی تاریخ سے ایک روز قبل عصر کی نماز سے پہلے جانوروں کی قربانی کی باقاعدہ تقریب منعقد ہوتی ہے، جسے تکبیریں کہا جاتا ہے۔ یہ تقریب قابلِ دید ہوتی ہے۔ سجادہ نشین دستار اور علماء کے ہمراہ سینکڑوں فقراء کے جلو میں اُس جگہ آتے ہیں جو عموماً تکبیروں کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ مولودی حضرات نہایت

سوز و گداز سے مولود شریف پڑھتے ہیں ۔ سجادہ نشین کی وہاں نشست ہوتی ہے
جو جیسے چاہتے ہیں جانور کے ذبح کرنے کے لئے چھری وغیرہ عطا کرتے ہیں۔ جتنے
جانور موجود ہوتے ہیں ذبح کئے جاتے ہیں، تقریب کا اختتام دعا پر ہوتا ہے۔
اس کے اگلے یعنی عرس کے روز مسجد میں عرس کا ختم شریف ہوتا ہے۔ مولود، نعت
خوانی اور تقاریر ہوتی ہیں پھر طعام لایا جاتا ہے اس پر ختم اور دعا پڑھی جاتی ہے
یہ دعا خود سجادہ نشین پڑھتے ہیں ۔ اس کے بعد لنگر پوری جماعت میں تقسیم کیا
جاتا ہے ۔

مقدس راتوں کی تقاریب

ستائیس رجب یعنی شب معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ، ۱۵ شعبان المعظم
یعنی شب برات ، ۲۷ رمضان المبارک یعنی لیلۃ القدر کی راتیں بھی خانقاہ شریف
میں بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہیں ، ان راتوں میں شب بھر ذکر و نوافل کی محفلیں
ہوتی ہیں ، سجادہ نشین مسجد میں تشریف لاتے ہیں ، محفلِ مولود ہوتی ہے ،
فقراء کا جوش و خروش قابلِ دید ہوتا ہے ، حق ھو کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔

غیر مسلم کے قبول اسلام کی تقریب

خانقاہ بھرچونڈی شریف میں آئے دن غیر مسلم آ کر اسلام قبول کرتے ہیں یہ سلسلہ
حضرت حافظ الملت رح کے دور سے جاری ہے ، اندازہ ہے کہ اب تک لاکھوں کی تعداد
میں غیر مسلم مشائخ بھرچونڈی شریف کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکے ہیں۔
یہ تقریب عموماً جمعہ کے روز ہوتی ہے ، غیر مسلم خواہ مرد ہو یا عورتیں، سجادہ نشین
کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھتے ہیں ، سب سے پہلے ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اسلام
قبول کرنے کے لئے ان پر کوئی دباؤ یا زبردستی تو نہیں ، جب وہ اس بات کا برملا

اظہار کرتا ہے کہ وہ محض اپنی مرضی و منشاء کے مطابق مسلمان ہو رہا ہے، تب اسے ایمان مفصل، ایمانِ مجمل اور کلمہ طیبہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد سجادہ نشین اور پھر موجود پوری جماعت اسے مبارکباد پیش کرتی ہے۔ اس دوران چند فقراء مخصوص مولود شریف نہایت سوز و گداز سے پڑھتے ہیں، جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ "آج کچھ لوگ حبیب مصطفیٰ صؐ کے دین پر آئے ہیں۔ اب بہت سے اور آئیں گے اور یہ مقامِ شکر ہے"

اس کے بعد نومسلم کی دل کھول کر مالی امداد کی جاتی ہے، اس موقع پر چونکہ جماعت کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہوتی ہے جکے باعث نومسلم کے لیئے ایک خاصی بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے۔ جو اسکی تالیفِ قلب کا موجب بنتی ہے۔ آخر میں دُعاءِ خیر ہوتی ہے۔

نمازِ جنازہ

میت کی نمازِ جنازہ مسجد کے متصل جنوبی سمت میں روضہ مبارک کے سامنے ادا کی جاتی ہے۔ دُعا کے بعد میت کو قرآن مجید بخشوایا جاتا ہے۔ اسے اسقاط کا قرآن کہا جاتا ہے، اور باعثِ نجات عذابِ قبر سمجھا جاتا ہے۔

میت کو اُٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چار آدمی چاروں کونوں سے میت کی چارپائی اٹھاتے ہیں پھر چند قدم چل کر چارپائی کو زمین پر رکھتے ہیں اور ہر آدمی سمت بدل کر دوسرے پائے سے میت کی چارپائی اٹھاتا ہے حتیٰ کہ چاروں اطراف مکمل کرنے کے بعد میت کو قبرستان لے جایا جاتا ہے، اس عمل کو چہل قدمی کہا جاتا ہے۔ دورانِ تدفین بھی میت کو قرآن مجید کا ثواب بخشوایا جاتا ہے۔

سجادہ نشین کے دعوت و تبلیغی دورے

خانقاہ کے سجادہ نشین اکثر دعوتی و تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں، یہ دورے عام طور پر سال میں دو مرتبہ شعبان المعظم کے آخر یا صفر کے مہینے میں کئے جاتے ہیں۔ ان دوروں کا مقصد جماعت کے فقراء کو وعظ و نصیحت اور دینی و روحانی تعلیم و تلقین کرنا ہوتا ہے، جماعت کا لاؤ لشکر سجادہ نشین کے ہمراہ ہوتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگتی ہیں، نئے لوگوں کو ذکر کی تلقین کر کے جماعت میں شامل کیا جاتا ہے یوں بیعت ہو کر وہ لوگ اس جماعت کے مستقل رکن بن جاتے ہیں اور اس طرح جماعت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

=

فصل سوئم

حضرت حافظ الملت ؒ مشاھیر کی نظر میں

- **حضرت سید علی گوہر شاہ اصغر پیر پگارو :**

مولائے روم نے مثنوی میں اولیاء کرام کی جو خوبیاں اور کمالات لکھے ہیں وہ سب کے سب بھر چونڈی شریف کے حافظ محمد صدیق علیہ رحمت میں موجود ہیں ۔ [1]

- **حضرت خواجہ غلام فرید ؒ :**

یہ ہستی (حضرت حافظ الملت ؒ) دریائے توحید کی شناور اور بحر حقیقت کی غواص ہے تمنا ہے کہ اس کے محل کا پاؤں پکڑ کر چلوں ۔ [2]

- **حضرت شیخ محمد حسین عرف بھورل سوئی شریف**

آپکی محبت کے پیر حضرت محمد حسین (سجادہ نشین حضرت سید حسن جیلانی) آپکے بارے میں فرماتے تھے کہ " حضور مرشد حضرت جیلانی سائیں ؒ نے حضرت حافظ الملت ؒ کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے جہاں ہمارے فکر و ادراک کی پرواز بھی نہیں پہنچتی " [3]

- **مولانا عبید اللہ سندھی**

(۱) میں نے اپنی طویل پچیس سالہ جلا وطنی میں دنیا کی خاک چھان ڈالی مگر مجھے اپنے مرشد سید العارفین جیسا مرشد نہیں ملا ۔ [4]

(۲) حضرت حافظ الملت ؒ اپنے دور کے جنید اور سید العارفین تھے ۔ [5]

---

1. تعارف عکس جمیل شائع کردہ حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ بھرچونڈی شریف
2. عباد الرحمٰن ص 60
3. پیر پگارا ص 58
4. ۔ ایضاً ۔
5. ۔ ایضاً ۔ ص 59

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

سید حسن شاہ جیلانی بانی خانقاہ سوئی شریف کے یہ فیض یافتہ شیخِ اعظم خانقاہ بھر چونڈی شریف (حافظ محمد صدیق) آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، جن کے فیض و برکات کی شہرت اطراف و اکناف پاک و ہند میں پھیل گئی۔[1]

ڈاکٹر غلام علی الانہ

حضرت حافظ الملت کی خدمات کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا تاج محمود امروٹی، خلیفہ غلام محمد دین پوری مولانا عبد الغفار خان گڑھی اور مولانا محمد شریف بلوچستانی جیسے برگزیدہ عالم و فاضل تیار کر کے قومی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔[2]

حضرت سید مغفور القادری

مالک مقامِ تحقیق حضرت حافظ الملت محمد صدیق رضی اللہ عنہ ان ممتاز ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو قالبِ سنتِ مصطفویہ میں ڈھال لیا تھا۔ اور سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپکی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔[3]

سید محمد فاروق القادری

(۱) اس آخرین دور میں حضرت حافظ الملت مرجعیت کے انتہائی بلند مقام پر فائز تھے۔[4]

(۲) آپکی ذاتِ گرامی اپنے دور میں علم و ادب کا بحرِ محیط، شریعت و طریقت کا مجمع اور آزادی و حریت کا ستون تھی۔[5]

---

1. عباد الرحمٰن ص 15
2. معارفِ حافظ الملت ص 18
3. ذکرِ میلاد کی مقدس محفلیں ص 11
4. نفحات الرحمٰن ص 19
5. جامِ عرفان ص 9

ڈاکٹر محمد یعقوب مغل

آپ مثل پارس کے تھے، جو بھی آپ سے تعلق قائم کر لیتا تھا سونا بن جاتا تھا [1]

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی میمن

حضرت حافظ الملت رح کا پیغام جس جس جگہ پہنچا وہاں ایک روحانی انقلاب برپا ہوا [2]

میر حسان الحیدری

مردانِ حُر کے پیشوا، اور اسلامی، روحانی اور سماجی انقلاب کے عظیم قائد حضرت حافظ الملت صدیق الامت واقعی مردِ کامل تھے [3]

مولانا کوثر نیازی

حضرت حافظ الملت رح کی خانقاہ نے جہاد کے ساتھ ساتھ فکری تحریک، علمی تحریک اور سیاسی تحریک کو بھی معراج تک پہنچایا، جہاد کے نام پر بھرچونڈی شریف کی خانقاہ سے جو عالمگیر تحریک اٹھی، اسکی مثال ہندوستان اور پاکستان کی کوئی خانقاہ اور کوئی سلسلہ تصوف پیش نہیں کر سکتا [4]

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

حضرت حافظ الملت رح کے یہاں ذکر کی پابندی، سادگی، درویشی اور شریعت و سنت کی حد درجہ پاسداری کے مناظر ناظرین کے سامنے آتے تو انہیں عہدِ صحابہ کرام کی یاد تڑپاتی تھی [5]

---

1. معارف حافظ الملت رح ص 71
2. - ایضاً ـــــ ص 76
3. ذکر میلاد کی مقدس محفلیں ص 9
4. اقتباس از خطاب تیری حافظ الملت کانفرنس خانقاہ بھرچونڈی شریف مورخہ 26، نومبر 1995ء
5. معارف حافظ الملت رح ص 116

کریم بخش دادا سندھی

حضرت حافظ الملت رح اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور سیاسی بصیرت رکھنے والے بزرگ تھے [1]

عبدالحمید خان (مصنفِ مردِ مومن)

حضرت حافظ الملت محمد صدیق بھرچونڈی والے اپنے زمانے کے امام الاولیاء تھے [2]

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

سید العارفین حافظ الملت و دین حضرت حافظ محمد صدیق بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف انہیں لوگوں میں شامل ہیں جن کو موجِ نفس شمع کشتہ کو جلا سکتی ہے جن کی خلوت گزینی پر رونقِ انجمن نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے، جن کے سینے معرفت کے خزینے ہیں۔ اور جن کی آستینوں میں ید بیضاء چھپے بیٹھے ہیں [3]

مولانا عبدالوہاب چاچڑ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرشد الموحدین حافظ الملت حضرت مرشد قدس سرہ کے فیضِ عرفان شروع ہونے کے بعد سندھ، پنجاب اور دیگر علاقوں میں جو بھی فیض رساں اولیاء، مجاہد اور علماء پیدا ہوئے ان سب کا روحانی ربط حضرت حافظ الملت رح کے ساتھ ہے [4]

سید سراج احمد شاہ سجادہ نشین امروٹ شریف

حضرت حافظ الملت رح کی ہستی کے بارے میں کچھ کہنا میرے نزدیک آفتاب کو چراغ دکھانے

---

1. سندھ جے عالمن جا سو شعری کارناما ص 67
2. مردِ مومن ص 20
3. معارف حافظ الملت ص 113 (دوسوئم)
4. ایضاً ص 23 (دوئم)

مترادف ہے، میرا عقل اور علم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انکی ذات پر تبصرہ کر سکوں
تنا عرض کرتا ہوں کہ ان کے مرید اور شاگرد جس مقام تک پہنچے اور ان سے اللہ تعالیٰ
نے احیاءِ اسلام کی جو خدمات لیں وہ سب حضرت حافظ الملت رح کے کی بدولت میں
سے کی بدولت ہیں [1]

مولانا محمد مراد ہالیجوی (منزل گاہ سکھر)

انگریز کا اس ملک سے نکل جانا بھی حضرت حافظ الملت" اور انکے جانشینوں و خلفاء
کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اس کے علاوہ اس خطے میں توحید کا جو اثر ہے وہ بھی
حضرت حافظ الملت رح کی تعلیمات کا نتیجہ ہے، یہ تعلیمات دور دور تک پھیلیں اور جس
کے باعث پورا معاشرہ تبدیل ہو گیا [2]

ڈاکٹر مجید اللہ قادری (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بریلوی)

حضرت حافظ الملت محمد صدیق رح قدس سرہ العزیز بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف
وادی سندھ کے ایک عظیم روحانی پیشوا تھے آپنے جو پودا رشد و ہدایت کے سلسلے
میں 1260ھ میں بویا تھا وہ پورے سندھ کو اب اپنے سایہ میں لئے ہوئے ہے
آپکا تقویٰ و طہارت 1308ھ تک لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا لیکن قبولیت اس کو
کہتے ہیں کہ آپکی خانقاہ، مزار اور سعودیت آج بھی اُسی تقوے اور طہارت سے
جاری ہیں [3]

---

[1] زبانی اظہار خیال خانقاہ امروٹ شریف مورخہ ۱۷، اپریل 1996ء
[2] زبانی اظہار خیال مدرسہ منزل گاہ سکھر مورخہ ۱۸، اپریل 1996ء
[3] بذریعہ تحریر سندھ یونیورسٹی کراچی مورخہ ۱۴۰۱۶، اپریل 1996ء

اختتامیہ

اِس کے ساتھ ہی ہم عارف باللہ حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت اور اُن سے تعلق رکھنے والے دیگر سالکانِ راہِ طریقت کے تذکرے کا اختتام کرتے ہیں ہیں۔ ہم نے ایک طویل وقت اِس کام میں صرف کیا ہے۔ تصوف اور اہلِ صفائے کا تذکرہ کوئی آسان کام نہیں ہے، ایسی ہستیوں پر تحقیق و قلم اُٹھانا نہایت کٹھن اور دشوار امر ہے اور اسے وہ لوگ بہتر جانتے ہیں جنکا اِن کاموں سے واسطہ پڑا ہے۔

ہم نے اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے طویل اور دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کیا ہے اور اپنی منزل پر پہنچ کر ذاتِ باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اُس کے فضل و رحمت کے سائے میں پناہ لیتے ہیں۔ اور اپنی اِس حقیر کوشش کو اپنے بزرگوں کی نگاہِ عنایت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں - ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کام مکمل ہو چکا ہے ابھی شاید کئی اور آئیں۔ لیکن آئندہ جو بھی اِس طرف رجوع کرے گا انشاءاللہ ہماری یہ سعیِ ناتمام اُس کے لئے سنگِ میل ثابت ہوگی۔

تمت بالخیر

کتابیات

نمبر	مصنف	کتاب	اشاعت	ناشر/پبلشر
1	ارشد عبدالرشید	بیس بڑے مسلمان	1969ء	مکتبہ رشیدیہ 23 شاہ عالم مارکیٹ لاہور
2	اختر عباداللہ خواجہ	علم تصوف	1951ء	ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور
3	الانہ غلام علی ڈاکٹر	پاکستان کی تحریک میں سندھ کا حصہ	1983	مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی
4	آر سید عبدالواحد / تاج جویو	واچٹ ویراگین جا (سندھی)	1987	سندھی ادبی سہکار سنگت حیدرآباد
5	ایبک ظفر الحسن	خاطرات	1990	سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
6	احمد خان گرامی مولانا	بیاض احمدی (سندھی)	ندارد	سورت پریس گگوٹلی
7	اصغر حسن سید	حیات شیخ الہند	1977ء	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
8	کرم شاہ الازہری سید	ضیاء القرآن (تفسیر)		ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
9	انصاری محمد ابراہیم	تاریخ سندھ (سندھی)	1983-84ء	عجائب اسٹور فیئر روڈ سکھر
10	امیر خورد / ترجمہ اعجاز الحق قدوسی	سیر الاولیاء	1986ء	اردو سائنس بورڈ لاہور
11	امین الدین احمد حکیم	صوفیائے نقشبند	1987ء	مقبول اکیڈمی انارکلی لاہور
12	بلگرامی غلام علی آزاد / ترجمہ مولانا محمد خالد شاہ	مآثر الکرام	1983ء	دائرۃ المصنفین کراچی
13	بلوچ نبی بخش ڈاکٹر	قافیون (سندھی)	1987ء	سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
14	بخاری محمود شاہ ڈاکٹر	عرفان امروٹی (سندھی)	1991ء	آزاد کیمونیکیشنز کراچی
15	بخاری سید اسرار بر قیصر	حیات مغفور	1403ھ	فریدیک اسٹال اردو بازار لاہور
16	بخاری محمود شاہ ڈاکٹر	وطن جی آزادی جو امام (سندھی)	/	شمع بار پبلی کیشنز حیدرآباد
17	بدر اسحاق	اسرار الاولیاء	/	نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی
18	بریلوی احمد رضا امام	فتویٰ رضویہ	1991ء	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لاہور
19	بخاری ابو اسحاق / ترجمہ پیر محمد حسن ڈاکٹر	التعرف	1391ھ	المعارف گنج بخش روڈ لاہور

20 بلاذری احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان 1962ء، النفیس اکیڈمی کراچی
ترجمہ ابوالخیر مودودی

21 بلگرامی ضیاء تسنیم، روشنی کے مینار 1981ء، کتاب سو پبلشرز زیب النساء اسٹریٹ کراچی

22 بلوچ نبی بخش خان ڈاکٹر، سندھی صحافت (ارتقاء پر تاریخ سندھی) 1988ء، انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی سندھ یونیورسٹی

23 بکھری میر معصوم، تاریخ معصومی 1985ء، سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
ترجمہ امیر احمد مخدوم

24 بھٹو محمد موسیٰ، پریں جی پچار (سندھی) 1989ء، سندھی سیل اکیڈمی حیدرآباد

25 پتافی محمد ارشد فقیر، تذکرہ نور 1985ء، انجمن خدام الاولیاء دیناہ کے شریف فیصل آباد

26 توکلی نور بخش، تذکرہ مشائخ نقشبند 1976ء، نوری بک ڈپو داتا دربار لاہور

27 تھانوی اشرف علی مولانا، التکشف 1986ء، علی کامران پبلشرز لاہور

28 ٹالپور محمد جمن، سندھ جا اسلامی درسگاہ (سندھی) 1982ء، سندھ ہجرہ کمیٹی سردار پریس حیدرآباد

29 جامی عبدالرحمٰن، نفحات الانس ،، مدینہ پبلشنگ کمپنی جناح روڈ کراچی
ترجمہ شمس بریلوی

30 جاوید قاضی، سرسید سے اقبال تک 1979ء، بک ٹریڈرز پوسٹ بکس 1854 لاہور

31 جتوئی عبدالرحمٰن، سندھ جو سورمو (سندھی) ،، سندھی ساہت سوسائٹی شکارپور سندھ

32 جتوئی عبدالرحمٰن، سوانح حیات تاج محمود امروٹی (سندھی) 1995ء، محمد عظیم اینڈ سنز شاہی بازار شکارپور

33 جیلانی عبدالقادر شیخ رضی، فتوح الغیب 1993ء، نذیر سنز اردو بازار لاہور
ترجمہ محمد علی چراغ

34 جیلانی عبدالقادر شیخ، الفتح ربانی 1989ء، دارالاشاعت اردو کراچی
ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی

35 جوکھیو اللہ بخش ایم اے، بکھر جے بزرگن جو سیاست میں حصو (سندھی) ،، منظور احمد لغاری واری نزد جبل شاہ جو کوش سکھر

36 جعفری رئیس احمد، تاریخ تصوف اسلام 1956ء، کتاب منزل لاہور

37 جمعہ محمد لطفی، تاریخ فلسفۃ الاسلام 1964ء، مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی
ترجمہ میر ولی الدین ڈاکٹر

38 چراغ محمد علی، رکا یوٹ تحریک پاکستان 1991ء، سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

نمبر	مصنف	کتاب	سن	ناشر
39	چشتی احمد علی مولوی	قصرِ عارفاں	1988ء	مکتبہ مظہرِ فیضِ رضا برج متلدی
40	چشتی عبدالصمد خواجہ	اصطلاحاتِ صوفیہ	/	مکہ بکس بخشی اسٹریٹ بیرون موری گیٹ لاہور
41	چشتی یوسف سلیم پروفیسر	تاریخِ تصوف	1976ء	علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور
42	حسان الحیدری میر	معارف حافظ الملت	1993ء	حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ برجونڈی شریف
43	حسان الحیدری میر	تعارف عکس جمیل	/	حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ برجونڈی شریف
44	حبیب احمد چودھری	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	1966ء	البیان چوک انارکلی لاہور
45	حسینی محمد اکبر سید ترجمہ کپتان واحد بخش سیال	شرح جوامع الکلم	1412ھ	بزمِ اتحاد المسلمین طارق روڈ لاہور کینٹ
46	حمید الدین ڈاکٹر	تاریخ اسلام	1987ء	فیروز سنز لمیٹڈ کراچی
47	دردائی معین الدین پروفیسر	مجلسِ صوفیاء	1986ء	نفیس اکیڈمی کراچی
48	درخواستی عبداللہ مولوی	سلسلہ حضرت دینپوری	/	بولان مسلم پریس کوئٹہ
49	دریابادی عبدالماجد	تصوفِ اسلام	1393ھ	المعارف گنج بخش روڈ لاہور
50	داراشکوہ شہزادہ ترجمہ لطفی محمد علی	سفینۃ الاولیاء	1961ء	نفیس اکیڈمی بلاسس اسٹریٹ کراچی
51	دہلوی شاہ ولی اللہ محدث ترجمہ محمد سرور	القول الجمیل	/	ایچ وائی پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور
52	دہلوی شاہ ولی اللہ محدث ترجمہ عبدالحق حقانی	حجۃ اللہ البالغہ	1302ھ	نور محمد اصح المطابع کارخانہ کتب کراچی
53	دہلوی شاہ ولی اللہ محدث ترجمہ رشید احمد انصاری	الفوز الکبیر	/	نذیر سنز پبلشرز اردو بازار لاہور

54 ڈی اولیری / فلسفہ اسلام / ترجمہ احسان احمد ملک / نفیس اکیڈمی بلاسس اسٹریٹ کراچی

55 راشدی حسام الدین سید / هو تو پيغمبر شيخن (سنڌي) / 1977ء / سنڌي ادبي بورڊ حيدرآباد

56 راشدی علی محمد پیر / امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی (سنڌي) / 1992ء / سنڌي ادبي بورڊ حيدرآباد

57 راشدی معین العابدین / سندھ کے دوست / 1995ء / انجمن پیغام رضا یوسف پلس لطیف حیدرآباد

58 رومی جلال الدین / فیہ ما فیہ / 1987ء / ادارہ ثقافت اسلامیہ اسلام آباد

59 راغب الطباخ علامہ / تاریخ افکار و علوم اسلامی / ترجمہ افتخار احمد بلخی / 1976ء / اسلامک پبلی کیشنز شاہ عالم مارکیٹ لاہور

60 زرداری محمد لائق ڈاکٹر / تحریک پاکستان ۾ سنڌ جو حصو (سنڌي) / 1984ء / قاضی محمد قاسم نیشنل یونیورسٹی مورو سندھ

61 سندھی عبید اللہ مولانا / قرآنی دستور انقلاب / / ادارہ نشریات اسلام اردو بازار لاہور

62 سندھی عبید اللہ مولانا / التمهيد (عربی) / 1396ء / سنڌي ادبي بورڊ جام شورو حيدرآباد

63 سندھی عبید اللہ مولانا / شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریکیں / / سندھ ساگر اکیڈمی لاہور

64 سندھی عبید اللہ مولانا / کابل میں سات سال / / سندھ ساگر اکیڈمی لاہور

65 سندھی عبید اللہ مولانا / شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ / / سندھ ساگر اکیڈمی لاہور

66 سندھی عبد المجید میمن / تذکرہ شعرائے سکھر (سنڌي) / 1965ء / سنڌي ادبي سوسائٽي حيدرآباد

67	سندھی عبدالمجید میمن	پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں	1994ء	سنگِ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
68	سندھی کریم بخش دادا	سندجے عالمن جا سونهري كارناما (سندھی)	1989ء	سندھی تحقیقی بورڈ حیدرآباد
69	سراج ابونصر شیخ	کتاب اللمع ترجمہ سید اسرار بخاری	1984ء	اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور
70	جی ایم سید	جنب گذاریم جن سین (سندھی)	1989ء	سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
71	سہروردی شہاب الدین	عوارف المعارف ترجمہ شمس بریلوی	1977ء	مدینہ پبلشنگ کمپنی جناح روڈ کراچی
72	سلیم یزدانی	فکرِ فرید	1985ء	ایجوکیشنل پریس کراچی
73	شاہ مسیح اللہ مولانا	شریعت و تصوف	1984ء	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ریلوے روڈ لاہور
74	شاہد حسین خان	سردار امین کھوسہ ایک مطالعہ	1991ء	مجلسِ یادگار محمد امین کھوسہ علی گڑھ کالونی
75	شعرانی عبدالوہاب	البحر المورود	1966ء	صفیہ اکیڈمی پی آئی بی کالونی کراچی
76	عباسی نور محمد	وطن جي آزادي جو پيرو (سندھی)	1987ء	شہباز پبلی کیشنز حیدرآباد
77	عبداللہ عبدالغنی	تاریخ سندھ (سندھی)	1984ء	انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی جامعہ سندھ کراچی
78	عباسی محمد تسنیم	حضرت خواجہ غلام فرید حیات و تعلیمات	1994ء	محکمہ تعلقاتِ عامہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور

79	عبداللہ لغاری مولانا	مولانا سندھی سرگزشت کابل	1980ء	قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت اسلام آباد
80	عابد عبدالجبار ڈاکٹر	تحریک آزادی میں سندھ کا کردار (حصہ اول)	1992ء	رھبر یونائیٹڈ پبلی کیشنز حیدرآباد
81	عابد عبدالجبار ڈاکٹر	تحریک آزادی میں سندھ کا کردار (حصہ دوئم)	1992ء	رھبر یونائیٹڈ پبلی کیشنز حیدرآباد
82	عبدالحمید خان	مرد مومن	1984ء	فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
83	عباسی محمد علی قاضی	تحریک خلافت	1990ء	بستانِ ادب لاہور
84	عبدالرحمٰن ابن جوزی	تلبیس ابلیس	/	میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی
85	عبداللہ ملک	داستانِ خانوادہ مولانا احمد علی لاہوری	1979ء	کوثر پبلشرز شوکت حیات کالونی ماڈل ٹاؤن لاہور
86	عبیدی حامی دین پوری	یدِ بیضاء	1976ء	خانقاہ قادریہ راشدیہ دین پور
87	عبدالغنی ابن عزیز الدین	نزہۃ الخواطر	1965ء	مقبول اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
88	عبدالحق ڈاکٹر / یوسف شیدائی بر تعمیر	مسلم فلسفہ	1988ء	عزیز پبلشرز چوک اردو بازار لاہور
89	عالم فقری علامہ	اللہ سے دوستی	1992ء	ادارہ پیغام القرآن کالا خطائی روڈ شیخوپورہ
90	عبدالحکیم خلیفہ	حکمتِ رومی	1987ء	ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور

91 عبدالرحمٰن ابن خلدون — مقدمہ ابن خلدون — 1970ء — نفیس اکیڈمی کراچی

92 عطار فریدالدین خواجہ — انوار اولیاء — 1985ء — شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

93 عطار فریدالدین خواجہ — تذکرۃ الاولیاء — 1990ء — شبیر برادرز اردو بازار لاہور
ترجمہ مبارک علی قادری

94 علی ہجویری سید — کشف المحجوب — 1983ء — مدینہ پبلشنگ کمپنی جناح روڈ کراچی
ترجمہ علامہ معین الدین نعیمی

95 غلام رسول چودھری — مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ — 1983ء — علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور

96 غزالی ابو حامد محمد امام — منہاج العابدین — / — مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی
ترجمہ سعید احمد نقشبندی

97 غزالی ابو حامد محمد امام — مکتوب امام غزالی — / — مکتبہ تھانوی بندر روڈ کراچی
ترجمہ محمد جمیل الدین

98 غزالی ابو حامد محمد امام — مکاشفۃ القلوب — 1990ء — دارالاشاعت اردو بازار کراچی

99 غزالی ابو حامد محمد امام — احیاء العلوم — / — مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
ترجمہ محمد حسن نانوتوی

100 فضل حق خیر آبادی مولانا — باغی ہندوستان — 1978ء — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

101 فلاحی عبداللہ حمید — تاریخ دعوت جہاد برصغیر کے تناظر میں — 1986ء — فضل اینڈ سنز اردو بازار کراچی

102 قادری عبدالحکیم شرف — تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان — 1989ء — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

نمبر	مصنف	کتاب	سن	ناشر
103	قادری ایاز حسین / نواز علی بلوچ	اسان جي آزادي جا اگواڻ (سندھی)	1986ء	قائداعظم اکیڈمی کراچی
104	قادری معین الدین احمد / شمس بریلوی	لمعات خواجہ	1987ء	معین الادب گلبرگ کراچی
105	قانع علی شیر / ترجمہ مخدوم امیر محمد	تحفۃ الکرام (سندھی)	1957ء	سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
106	قصوری محمد صادق	اکابرین تحریک پاکستان	1989ء	نوری بک ڈپو لاہور
107	قادری عبیداللہ	امام احمد رضا اور علماء سندھ	1995ء	المختار پبلی کیشنز جاپان مینشن ریگل پلازہ کراچی
108	قدوسی اعجاز الحق	تذکرہ صوفیائے سندھ	1959ء	اردو اکیڈمی بندر روڈ کراچی
109	قدوسی اعجاز الحق	تاریخ سندھ حصہ اول	1984ء	اردو سائنس بورڈ لاہور
110	قدوسی اعجاز الحق	تاریخ سندھ حصہ دوئم	1984ء	اردو سائنس بورڈ لاہور
111	قدوسی اعجاز الحق	تاریخ سندھ حصہ سوئم	1984ء	اردو سائنس بورڈ لاہور
112	قدوسی اعجاز الحق	سندھ کی تاریخی کہانیاں	1992ء	نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد
113	قدوسی اعجاز الحق	تذکرہ صوفیائے پنجاب	1962ء	سلمان اکیڈمی کراچی
114	قاسم محمود سید	اسلامی انسائیکلوپیڈیا	ء	شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی
115	قادری ابوالحسنات / رمضان علی	مخزن فیضان	1987ء	جمعیت علماء سکندریہ دربار پیر گوٹھ ضلع خیرپور

116 قشیری ابوالقاسم امام، الرسالۃ القشیریہ، 1975ء، ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد
ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن

117 کلیم محمد دین قادری، تذکرہ مشائخ قادریہ، 1985ء، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

118 کوثر انعام الحق ڈاکٹر، تحریک تصوف بلوچستان میں، 1995ء، سیرت اکیڈمی مسلم ٹاؤن کوئٹہ

119 کوثر انعام الحق ڈاکٹر، مکاتیب یوسف عزیز مگسی، 1978ء، مجلس ترقی ادب لاہور

120 کوثر انعام الحق ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو، 1986ء، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد

121 کوثر انعام الحق ڈاکٹر، نبی اکرمؐ کا ذکر مبارک بلوچستان میں، 1983ء، اسلامک پبلی کیشنز شاہ عالم مارکیٹ لاہور

122 کوثر انعام الحق ڈاکٹر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، 1986ء، اردو سائنس بورڈ اپر مال لاہور

123 کوپر غلام فرید، سوانح حیات حضرت حافظ اللہ، 1981ء، عبداللہ پرنٹنگ پریس موچی بازار سکو

124 گیلانی محمد اولاد علی، اولیائے ملتان، 1964ء، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

125 للّٰہی محمد حسین، ناصح السالکین، ؍، شعاع ادب چوک انارکلی لاہور

126 لینگر ولیم ایل، انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم حصہ اول، 1968ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
ترجمہ غلام رسول مہر

127 محمد فاروق القادری سید، جامِ عرفان، دوئم 1994ء، فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور

128 محمد فاروق القادری سید، نفحات الرحمٰن، 1994، حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ بورے والا شریف

129 محمد سرور — خطبات و مقالات مولانا سندھی — 1987ء — سندھ ساگر اکیڈمی ریٹی گن روڈ لاہور

130 محمد سرور — افادات و ملفوظات مولانا سندھی — 1987ء — سندھ ساگر اکیڈمی ریٹی گن روڈ لاہور

131 محمد سرور — تعلیمات مولانا عبید اللہ سندھی — 1953ء — سندھ ساگر اکیڈمی لاہور

132 محمد علیم اللہ ملک — تحریک و تاریخ پاکستان — 89-1988ء — قریشی برادرز چوک اردو بازار لاہور

133 محمد عیسیٰ شیخ — کامل اولیاء — 1993ء — ادارۃ المعارف جیلانیہ قادریہ سوئی شریف

134 مدنی حسین احمد مولانا — تحریکِ ریشمی رومال — 1988ء — کلاسک 42 مال روڈ لاہور

135 محمد فیوض الرحمٰن حافظ — مشاہیر علماء دیوبند جلد اول — 1976ء — المکتبۃ العزیزیہ 13 اردو بازار لاہور

136 محمد اکبر شاہ حافظ — اکابر علماء دیوبند — / — ادارہ اسلامیات 190 انارکلی لاہور

137 محمد بن علوی المالکی ترجمہ میر حسان الحیدری — ذکرِ میلاد کی مقدس محفلیں — 1993ء — حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ بھویوالہ شریف

138 مظہر دل ایڈووکیٹ — عظمتوں کے چراغ حصہ اول و دوم — 1986ء — مجلسِ کارکنانِ تحریکِ پاکستان ملتان

139 منظور دل ایڈووکیٹ — ہماری تحریکیں حصہ اول — 1991ء — مجلسِ کارکنانِ تحریکِ پاکستان ملتان

140 مقصود ایاز / محمد ناصر — شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا — 1997ء — شعاعِ ادب چوک انارکلی لاہور

141 مغفور القادری سید — عباد الرحمٰن بار اول — 1969ء — فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور

نمبر	مصنف	کتاب	سن	ناشر
142	مغفور القادری سید عبادالرحمٰن	باردوئم	1991ء	فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور
143	محمد مسعود احمد پروفیسر	تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم	1987ء	ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
144	سعدی ابوزہرہ ترجمہ غلام احمد حریری	اسلامی مذاہب	/	ملک برادرز پبلی کیشنز فیصل آباد
145	ملک خورشید نعیم	حسین بن منصور حلاج شخصیت اور افکار	1990ء	سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
146	مصلح الدین علیہ الرحمٰن	بزم صوفیہ	1988ء	علامہ ابوالبرکات اکیڈمی گنج بخش روڈ لاہور
147	محمد عبداللہ ملک	تاریخ پاک وہند	1988ء	قریشی برادرز چوک اردو بازار لاہور
148	محمد اکرام شیخ	موج کوثر	1986ء	ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور
149	محمد زکریا مولانا	تاریخ مشائخ چشت	1397ھ	مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی
150	محمد طاہر القادری پروفیسر	حقیقت تصوف حصہ اول	1990ء	ادارہ منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور
151	محمد ابراہیم ابواسحاق ترجمہ شرح محمد یعقوب سلطانی	سیر تصوف	1989ء	نیشنل بک فاؤنڈیشن
152	ملکانی کیول رام	Story of Sindh	-	—
153	محمد حنیف ہاشمی	خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء	1979ء	اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور
154	مہر غلام رسول	سرگزشت مجاہدین	/	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

نمبر	مصنف	کتاب	سن	ناشر
155	ندوی عبدالسلام	حکمائے اسلام	/	نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد
156	ندوی ابوظفر ندوی	تاریخ سندھ حصہ اول و دوم	1989ء	نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد
157	ندوی ابوالحسن علی مولانا	پرانے چراغ	1984ء	مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی
158	نسیانی سید محمد ٹھٹھوی ترجمہ نیاز احمد ہمایونی	تاریخ طاہری	/	سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
159	نعیمی محمد اقبال احمد	تذکرہ اولیاء سندھ	1987ء	شارق پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
160	نظامی خلیق احمد	تاریخ مشائخ چشت	/	مکتبہ عارفین پاکستان چوک کراچی
161	نعمانی شبلی مولانا	الغزالی	/	نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد
162	نووی امام زکریا بن شرف ترجمہ مولانا قیام الدین چشتی	ریاض الصالحین	1991ء	مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور
163	وفا راشدی ڈاکٹر	مہران نقش	1986ء	مکتبہ اشاعت اردو ملیر کراچی
164	وفائی دین محمد	تذکرہ مشاہیر سندھ حصہ اول	1985ء	سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
165	وفائی دین محمد	تذکرہ مشاہیر سندھ حصہ دوم سوم	19[illegible]ء	سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد
166	ولی الدین میر ڈاکٹر	قرآن اور تصوف	1956ء	ندوۃ المصنفین دہلی
167	ہمدانی سید احمد سعید پروفیسر	شمع جمال تاریخ تصوف	1995ء	ناشاد پبلشرز رائل بلڈرز کوئٹہ

168 ہمدانی سید احمد سعید پیرومیر — حقیقتِ ابدال ورجال غیب 1993ء — حضرت غلام دستگیر اکادمی کوشش

169 ہجویری سید علی گنج ترجمہ واحد بخش سیال — کشف المحجوب 1995ء — الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور

170 ہزاروی عبدالغفور مولانا — سفینۃ العارفین 1986ء — ایجوکیشنل پریس کراچی

مجلات

171 مہران تحریک آزادی نمبر (سندھی) حصہ اول و دوم 1985ء — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

172 مہران سوانح نمبر 1959ء — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

173 مہران سوانح نمبر 1990ء — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

174 مجلہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا بریلوی کراچی شمارہ 1993 / 1414ھ

175 نئین زندگی (سندھی) جلد 33 شمارہ 8-9 اگست 1980ء

176 مہران سوانح نمبر (سندھی) حیدر آباد 1958ء — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

177 الرحیم مشاہیر سندھ نمبر (سندھی) جولائی 1988ء — شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد

178 الولی مولانا عبیداللہ سندھی نمبر اگست، ستمبر 1994ء — شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد

179 قندیل راہ 1409ھ — شعبہ نشر و اشاعت خانقاہ بوچھوڑی شریف

180 شجرۂ طریقت مشائخ بھرچونڈی شریف 1993ء خانقاہ عالیہ بھرچونڈی شریف

181 معارف حافظ الملت نمبر 2 1995ء مرتبہ پیر حسان الحیدری حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ بھرچونڈی شریف

182 معارف حافظ الملت نمبر 3 1995ء مرتبہ محمد پنھل ڈاہر حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ بھرچونڈی شریف

رسائل

183 ماہنامہ آستانہ کراچی دسمبر 1992ء

184 ماہنامہ آستانہ کراچی جنوری 1994ء

185 ماہنامہ تصوف کراچی اکتوبر، نومبر، دسمبر 1983ء

186 ماہنامہ السعید ملتان اکتوبر 1994ء

187 ماہنامہ سندھو دوست (سندھی) کراچی اگست، ستمبر 1994ء

188 ماہنامہ سندھو دوست کراچی نومبر 1994ء

189 ماہوار شریعت سکھر (سندھی) سوانح حیات نمبر اکتوبر 1981ء

190 ماہنامہ شریعت سکھر فروری 1995ء

191 ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ (اولیاء کرام نمبر)

192 ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد جولائی 1978ء

193 ماہنامہ الصادق کراچی (سندھ) مولانا امروٹی نمبر

194 ماہنامہ الصادق کراچی (سندھ) جنوری فروری 1994ء

195 ماہوار سھاڈو حیدرآباد (سندھ) فروری 1996ء

196 ماہنامہ نصیحت سکھر (سندھ) نومبر 1994ء

197 (الف) ماہنامہ توحید حیدرآباد اکتوبر 1944ء

197 (ب) ماہنامہ جہانِ رضا جلد 5 شمارہ 46 1995ء

اخبارات

198 ہفت روزہ الہام بہاولپور 30 نومبر 1972ء

199 روزنامہ پبلک کراچی 23، نومبر 1993ء

200 روزنامہ کاوش حیدرآباد 29 دسمبر 1994ء

201 روزنامہ الوحید سندھ آزاد نمبر 16، جون 1934ء

202 روزنامہ نوائے وقت لاہور 20، جون 1968ء

203 روزنامہ مشرق کوئٹہ 18، اپریل 1976

204 روزنامہ مشرق کوئٹہ 30، مئی 1977ء

205 روزنامہ میزان کوئٹہ 6، مئی 1977ء

206 روزنامہ نعرہ حق کوئٹہ 6 مئی 1977ء

روضہ مبارک حضرت حافظ الملت خانقاہ بھرچونڈی شریف

خانقاہ بھرچونڈی شریف کی مسجد سے روضہ مبارک کا عکس

عصاء مبارک منسوب بہ حضرت حافظ الملتؒ
اور مشائخ بھرچونڈی شریف

تبرکات منسوب مشائخ بھرچونڈی شریف

روضہ مبارک حضرت سید راشد شاہ جیلانیؒ بیر گوٹھ ضلع خیرپور
مرشد حضرت سید حسن شاہ جیلانی سوئی شریف

مزار حضرت خلیفہ دل مراد صاحبؒ واقع ٹنگوانی
ضلع جیکب آباد
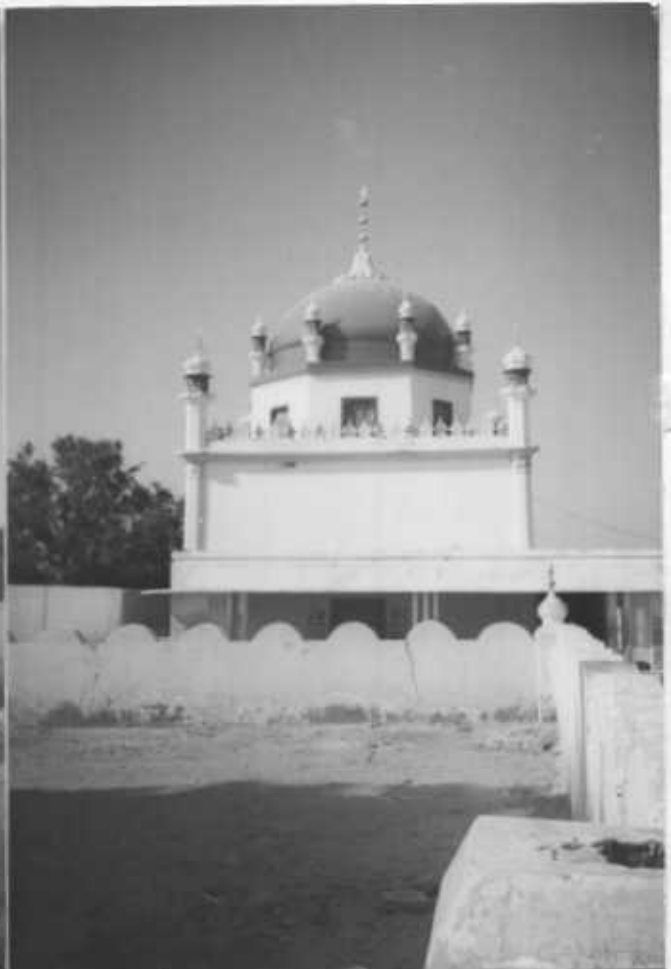
روضہ حضرت سید محمد حسن جیلانی سوئی شریف
مرشد حضرت حافظ الملتؒ

حضرت حافظ الملت
کی بنائی ہوئی
تین مینارہ کی
یہ مسجد جہاد کے زریعے
مندر کو گرا کر تعمیر
کی گئی
نزد رحیم یار خان

اسٹیشن ڈہرکی
کے قریب واقعہ
یہ مسجد حضرت
حافظ محمد عبداللہ
قدس سرہ نے
تعمیر کرائی۔

خلیفہ حضرت
سید تاج محمود
امروٹی کی قائم کردہ
مسجد واقع
امروٹ شریف

سجادہ نشین
خانقاہ بھرچونڈی
شریف جبہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کرتے ہو

(دائیں سے بائیں)
ڈاکٹر عبدالمجید سندھی
(مرحوم) راقم، سجادہ
نشین حضرت پیر
عبدالخالق، ڈاکٹر
یعقوب مغل اور
ڈاکٹر انعام الحق
کوثر

تیسری حافظ الملت
کانفرنس کا
ایک منظر

مزار حضرت خلیفہ ابوسراج غلام محمد دین پوری
دین پور (خان پور)

مزار حضرت خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ (گڑھی امروٹ شریف)
ضلع شکارپور

حضرت حافظ الملتؒ کے خلفاء حضرت مولانا عبدالغفار خان گڑھیؒ
اور حضرت مولانا احمد صاحبؒ کے روضہ کا عکس

مولانا عبیداللہ سندھی کی مزار دین پور (خانپور)

TITLE

"CRITICAL STUDY OF SCHOLASTIC,RELIGIOUS & SPRITUAL SERVICES OF HAZRAT HAFIZ-UL-MILLAT MUHAMMAD SIDDIQUE BHARCHOONDI SHARIF."

THESIS FOR PH.D

MUHAMMAD BAKHSH QAMAR

SINDH UNIVERSITY JAMSHORO

Department of comparative Religions and Islamic Cultuer

<u>**TITLE**</u>

"CRITICAL STUDY OF SCHOLASTIC,RELIGIOUS & SPRITUAL SERVICES OF HAZRAT HAFIZ-UL-MILLAT MUHAMMAD SIDDIQUE BHARCHOONDI SHARIF."

THESIS FOR PH.D

MUHAMMAD BAKHSH QAMAR

SINDH UNIVERSITY JAMSHORO

Department of comparative Religions and Islamic Cultuer

THESIS FOR PH.D

"Critical Study of Scholastic, Religious, and Spritual Service of Hazrat hafiz-ul-Millat Mohammad Siddique Bharchoondi Sharif"

Under Supervision

Dr,abdul Wahid. J.Halepota
Ex Chairman Department of Comparative Religions and Islamic Culture.

Universiry of Sindh Jamshoro.

Research
1996

Muhammad Bakhsh Qamar

IN THE NAME OF ALLAH
THE BENEFICENT, THE MERCIFUL.

SUMMARY

This is a bright fact that those grand personalities who have promoted Islam in true sense of the word in Pak and India. They are the mystics and friends of Allah glorified be He. This grand efforts for this region is the graceful embodiment the grand elders have left behind the indelible marks of their behaviour & conduct that they will remain till the temporal world exists. They were apparently clad in rags had the power of miracle of "white hand" hidden in their sleeves; inwardly they possessed kingly glory. They were so much carefree that they would not even meet the monarchs. The kings often sought far air to be conferred upon them by calling on them, they would shun them responding that they have two doors f they (kings) would inter the one they would exist the second one. They were the monument mountains of catharsis of mind, following Sunnah and Shariah and embodiment of righteousness and fearing Allah. They were on the ascendancy of sublime knowledge of Allah and self identification; perception of their sublimity is difficult for human mind to comprehend.

They devoted their lives for the cause of their mission through out the corner of subcontinent; India, Sind, any part of the region is not void of these pious slaves of Allah.

One of from among them the pious personalities of the Sindh valley is "sun of godly friendship" who was edifice of truth, catharsis pioneer cavalier of the path of mysticism (Tariquat) and Godly strife (Jehad) Sayyid-ul-Are'feen

Hazrat Hafiz-ul-Millat Muhammad Siddique (mercy be upon him); He is identifier of Allah & pioneer leader apostle of the mystics during the 19th century; who lighted the candle of righteousness, knowledge, godly identification and action that resulted to wide spread illumination of three lacs beetles came around and around in the faraff Bharchoondi sharif during his own life time my from among them reached the zenith of fame in the annals of history: Maulana Ubedullah Sindhi, Hazrat Khalifa Abdu Siraj Ghulam Mohammad Dinpuri, Khalifa Sayyid Taj Muhmood Amroti, Hazrat Khalifa Moulana Ahmed Sahib, Hazrat Shamusdin Ahmed Puri, Hazrat Khalifa Dalmurad Sahib etc. They cherish in memory years to come.

Those availing of Hazrat Hafiz-u-Millat on many of them books have been written and Research work conducted uptil PH.D's level; but it is regretted indeed that the central figure of sayyid-ul-Arefin Hafiz Muhammad siddique has been neglected and no research work mentioning carried out on him.

The more I thank God, lesser it is that He has enabled me to carry up the heavy stone having little vigour, knowledge a little comprehension; this is due to our ancestors attachment to the shrine and allegheny to Qadria Sequence. Hence this relation, dedication and devotion persuaded me not choose for my Ph.D this other than Hazrat Hafiz-ul-Millat sterling personality, scholastic, religious and spiritual; in the presence of these qualities no other subject could be the little of my research. As soon as the topic was approved, I admitted my synopses in the University of Sindh and then turned up to Bharchoondi Sharif and called to Allah glorified be He on the sepulchre of Hafiz-ul-Millat to vouch safe, to favour to grand help in the pursuit of my grand rereach work.

So I start work; source-material was not to much available in black and white; thus had to face hardship; friends and all concerned had to face interviewed; had established rapport with the Jamaet individual and had to travel far a wide; visited the shrines of caliphs of Hazrat Hafiz-ul-Millat, among them are Dinpur Sharif, Amrot Sharif, khangarh Sharif, Ahmed pur Lama Tangwani, Kandhkot, Kashmor, Kot Mithan, Sukkur, Rohri, Sadiqabad, Rahim Year Khan, Garhi Ikhtiar Khan, Ghotk, Mirpur Mathelo, Daharki, Chaghma, interlia to consult Gibraries, visited karachi, hyderabad, Sukkur, Lahore, Khairpur etc, but this was a pursuit to be followed; by the grace of Allah glorified be he and vision of hazrat hafiz-ul-Millat, After the four years passage we have arrived at the destination; how far we have been successful, we do not judgement, we leave the case for the reader, scholars and learned personalities to give their verdict. We cannot claim that we have done full justice of paying due tribute to the glorious personality of Hazrat hafiz-ul-Millat; We are fully aware of our little knowledge, limited perception and incapacity but we humbly say this, translation: "We need no praise but a little consdation will suffice to seeking your search how far we have traversed reaching destination".

We have spent four precious years of our life in this work and feel pleasure that this task has not carried out for temporal purpose, glamour or greed but for the leaser of Allah glorified be He and for the devotion of our perfect sand and to streng then our rapport with him and hope no compensation from any one except the gloried Being

Translation :- "no devotion no dedication, my pursuit my work, your remembrance, your meditation your name, your work."

Thanks compliments.

Again it is matter of pleasure that the counselling personality that destiny has bestowed upon me is a mystics in style, learned scholar and kind to me, in whose presence I have been able to learn a great deal; he has exhorted me to write on my sacred mission in observance of ablution and I have obeyed stread fastly to the possible extend of my capacity. I pray to allah almighty for healthy long life of great personalities like Dr. Abdul Wahid. J Halepota Sahib to shower upon us their favours - counselling and solace; I am greatly indebted to his inspiration, guidance, kindness and generosity; hence my heart felt thanks and compliments are due to him. the more I thank him the greater I feel solace and pleasure.

I pay my heartfelt thanks to Hazrat Pir Abdul Khalique Sahib, the accesses who has extended his co-operation in my grand task; besides I thank all who have been helpful to me, and I feel no compliant against those who could not encourage and help me; may Allah (Be glorified) ouchsafe them as well order of snopses.

The thesis has been devided into nine chapters, the detail thereof follows as under.

Chapter I SPIRITUAL HIERACHY OF HAZRAT HAFIZ-UL-MILLAT.

Chapter II BIOGRAPHIC AFFAIRS AND EFFECTS.

Chapter III CONTRIBUTION AND ACHIEVEMENTS.

Chapter IV ETIQUETTES AND MANNERS.

Chapter V FOLLOWING THE SHARIAH.

Chapter VI SUCCESSORS OF HAZRAT HAFIZ-UL-MILLAT.

Every chapter has been devided into three portions having their subordinate topics through which we have tried to comprehend the complete biography of Hazrat Hafiz-ul-Millat with the persual that nothing of his life personality, contributions, achievements and nothing of his successors, caliphs should remain hidden; in this connection we have tried our best to be exect precise, to the point avoiding un-necessary details with a view to save the thesis from the un-necessary voluminous matter; as the un-necessary length of the theis in the view of research scholars is a defect; the same has been exhorted by my learned worthy guide, Dr. halepota Sahib.

How far we hae been successful in our endeavour, we leave it to you for judgement and vouchsafe favour and help from Allah (Glorified be He) and need the patronage of the saints of our hierachy and again confess our humility and weekness; we formly believe Allah (Glorifed be He) causes the powerful the vulnerable and the vice versa.

We hope the learned scholars will connive at our pitfalls and short comings, they will consider our effort a flower in the garden without fragrance yet hidden or apparent contributes to the diversity and beauty of the garden; thus the learned scholars will accept this humble attempt an oassis in a desert, water in a mirage, a flower without musk yet blossoming adding to the beauty of the garden.